سیرت و سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

مرتبہ

محمد افضل متین

(معلم وقف جدید)

ماہ سا ماہتاب سا کچھ ہے
ہو بہو آنجناب سا کچھ ہے

مسکراتا ہوا، حسین و جمیل
ایک چہرہ گلاب سا کچھ ہے

اس کو دیکھا تو یوں لگا جیسے
عشق کارِ ثواب سا کچھ ہے

اس میں آنکھوں کا کچھ قصور نہیں
حسن خود بے نقاب سا کچھ ہے

اس نے دیکھا نہ ہو رخِ انور
آئینہ آفتاب سا کچھ ہے

لفظ لفظ آسماں سے اُترا ہے
یہ جو حسنِ خطاب سا کچھ ہے

ہم فقیروں کا، ہم اسیروں کا
یہ جواب الجواب سا کچھ تو ہے

(اشکوں کے چراغ صفحہ 76,75)

(صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے)

سیرت وسوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

◆

مرتبہ

محمد افضل متین

(معلم وقفِ جدید)

انتساب

خاکسار یہ سعیِ ناتمام پیارے آقا
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کرتا ہے

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیائے احمدیت میں بے شمار نورانی وجود پیدا ہوتے ہیں جو ان گنت خوبیوں سے مزّین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو ردائے خلافت پہناتا ہے وہ اس زمانہ کے تمام انسانوں سے بڑھ کر نیک اور بلند پایہ انسان ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کے چوتھے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ بھی ان خوش نصیب لوگوں میں سے ایک تھے جن کو رب عرش کریم نے ردائے خلافت پہنائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دور خلافت میں کئی تاریخی کام بھی آپ کے ذریعہ کروائے مثلاً کروڑوں بیعتوں کا ہو جانا ایم ٹی اے کا انقلابی نظام وغیرہ۔

جہاں تک آپ کی شخصیت کا تعلق ہے تو آپ بچپن سے ہی نہایت شریف النفس، نیک روح، نمازی، دعا کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار، عشق رسول ﷺ میں مخمور، حضرت مسیح موعود سے والہانہ محبت، آپ کے رفقاء سے محبت اور احترام خلافت سے عقیدت ومحبت کے جذبات نمایاں تھے اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو ردائے خلافت پہنائی تو یہ اوصاف مزید نکھر نکھر کر احباب کے سامنے آنے لگے۔

آپ نہایت ہمدردی کرنے والے، شفقت فرمانے والے رحمت کا سلوک کرنے والے وجود تھے آپ نے ہزاروں لوگوں کی مالی مدد بھی کی۔ آپ بہت سخت محنت کرنے والے وجود تھے آپ کے جذبہ خدمت دین آپ کی محنت سے عیاں ہوتا ہے روزانہ سینکڑوں خطوط ملاحظہ فرما کر ان کے جوابات نوٹ کرواتے لوگوں کے لئے دعائیں کرتے ہومیوپیتھی سے مخلوق خدا کے زخموں پر مرہم رکھا کرتے خطوط کے علاوہ پوری دنیا سے آئی ہوئی جماعتی ڈاک ملاحظہ فرماتے اسی طرح سینکڑوں شعبہ جات

کے ہزاروں کام کرتے اور 24 گھنٹوں میں صرف 3 سے 4 گھنٹے آرام فرماتے۔

آپ تکلّفات سے آزاد سادہ اور درویش طبیعت کے مالک انسان تھے حسِ مزّاح کی دولت سے بھی مالا مال وجود تھے مزّاح کے واقعات سنا کر ماحول کو خوشگوار بنا دیا کرتے اور بعض اوقات اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو آرام پہنچانے کے لئے بھی مزّاح فرماتے آپ کی یادداشت کمال کی تھی آپ کے نورِ فراست کے بے شمار واقعات اس یقین پہ اور بھی مستحکم کر دیتے ہیں کہ آپ ایک غیر معمولی شخصیت کے مالک انسان تھے آپ کی بات، اندازہ ہمیشہ درست ثابت ہوتے۔ کیسے بھی مشکل حالات کیوں نہ ہوں آپ ہمیشہ پُروقار رہے صبر اور استقلال سے کام لیا۔ جنرل ضیاء الحق نے اپنی پوری قوت سے آپ سمیت جماعت احمدیہ کو مٹانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ کے تائیدی ہاتھ نے آپ کی خوب مدد فرمائی کیونکہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے سچے خلیفہ تھے اور دشمن کی آنکھوں کے سامنے پوری شان سے ہجرت فرمائی اور باہر کے ممالک میں جا کر تمام دنیا کی عظیم خدمت کی منزلیں طے کیں۔

ایم ٹی اے کے متعلق پیشگوئیاں بہرحال تھیں مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ آپ کی مسلسل سوچ و بچار اور سخت محنت کے نتیجہ میں ممکن ہوا۔

آپ کے اشعار ایمان کو بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں آپ کو اپنی جماعت سے بھی بے پناہ محبت تھی۔ دنیا کے کسی کونے میں کسی بھی احمدی کو تکلیف پہنچتی تو آپ بیقرار ہو جاتے شہدا اور ان کے ورثاء کے غموں کے احساس نے آپ کو جلد بوڑھا کر دیا خصوصاً مرزا غلام قادر صاب شہید کی شہادت نے آپ کو بہت صدمہ پہنچایا۔ وطن سے دوری اور اداسی کے جذبات اسیران کے دکھوں کا احساس، اہلیہ کی وفات کا صدمہ، ماں کی بے قرار یادیں قادیان سے محبت اہل ربوہ سے جدائی، دنیا کے تمام ممالک میں مظلوم دکھی انسانیت کا درد، ان تمام دکھوں نے آپ کے ضبط کے جذبہ

کو بڑھاپے میں کمزور کر دیا یہاں تک کہ خطابات کے دوران بھی آپ کا ضبط ٹوٹ ٹوٹ جاتا اور آپ بے اختیار ہو کر رو پڑتے۔ وفات کی بیماری کے دنوں میں تو آپ اس احساس سے بہت روئے کہ میری بیماری کی وجہ سے جماعت کو دکھ پہنچ رہا ہے کیونکہ آپ بہت جلد احسان مند ہو جایا کرتے۔

غرضیکہ آپ نے اپنے 21 سالہ دور خلافت میں جماعت احمدیہ عالمگیر کو عظیم فتوحات سے ہمکنار فرمایا۔ آپ نے بنی نوع انسان کی بہتری کیلئے کثرت سے تحریکات جاری فرمائیں۔ غریب طبقہ نسواں سے بھی آپ کی شفقت کے ہزاروں واقعات ہیں مریم شادی فنڈ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے آپ بچوں سے بہت محبت کرنے والے جانوروں سے رحمت کا سلوک کرنے والے یہاں تک کہ پودوں کا بھی احساس کرتے آپ نے جن خطوط پہ اپنی اولاد کی تربیت کی وہ ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ صاحب رویاء وکشوف اور اللہ تعالیٰ سے الہام یافتہ وجود تھے۔ آپ کی یہی بے پناہ خوبیاں ہی تھیں کہ جب آپ فوت ہوئے تو اپنوں اور غیروں سب کی کمریں ٹوٹ گئیں۔ جب تک خلافت خامسہ کا انتخاب نہیں ہو گیا روئے زمین پہ تمام احمدیوں کی حالت اس طرح تھی جس طرح بکرے ذبح کئے ہوئے ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی سابقہ روایات کے مطابق اپنی قدرت کا ہاتھ دکھایا اور اس دکھی اور غمزدہ جماعت کو خلافت خامسہ کے ذریعہ تھام لیا آپ کی وفات پہ غیروں نے بھی جذبات سے پُر مشاہدات پہ مبنی اپنے تاثرات اخبارات ورسائل کو بھجوائے۔

آپ کی شخصیت کے ہزاروں پہلو ہیں اور ہر پہلو کے لاکھوں واقعات، عاجز نے اس کتاب میں چند نمونے چنے ہیں جس طرح کہ سمندر سے چند قطرات لئے ہوں۔ آپ کی یادوں کو کبھی نہیں بھلایا جا سکتا ہم ان یادوں کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی سعی کرتے چلے جائیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ خاکسار کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے۔ آمین۔

خاکسار کو امید و یقین ہے کہ یہ کتاب پڑھنے والوں کے نہ صرف ایمان میں اضافے کا موجب ہوگی بلکہ خلافت سے محبت و وفا میں بھی بڑھائے گی۔ اور خاص طور پر پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے درجات کو بلند تر کرنے کا باعث بنے گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(آمین یارب العالمین۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء)

والسلام
خاکسار
محمد افضل متین
معلم سلسلہ (وقفِ جدید)
1-02-09

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا
امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
وعلٰی عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالنّاصر

لندن
24-1-2009

مکرم محمد افضل متین صاحب (معلم وقف جدید ربوہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خط ملے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و معرفت میں برکت دے۔ ایمان و اخلاص میں بڑھائے اور مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بارہ میں آپ کی کتاب مل گئی ہے

فی امان اللہ۔

والسلام
خاکسار
مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

FAXED 24.01.09

نظارت علیاء
D: ۶۶۹۰
21-12-08

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم محمد افضل متین صاحب
c/o دفتر وقف جدید ربوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکی طرف سے تحفہ "سیرت وسوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رح" بسلسلہ صدسالہ خلافت جوبلی موصول ہوا۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکو ہمیشہ اپنی حفظ وامان میں رکھے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہترین خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

والسلام
خاکسار
مرزا خورشید احمد
ناظراعلیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وکالت مال اوّل تحریک جدید
فائل 08 مورخہ 13-5-09

مکرم محترم محمد افضل متین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی شائع کردہ کتاب ''سیرت وسوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ'' کا ایک نسخہ بطور تحفہ ملا۔ آپ کی اس نوازش کا بہت بہت شکریہ۔ فجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

کتاب کی خوبصورتی اور عمدہ مواد سے آپ کی بلند ہمتی اور ذوق سلیم کا پتہ چلتا ہے۔ آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع الناس بنائے اور آپ کو حسنات دارین سے نوازے۔ آمین

والسلام
خاکسار
13/5
(شبّیر احمد)
وکیل المال اوّل
تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ

بخدمت مکرم محمد افضل متین صاحب
معلم سلسلہ (وقف جدید)

1790

21-12-0

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم محترم محمد افضل متین صاحب۔ معلم وقف جدید ربوہ۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء کے مبارک موقع پر اپنی مرتب کردہ کتاب "سیرت وسوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ" خاکسار کو بھجوائی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ماشاء اللہ اچھی کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے اور آپکو بہترین اجر سے نوازے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

صدر مرکزی کمیٹی

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم محترم محمد افضل متین صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

492
10-1-09

آپکی طرف سے کتاب "سیرت وسوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ" موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ واحسن الجزاء

نہایت محنت سے تیار کی گئی ہے۔ خداتعالیٰ آپکی مساعی میں برکت ڈالے (آمین)

والسلام
خاکسار

امۃ العلیم ملک

صدر
لجنہ اماء اللہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

Tahir Foundation
Rabwah
www.tahirfoundation.org
e-mail: secretary@tahirfoundation.org
info@tahirfoundation.org

Phone : +92 47 6213238

Dated : 16-5-09

Ref : 535

مکرم ومحترم محمد افضل متین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے کتب ''سیرت وسوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ'' موصول ہوئیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کے مفید نتائج نکالے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

خاکسار

سیکریٹری طاہر فاؤنڈیشن

[illegible]

16/5/09

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم و محترم محمد افضل متین صاحب۔ معلم وقف جدید

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ خدا کے فضل اور رحم کیساتھ خیریت سے ہونگے۔

آپکی طرف سے مرسلہ کتاب "سیرت و سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ" موصول ہوئی۔ الحمدللہ۔ یہ ایک بہت اچھی کاوش ہے۔ جس طرح آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی سیرت کو عناوین کے ساتھ مرتب کیا ہے، یہ بہت ہی فائدہ مند ہے۔ ایک معلم وقف جدید کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کام کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس پر وقف جدید کو فخر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکے علم میں مزید اضافہ فرمائے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور احباب جماعت کو اس سے کما حقہ، استفادہ کی توفیق دے۔ آمین۔

والسلام
خاکسار

۱۲/۱/۰۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	خلافت	1
2	بچپن	15
3	محبت الٰہی	31
4	شوق نماز	36
5	قبولیت دعا	45
6	عشق قرآن	56
7	عشق رسول ﷺ	65
8	حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے صحابہ سے محبت اور احترام	68
9	خلافت سے محبت اور احترام	71
10	دوسروں کے جذبات کی پاسداری	74
11	حس مزاح اور مزاح کے پرلطف واقعات	85
12	درگذر	94
13	ہمدردی و محبت	98
14	عطاء ہی عطاء	110

15	سادگی وانکساری	120
16	مہمان نوازی	127
17	بچوں سے پیار و محبت	137
18	تربیت اولاد کے عملی نمونے	143
19	خواتین پر شفقت	153
20	جانوروں اور پرندوں پر شفقت اور رحمت	159
21	جذبہ خدمت دین	167
22	ہومیو پیتھی کا فیضان	175
23	محنت و مشقت اور مصروفیت کا عالم	181
24	شخصیت کے نمایاں پہلو	191
25	حضور انورؒ کی کمال یاداشت اور نور فراست	219
26	حضور کو ہونے والے الہامات میں سے چند کا ذکر	226
27	ایک بادشاہ وقت کا ناپاک منصوبہ	230
28	داغ ہجرت اور تائیدات الٰہیہ	233
29	ابتلاء اور افضال الٰہیہ	246
30	جدید ایجادات سے استفادہ اور M.T.A کے نظام کا اجراء	260
31	وطن اور پیاروں کی کربناک یادیں	286
32	حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے کلام، کلام طاہر سے منتخب اشعار کا گلدستہ	290

33	حضورؒ کی بیماری وفات اور تدفین	295
34	حضورؒ کی وفات پر اپنوں کا خراج تحسین	309
35	حضورؒ کی وفات پر غیروں کا خراج تحسین	325
36	حضورؒ کی وفات پر احمدی شعراء کا خراج تحسین	335
37	حضورؒ کی مختصر سوانح	341
38	تحریکات	348
39	خلافت رابعہ میں ہونے والے شہداء کی فہرست اور عظیم شہادت کا ذکر	357
40	خلافت رابعہ میں پوری ہونے والی پیش گوئیاں	364
41	21 سالہ دور خلافت کے عظیم کارنامے	372
42	متفرق	383

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ

18 دسمبر 1928ء تا 19 اپریل 2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم و علیٰ عبده المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

خلافت

قرآن کریم میں خلافت کی بشارت

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ
بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ......

(سورة النور: آیت 56)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کیلئے ان کے دین کو جو اس نے ان کیلئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔

خلافت اور نبوت

مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ

حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جب بھی کوئی نبوت آئی اس کے بعد خلافت قائم ہوئی ہے۔

(کنزالعمال الفصل الاول فی بعض خصائص الانبیاء حدیث نمبر 3224)

نبوت کا تتمہ

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ وَلَا كَانَتْ خِلَافَةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا مُلْكٌ

حضرت عبدالرحمٰن بن سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:۔ " ہر نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے۔ اور ہر خلافت کے بعد ملوکیت ہوتی ہے۔

(کنزالعمال کتاب الفتن من قسم الافعال۔ فصل فی متفرقات الفتن جلد نمبر 11 حدیث نمبر 31448)

خلافت اور مشورہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔

"لَا خِلَافَةَ اِلَّا عَنْ مَشْوَرَةٍ"

خلافت کا انعقاد مشورہ اور رائے کے بغیر درست نہیں۔ نیز خلافت کے نظام کا ایک اہم ستون مشورہ ہے۔

(کنز العمال کتاب الخلافت جلد 5 ص 648 حدیث نمبر 14136)

خلیفہ خدا بناتا ہے

عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ مَرَضِہٖ اُدْعِی لِیْ اَبَابَکْرٍ اَبَاکِ وَاَخَاکِ حَتّٰی اَکْتُبَ کِتَابًا فَاِنِّی اَخَافُ اَنْ یَتَمَنّٰی مُتَمَنٍّ وَیَقُوْلُ قَائِلٌ اَنَا اَوْلٰی وَیَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَکْرٍ.

ترجمہ: ”حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی مرض الموت میں مجھ سے فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر کو بلا کر ان کے حق میں خلافت کی تحریر لکھ جاؤں گا۔ کہ میرے بعد دوسرے لوگ خلافت کی تمنا کرنے والے اٹھ کھڑے نہ ہو جائیں اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں ابوبکر کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار ہوں مگر پھر میں نے اس خیال سے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے سوا کسی کو خلیفہ بنانے پر راضی نہیں ہونگے۔

(مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل ابوبکر حدیث نمبر 4399)

خلفائے راشدین کی اطاعت

حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ۔

تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین جو خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں کی سنت کی اطاعت فرض ہے۔ اس طریق کو مضبوطی سے تھام لو اور دانتوں سے اچھی طرح پکڑ کر رکھو۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی السنۃ حدیث نمبر 3991)

حضور نے سفر ہجرت کے بعد لندن میں مجلس خدام الاحمدیہ لندن سے 28 جولائی 1984ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اس مخالفت کے بعد جو اگلی مخالفت مجھے نظر آ رہی ہے۔ وسیع پیمانے پر وہ ایک دو حکومتوں کا قصہ نہیں اس میں بڑی بڑی حکومتیں مل کر جماعت کو مٹانے کی سازشیں کریں گی اور جتنی بڑی سازش ہو گی اتنی بڑی ناکامی ان کے مقدر میں رکھی جائے گی۔ مجھ سے پہلے خلفاء نے آئندہ آنے والے خلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خدا پر توکل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہ کھانا میں آئندہ آنے والے خلیفہ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمت اور صبر کے مظاہرے کرنا اور کسی دنیا کی طاقت سے خوف نہیں کھانا وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے دکھلا دے گا۔ اور دنیا سے ان کا نام و نشان مٹا دے گا۔ جماعت احمدیہ نے بہر حال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے کوئی دنیا کی طاقت اس تقدیر کو بہر حال بدل نہیں سکتی''۔

(خطاب 28 جولائی 1984ء)

اس لئے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلافت کے سو سال پورے ہونے پر احباب جماعت سے ایک عظیم عہد لیا جو وقتاً

فو قتاً دہرایا جاتا رہے گا جس سے خلافت کے استحکام میں مزید مضبوطی آتی چلی جائے گی کتاب کے آخر پر وہ عظیم الشان عہد تحریر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے وجود مبارک میں پوری ہونے والی بشارات الٰہیہ

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے ایک رویاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد سوم ص 377)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ نے حضرت امّ طاہر کو مخاطب کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا:۔

''مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا۔''

(ایک مرد خدا۔ ص 208)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 17 جنوری 2003ء میں فرمایا:۔

1897ء کا الہام ہے (......) جو لفظ لدن کا ذکر ہے۔ اس کی شرح کشفی طور پر یوں معلوم ہوئی کہ ایک فرشتہ خواب میں کہتا ہے کہ یہ مقام لدن ہے جہاں تجھے پہنچایا گیا، یہ وہ مقام ہے جہاں ہمیشہ بارشیں ہوتی رہتیں ہیں اور ایک دم بھی بارش نہیں تھمتی''۔

(تذکرہ ص299 مطبوعہ 1969ء)

اب انگلستان میں بھی ایک Ludgate ہے جہاں مذہبی بحثیں ہوتی رہتیں ہیں اور انگلستان کے Ludgate کی تشریح مجھے سمجھ آئی ہے کہ یہی مراد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے غلاموں کو Ludgate پر بحثوں کے دوران عظیم الشان فتح نصیب ہوگی۔ (الفضل۔ یکم اپریل 2003ء)

دو جانشین

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میں بیت الدعا میں بیٹھا تشہد کی حالت میں دعا کر رہا ہوں کہ الٰہی! میرا انجام ایسا ہو کہ جیسا حضرت ابراہیمؑ کا ہوا۔ پھر جوش میں آکر کھڑا ہو گیا ہوں اور یہی دعا کر رہا ہوں۔ کہ دروازہ کھلا اور میر محمد اسماعیل صاحب اس میں کھڑے روشنی کر رہے ہیں۔ اسماعیل کے معنی ہیں خدا نے سن لی۔ اور ابراہیمی انجام سے مراد حضرت ابراہیمؑ کا انجام ہے کہ ان کے فوت ہونے کے بعد خدا تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسماعیلؑ دو قائم مقام کھڑے کر دیئے۔ یہ ایک طرح کی بشارت ہے ۔جس سے آپ لوگوں کو خوش ہونا چاہیے۔ (عرفان الٰہی۔ انوار العلوم جلد 4 ص288)

پگڑی پہنائی

مکرم لئیق احمد صاحب طاہر مربی سلسلہ انگلستان تحریر فرماتے ہیں:

''کرائیڈن (انگلستان) کے ایک دوست مکرم خواج احمد صاحب نے شوریٰ 1982ء سے چندروز قبل بیت اقصیٰ کے سامنے مجھے اپنی خواب سنائی کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنی پگڑی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کو پہنائی ہے۔ (الفضل 8 اگست 1982ء)

چار پر

آغا محمد عبدالعزیز فارقی احمدی موضع بھڈانہ تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی اپنے ایک طویل کشف میں لکھتے ہیں:

''آفتاب ایک پرندہ کی شکل میں متمثل ہوگیا۔ اس کے چار پر تھے پہلے پر کے اگلے حصہ پر نور لکھا ہوا تھا دوسرے پر کے 1/3 حصہ پر محمود، تیسرے حصہ کے عین وسط میں ناصر الدین اور چوتھے پر اہل بیت۔'' (کوکب دری ص 2 تا 5 اشاعت 1930)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا سلسلہ نسب والدہ اور نانا کی طرف سے حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے۔

غیبی آواز

امۃ الرشید بیگم صاحبہ دارالبرکات ربوہ بیان کرتی ہیں:۔

خدائے قدوس کی قسم کھا کر عرض کرتی ہوں کہ آج سے تقریباً چالیس سال قبل 1940-41ء میں میں نے ہاتف غیبی کی نہایت صاف اور بڑی اثر انگیز آواز سنی کہ ''خلیفۃ المسیح حضرت میاں طاہر احمد صاحب ہوں گے''۔ میں نے اپنے محبوب امام حضرت مصلح موعود کی بارگاہ میں یہ سارا واقعہ لکھ بھیجا۔ جس کا جواب حضور کی طرف سے

موصول ہوا کہ خلیفہ کی زندگی میں ایسے رویاء وکشوف صیغہ راز میں رہنے چاہئیں۔ اور تشہیر نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ خلافت ثالثہ کے قیام کے موقع پر میں یہی سمجھی کہ شاید میاں طاہر احمد صاحب اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ ہمیں ایسا خلیفہ عطا ہو جو طاہر اور مطہر ہو۔ حضور کا انتخاب ہوا تو معاملہ صاف ہو گیا۔

(الفضل 21 جولائی 1982ء)

مرزا طاہر احمد

محترمہ نفیسہ طلعت صاحبہ کراچی سے لکھتی ہیں:۔

''میں حلفیہ عرض کرتی ہوں کہ 1970ء میں جب کہ میں بانی منزل دارالبرکات ربوہ میں مقیم تھی میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا زمین سمٹ کر چھوٹی سی ہو کر سامنے آگئی ہے اور گول دائرے کی شکل میں ہے۔ اس کے گرد رنگ برنگی اور سفید لیکن تیز روشنیاں گھوم رہی ہیں۔ جو سب ہی خوبصورت ہیں اور دل کو بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ پھر دیکھا کہ زمین کے اندر سے ایک نام ابھرا اور وہ تھا ''مرزا طاہر احمد''۔''

(الفضل 2 اگست 1982ء)

خلیفہ ثالث کا چہرہ

زاہد بھنو آف ماریشس لکھتے ہیں:۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دوسری شادی کے موقعہ پر میں نے

خواب میں دیکھا کہ میں حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ اور میری بہن ایک کمرے میں بیٹھے ہیں چھوٹی آپا کچھ کپڑے سی رہی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث دروازے پر کھڑے ہیں انہوں نے سیاہ لباس پہن رکھا ہے اس لباس پر چمکدار پٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ لیکن ان کا چہرہ ہمارے موجودہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب جیسا ہے۔

(الفضل 2 اگست 1982ء)

پگڑی سنبھالو

عبدالباری احمد صاحب کینیڈا لکھتے ہیں:۔

9/10 جون 1982ء کو خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کھڑے ہیں۔ پاس ہی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کھڑے ہیں اتنے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی پگڑی اتاری اور حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے سر پر رکھ دی اور فرمایا یہ تم سنبھالو ہم تو چلتے ہیں۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 7)

ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے غلام اس موعود خلیفہ اور منادی کو دیکھا جس کے متعلق 2000 سال پہلے کے صحیفوں سے لے کر زمانہ حال تک کے اہل اللہ نے خوشخبریاں دیں۔ جس کی زبان سے خدا نے خود یہ الفاظ جاری کروائے:

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا پھیلتی چلی جائے گی شش جہت میں سدا

شش جہت کا محاورہ مواصلاتی نظام پر کس قدر پورا اترتا ہے اس کا ثبوت دن رات کے 24 گھنٹے میں M.T.A کی نشریات کے ذریعہ ہمیں مل رہا ہے۔ ہم نے اس منادی کو سنا اور اس نے 21 سال تک ہمیں اپنے حسن و احسان، اپنے عالی کردار، اپنی محبتوں اور شفقتوں سے مسحور کئے رکھا اور پھر بالآخر خدا کے بلاوے پر وہ اچانک اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔

خلفاء کے مختلف رنگ

ایک رنگ میں رنگین ہونے کے باوجود ہر خلیفہ کا الگ الگ رنگ بھی ہے ہر انسان کی ایک انفرادیت ہوتی ہے۔ ایک خلیفہ کا دوسرے سے موازنہ اور مقابلہ کرنا درست نہیں ہے۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ

بعض لوگ نادانی میں خلفاء کا ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ شروع کر دیتے ہیں اور ہمیشہ یہ چلتا آیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ کی زندگی میں ان کے ساتھ بعض نادانوں نے مقابلے کئے کہ جی وہ یوں کیا کرتے تھے، وہ تو یہ ہوتا تھا۔ آپ یہ کرتے ہیں۔ اور آپ یوں کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے دور میں حضرت عمرؓ سے مقابلے شروع ہو گئے اور حضرت علیؓ کے دور میں حضرت عثمانؓ سے مقابلے شروع ہو گئے (رضوان اللہ علیہم:) اور لوگ نادانی میں یہ نہیں سمجھتے کہ (۔) تم لوگ نادان ہو، تم ناواقف ہو، جاہل ہو۔ تمہیں کچھ پتہ نہیں کہ کس کا عمل کیوں ہے؟ اور طرز عمل کس لئے اختیار کیا جا رہا ہے؟ یہ بندے ہیں مجبور ہیں اس فطرت کے مطابق

جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انہوں نے اپنی شاکلہ کے اندر رہتے ہوئے صحیح قدم اٹھایا یا غلط قدم اٹھایا، بندہ واقف ہی نہیں ان اسرار سے۔ وہ دل کے حالات کو نیتوں کو نہیں جانتا۔ اس لئے اس کا کام نہیں ہے کہ وہاں زبان کھولے جہاں زبان کھولنے کی اس کو مجال نہیں، جہاں زبان کھولنے کے لئے اس کو مقرر نہیں کیا گیا۔ اسلئے میں جماعت احمدیہ کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ لغو دلچسپیوں سے باز رہیں۔ کسی کے کہنے سے خلیفہ کے مقام میں اس کے منصب میں فرق نہیں پڑے گا۔ جو فرق پڑے گا اور پڑتا ہے وہ صرف اللہ کی نظر میں ہے اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کسی نے اپنے استعداد کے مطابق پورا استفادہ کیا کہ نہیں۔ بعض دفعہ استعدادوں کے مختلف ہونے کے نتیجے میں طرز عمل رونما ہوتے ہیں اور اس کے باوجود بظاہر ایک کم نتیجے کو ایک بظاہر زیادہ نتیجے پر فوقیت دے دی جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے استعداد عطا فرمائی ہے کہ وہ دنیا کا بہترین دوڑنے والا بن جائے اور وہ استعدادوں کو زیادہ سے زیادہ استطاعت ہے وہ اپنے ضلع کے اندر اول آئے اور ضلع کے اندر سب سے زیادہ تیز دوڑنے والا شمار ہو اور ساری طاقتیں استعمال کر کے اپنے ضلع میں اول آ جاتا ہے۔ تو انسان کو کیا پتہ کہ کس کی استعداد کیا تھی اور کون خدا کی نظر میں اپنی استعدادوں کو کمال تک پہنچا کر ان کے نقطہ تک پہنچ گیا ہے؟

یہ ایک چھوٹی سی مثال میں نے اس لئے دی ہے اپنی لاعلمی اور جاہلیت کو سمجھنا چاہئے اور یہی تقاضہ ہے انکساری کا اور اپنے مقام بندگی کو سمجھنے کا کہ انسان ان معاملات میں دخل نہ دے جو اللہ کے معاملات ہیں۔ اور اللہ کے معاملات کو اللہ پر رہنے دے بندے کا کام یہ ہے کہ استغفار سے کام لے دعائیں کرے اور دعاؤں کے

ذریعے من حیث الجماعت، ساری جماعت اپنے وقت کے خلیفہ کی کمزوریوں سے پردہ پوشی کی دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور جتنی بھی استطاعت اس نے بخشی ہے استطاعت کے بہترین استعمال کا موقع اس کو عطا فرمائے تاکہ اس کی رضا کی نظر پڑے اس پر اور آپ کے خلیفہ پر آپ کے اللہ کی رضا کی نظر پڑے گی تو آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ساری جماعت پر اللہ کی رضا اور محبت اور پیار کی نظریں پڑیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(الفضل 14 رجولائی 1982ء)

عظیم دور 1982ء تا 2008ء

یہ عظیم دور ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خطبہ جمعہ 11 مارچ 1994ء میں فرمایا:

ہم ہی ہیں وہ آخرین کے دور میں پیدا ہونے والے جنہوں نے حضرت مسیح موعود سے یہ برکتیں پائیں۔ ہم ہی ہیں جن کو آخر میں ہونے کے باوجود اولین سے ملایا گیا تھا اور ہم وہ خوش نصیب ہیں جو سو سال کے بعد پیدا کئے گئے ہیں۔ اس زمانے میں پیدا کئے گئے ہیں جب مسیح موعود کی سو سالہ تاریخ اول سے آخر تک دہرائی جا رہی ہے وہ ساری برکتیں اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرما رہا ہے۔

میں نے اپنی خلافت کے بعد پہلے خطاب میں جماعت کو متوجہ کیا تھا کہ یاد رکھو یہ غیر معمولی دن ہیں جن میں ہم داخل ہوئے ہیں۔ بیاسی (1882ء) میں پہلا ماموریت کا الہام ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو اور بیاسی (1982ء) میں ہی اللہ تعالیٰ

نے مجھے قائم فرمایا۔ اس خلافت کے بعد سے وہ ساری تاریخ بیاسی سے لے کر آخر تک دہرائی جارہی ہے اور دہرائی جائے گی۔ وہ ساری برکتیں جو مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے عطا کرنی شروع کی تھیں یہ اسی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ سب اس میں شریک ہیں میں نہیں، آپ سب۔ وہ ساری جماعت جس کو خدا نے آغاز سے لے کر آخر تک کے لئے ان برکتوں کو دیکھنے کے کئے چن لیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو کتنی برکتیں دیکھیں گے۔

مگر دعا ہمیں یہی کرنی چاہئے کہ ہم میں سے بھاری تعداد ایسی ہو جو بیاسی (1982) سے لے کر آخر دم تک کم از کم 2008ء تک زندہ رہ کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے گواہ بنتے رہیں۔ اور یہ وہ مبارک عظیم دور ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں اس کے شکر کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ ناممکن ہے۔ یہ وہ جادو ہے جو میں کہہ رہا ہوں جس کے نشے میں ہم چل رہے ہیں اور یہی وہ جادو ہے جو حقیقت بن کر دنیا کی تقدیر بدلے گا۔ آپ پر اس جادو کا نشہ طاری ہے تو یاد رکھیں کہ پھر اس سے دنیا میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ اس روح کے ساتھ آپ ترقی کی اس راہ پر آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ دشمن تکلیفیں پہنچاتا ہے پہنچاتا رہے، فضلوں کی راہ نہیں روک سکتا نہیں روک سکتا نہیں روک سکے گا۔ جو چاہئے کر لے۔ لیکن آپ وفا کے ساتھ اس راہ پر قدم رکھتے ہیں، اس سے قدم ہٹائیں نہیں۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر آنے والا دن ہمارے لئے اور برکتیں لے کر آئے گا۔ ہر آنے والا ہفتہ ہمارے لئے اور برکتیں لے کر آئیگا۔ ہر آنے والا مہینہ ہمارے لئے اور برکتیں آسمان سے انڈیلے گا۔ ہر آنے والا سال برکتوں کے ساتھ

ہمارا خیر مقدم کرے گا۔ ہر جانے والا سال برکتیں چھوڑ کر جائے گا۔ یہ عظیم دور ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔ پس خدا کے شکر کے گیت گاتے ہوئے اسکی حمد وثنا کرتے ہوئے محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے آگے بڑھتے جاؤ، کوئی نہیں جو تمہاری راہ روک سکے۔

(الفضل 25، جنوری 2001ء)

انتخابِ خلافت کے بعد پہلی بیعت کے موقع کے مناظر

انتخابِ خلافت کے چند سالوں بعد ایک موقع پر خطاب فرماتے ہوئے (قادیان 1991)

بچپن

18 دسمبر 1928ء کو حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ نے حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ جیسے جلیل القدر باپ کے زیر سایہ اور حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ جیسی عظیم ماں کی گود میں تربیت پائی۔ حضورؒ کے بچپن کے چند واقعات درج کیئے جاتے ہیں جو آپ نے خود اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے۔

حضورؒ کا نام کس نے رکھا؟

فرمایا. میرا نام ظاہر بات ہے ابا جان نے ہی رکھا تھا اور اس کا مطلب ہے پاک طاہر۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ایک بیٹے کا نام تھا۔ اس لئے غالباً اسی کے نام پر رکھا تھا۔

(رسالہ خالد مارچ اپریل 2004، ص124)

حضورؒ نے اپنی والدہ کی کون سی عادات اپنائیں؟

حضورؒ فرماتے ہیں ان کو ایک تو رسول اللہ ﷺ سے بہت عشق تھا اور یہ مجھے بہت پسند آئی۔

(الفضل 1 جولائی 2000ء)

پاکیزہ لوری

حضورؒ کو یہ اشعار بہت پسند تھے۔

"بلغ العلیٰ بکمالہ.
کشف الدجیٰ بجمالہ.
حسنت جمیع خصالہ
صلو علیہ واٰلہ"

ان اشعار کے بارے میں فرمایا۔ تم لوگوں کو بتادوں کہ میں نے سب سے پہلے یہ اشعار کب اور کس سے سنے۔ اس وقت میں بہت چھوٹا تھا۔ میری امی کو یہ اشعار بہت پسند تھے اور اکثر تو ان کو وقت ہی نہیں ملا کرتا تھا۔ بچوں کو پوچھنے کا۔ لیکن اگر کبھی وقت ملے اور میں چھوٹا ہوتا تھا ابھی۔ تو وہ مجھے یہ لوری دیا کرتی تھیں اور ہلکی آواز ان کی بڑی پیاری ہوا کرتی تھی۔

یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے بہت میرے دل پر اثر تھا وہ ساتھ گاتی جاتی تھی اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔

(الفضل 7 جون 1999ء)

قادیان کے پاکیزہ ماحول میں پرورش

حضرت صاحب قادیان کے پاکیزہ ماحول میں پلے بڑھے۔ آپ کے والد گرامی حضرت مسیح موعودؑ کی پیش گوئی مصلح موعود کے کامل مظہر تھے اور والدہ مکرمہ بھی

نہایت پارسا، دعا گو اور بزرگ خاتون تھیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ حضرت خاتم الانبیاء کلام اللہ قرآن مجید سے بے نظیر محبت تھی۔ آپ کی دلی تمنا تھی کہ آپ کے اکلوتے بیٹے محبت الٰہی اور عشق محمد ﷺ میں بلند مقام حاصل کریں۔ اس غرض کیلئے آپ نہایت تضرع اور عاجزی وانکساری سے دعائیں کرتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع تحریر فرماتے ہیں امی اپنی اولاد کیلئے ہر قسم کی دینی ترقیات کیلئے بھی بہت دعائیں کرتیں تھیں اور خاص طور پر میرے لئے کیونکہ امی کے یہ الفاظ مجھے کبھی نہ بھولیں گے۔ اور وہ وقت بھی مجھے کبھی نہ بھولے گا۔ کہ جب ایک دفعہ امی کی آنکھیں غم سے ڈبڈبائیں ہوئی تھیں، آنسو چھلکنے کو تیار تھے اور امی نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھے کہا کہ طاری! میں نے تو خدا تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے خدا مجھے ایک ایسا لڑکا دے جو نیک اور صالح ہو اور حافظ قرآن۔

(الفضل 14 اپریل 1944ء ص 4)

ماں کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی اور آپ کا لخت جگر دینی ترقیات کے زینے طے کرتا ہوا بالآخر آسمان خلافت کے بُرج چہارم پر مہ تاباں اور بدر منیر بن کر چمکتا رہا۔

بچپن میں نماز کی اہمیت

حضور کے والد محترم حضرت مصلح موعود نے اپنے بچوں کو نہ صرف نماز کی اہمیت بلکہ نماز باجماعت کی اہمیت سکھائی۔ فرماتے ہیں۔

انہوں نے بچوں کو نماز کی بہت اہمیت سکھائی۔ نماز کے معاملے میں چھوٹے

بچوں کو وہ مارا بھی کرتے تھے تا کہ یاد رہے نماز کی اہمیت ہی نہیں سکھائی نماز باجماعت کی اہمیت سکھائی۔ جو باجماعت نماز نہ پڑھے اور پکڑا جائے تو آپ اس کو سزا دیا کرتے تھے۔ سب سے زیادہ جو انہوں نے اپنے بچوں پر احسان کیا ہے وہ نماز کی اہمیت ہے۔

(الفضل 4 جنوری 2000ء)

حضور فرماتے ہیں کہ میری طبیعت میں مزاح بھی بہت تھا اور بچپن میں نیند بھی بہت گہری آتی تھی۔ والدہ محترمہ نے گھر کے ایک خادم کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ نماز فجر کے وقت وہ مجھے جگائے۔ جب وہ ایک ٹانگ ہلاتا تو میں کہتا یہ ٹانگ جاگ گئی ہے اب جاؤ۔ پھر وہ دوسری ٹانگ ہلاتا تھا۔ پھر میں وہی جواب دیتا تھا یہ بھی ٹانگ اُٹھ گئی ہے بس۔ پھر بایاں بازو۔ میں نے کہا بس بھی کرو اب تو پھر مجھے اٹھا کر لے جاتا تھا اور گرمیاں ہوں یا سردیاں ٹونٹی کے نیچے میرا منہ رکھ کر ایک ٹونٹی کھول دیتا تھا۔ پھر ایک دم میں سارا اٹھ جایا کرتا تھا۔ دایاں بازو، بایاں بازو سب اکھٹے اٹھ جاتے تھے سارے۔ یہ بات مجھے یاد ہے جو بہت اچھی لگا کرتی تھی۔

(الفضل یکم جولائی 2000ء)

تہجد کا شوق

حضور کو نماز تہجد بچپن سے پڑھنے کا شوق تھا۔ اس بارہ میں حضور فرماتے ہیں۔

مجھے تو چھوٹی عمر سے شوق تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ قبول ہوا یا نہیں لیکن تہجد کا شوق تھا بچپن سے ہی خدا نے دل میں ڈال دیا تھا کہ تہجد ضرور پڑھنی چاہیے۔

اوراس کو میں نے آج تک حتی المقدور برقرار رکھا ہے۔ (الفضل 24 مارچ 2000ء)

بچپن میں دعا کی عادت

حضور فرماتے ہیں:

یہ میرے والد محترم کی شخصیت ہی تھی۔ جس نے مجھے سچائی کا یہ راستہ دکھایا۔ اگرچہ وہ جماعت احمدیہ کے واجب الاحترام امام تھے اور لوگ ان کے پاس دعا کی درخواستیں لے کر آتے رہتے تھے۔ لیکن ان کا اپنا طریق یہ تھا کہ آڑے وقت میں آپ ہم بچوں سے بھی فرماتے کہ آؤ بچو! دعا کرو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ جماعت کا معین و مددگار ہو۔

دراصل جب میں بچپن میں بھی دعا کرتا تو اسے قبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا لیکن کبھی کبھی میں یہ بھی سوچا کرتا کہ کہیں اس احساس میں میرے اپنے ذہن کا ہی عمل دخل نہ ہو۔ لیکن جب میں نے ہستی باری تعالیٰ کے ناقابل تردید ثبوت کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا اور میری عاجزانہ دعائیں اس کثرت سے قبول ہونے لگیں تو لامحالہ یہ امر بجائے خود میرے لئے ایک معین اور زندہ ثبوت کے طور پر کھل کر میرے سامنے آ گیا۔ مجھے یقین ہے کہ قبولیت دعا کے ان واقعات کا اتفاق یا حادثات سے ہرگز کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ہستی باریٰ تعالیٰ کی یہ تائیدی شہادت پھیلتی بڑھتی اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ وہ قت بھی آن پہنچا جب خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے براہ راست اپنے الہام کے انعام سے سرفراز فرمایا۔

(ایک مرد خدا ص 84)

بچپن میں چندہ کی عادت

حضور فرماتے ہیں:

میں ابھی بچہ ہی تھا جب تحریک جدید کا اعلان ہوا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خطبے نے جوش اور قربانی کا جو طوفان جماعت کے دلوں میں پیدا کیا وہ شدید تھا کہ اسے میری عمر کے بچے بھی محسوس کر رہے تھے اور جسے وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے تھے میں اس خطبے کے موقع پر (بیت الذکر) میں موجود تھا۔ ہم سب پر ایک محویت کی کیفیت طاری تھی۔ عجیب ربودگی کا عالم تھا جس کا نظارہ اب تک میرے ذہن پر نقش ہے۔ یہ کیفیت خطبے کے بعد بھی قائم رہی۔ وارفتگی کی ایک عجیب لذت تھی ایک عجیب نشہ تھا۔ ایک دھن تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ اپنی زندگی اور اپنے اوقات خدمت (دین) کیلئے وقف کر دے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ میری والدہ محترمہ نے مجھے اور میری بہنوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم اپنے اپنے جیب خرچ میں سے تحریک جدید کا چندہ ادا کیا کرو۔ ہم نے وعدہ کیا کہ ہم پانچ یا دس روپے فی کس چندہ ادا کیا کریں گے۔ اگرچہ میرے لئے تو یہ بات ہرگز ممکن نہ تھی کہ میں یہ چندہ ادا کر سکتا۔ میرا سال بھر کا جیب خرچ پانچ روپے سالانہ سے بھی کم تھا۔ ان دنوں مجھے ایک آنہ ہفتہ وار جیب خرچ ملا کرتا تھا، آج کل کے حساب سے یہ ایک پاؤنڈ کا 1/640 حصہ بنتا ہے۔ خاص خاص مواقع پر کبھی کبھی ہمیں ایک سالم روپیہ بھی بطور تحفہ کے مل جایا کرتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ جیب خرچ دیتے وقت یہ روپیہ بھی محسوب کر لیا جاتا تھا۔

والدہ محترمہ نے خود ہی ہمیں اس مشکل سے نکال بھی لیا یعنی آپ نے ہمارا

جیب خرچ بڑھا دیا۔ کہ ہم وعدہ کے مطابق پانچ یا دس روپے کی رقم تحریک جدید کے چندے کے طور پر ادا کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ والدہ محترمہ نے جو عظیم احسانات ہم پر کئے ان میں سے ایک احسان یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہمیں اپنے پاس سے کچھ دینے کے عمل اور اس کی لذت سے روشناس کر دیا۔ اور قربانی کے اس عمل میں شرکت کا موقع بہم پہنچایا۔ بچپن کے اس تجربے ہی کی برکت تھی کہ ہمارے اندر قربانی اور ایثار کا جذبہ پیدا ہو گیا اور ذرا بڑے ہوئے تو ہمارے اندر ایثار اور قربانی کی یہ صلاحیت پروان چڑھ چکی تھی۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 17)

بچپن کی کھیلیں اور مشاغل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے بچپن کی کھیلیں اور مشاغل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میں بہت کھیلا کرتا تھا۔ گلی ڈنڈا، گھڑ سواری، فٹ بال میرو ڈبہ اور وہ جو سٹک کی فائیٹ ہوا کرتی ہے اسے گتکا کہتے ہیں۔ کوئی لاٹھی مارے تو ایک آدمی بعض دفعہ دو دو تین کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس کا مجھے بھی بڑا فن آتا تھا اور میں ایک ایک دو دو تین تین کو لگا لیا کرتا تھا۔ کہ آؤ مارو اور سب کو بھگا دیا کرتا تھا۔ گتکا ایک خاص کھیل ہے جو مجھے اچھی آتی تھی۔ میں کافی سپورٹس کھیلا ہوا ہوں۔ خاص طور پر گھڑ سواری بھی مجھے پسند تھی۔

(الفضل 13 مئی 2000ء)

حضور کو کبڈی کھیلنا اور کہانیاں پڑھنے کا بھی شوق تھا۔

(الفضل 16 مارچ 2000ء)

سائیکل کی خرید

حضور نے فرمایا:

ایک مرتبہ الفضل میں بہت ہی مناسب قیمت والی سائیکلوں کا اشتہار شائع ہوا۔ میں نے دکان دار سے اقساط طے کر لینے کے بعد جیسا کہ اخبار میں اشتہار تھا سائیکل خرید لی۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کو میری نئی سائیکل کی خبر ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے آئی ہے؟ آپ خاص طور پر یہ جاننا چاہتے تھے کہ کہیں دکاندار نے سائیکل مجھے مفت تو نہیں دے دی۔ کیونکہ آپ میرے خراجات سے آگاہ اور جانتے تھے کہ میں اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا۔ جب میں نے واضح کیا کہ یہ سائیکل اقساط پر اخبار میں اشتہار کے مطابق خرید کی گئی ہے۔ تو پھر آپ کو تسلی ہوئی۔ یہ دراصل حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ کی محتاط طبیعت اور ہم بچوں کی عمدہ تربیت کیلئے تھا۔

("The Tariq" Centenary souvenir Khuddam-ul-Ahmdaiyya
U.K.March,April 2004 page:131)

شکار کا شوق

بچپن میں حضرت صاحب شکار کے بہت شوقین تھے اور بہت زیادہ نڈر اور

بہادر تھے ایک مرتبہ آپؒ ڈلہوزی میں شیر کا شکار کرنے کیلئے نکل گئے اور بہت دیر تک شیر کو تلاش کرتے رہے، مگر شیر نہ ملا۔ ہمیں جب پتہ چلا تو ہم نے شکر کیا کہ شیر نہیں ملا ورنہ کہیں آپ کو نقصان نہ پہنچ جاتا۔ لیکن آپ کو ذرہ بھی خوف اور ڈر نہ تھا۔

(رسالہ خالد اپریل 2004ء ص49)

اللہ کی خاطر بہادری

حضور فرماتے ہیں:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابا جان اور سارے پہاڑ پر گئے ہوئے تھے اور میں اپنے گھر کے صحن میں اکیلا سویا کرتا تھا۔ بعض دفعہ سوتے ہوئے ڈر لگتا تھا کیونکہ کہانیاں بھی عجیب وغریب مشہور تھیں۔ کہ ایک جن آیا کرتا ہے کوئی نالے پراندے بیلنے والی عورت ہے جو چھت پر سے چھلانگ لگا کر آیا کرتی ہے۔ اس قسم کی کہانیاں پرانے زمانے سے چلی آ رہی تھیں اس گھر کے متعلق۔ تو ایک دفعہ اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ تو شرک ہے۔ اگر کوئی بلا، کوئی جن نقصان پہنچا سکتا ہے اللہ کے اذن کے بغیر تو یہ بھی تو ایک شرک کی قسم ہے۔ تو میں کیوں ڈر رہا ہوں۔ مجھے کیوں نیند نہیں آ رہی۔ اس لئے میں نے مقابلہ کرنا ہے اب اس کا اور اپنے آپ پر سختی کر کے بھی مقابلہ کرنا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مجھے بہادری عطا ہو۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں نے خوب نظر دوڑائی کہ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے زیادہ ڈرنے والی جگہ ہے ہمارے ہاں ایک چھوٹا سا کمرہ ہوا کرتا تھا۔ اس کمرے کے متعلق بڑی روایتیں تھیں کہ بڑی بلائیں وہاں ہوتیں ہیں۔ اور خاص طور پر وہ چمنی کی جگہ جہاں ہوتی تھی

جہاں آگ جلائی جاتی ہے اس کے متعلق بتایا جاتا تھا کہ یہ بڑی خطرناک جگہ ہے۔ تو میں رات کو اٹھا اور دروازے کھول کر اس کمرے کی چمنی میں جا کر بیٹھ گیا میں نے کہا جو بلا آنی ہے آ جائے اور میں اللہ پر توکل کرتا ہوں مجھے پتا ہے کہ کوئی بلا مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ اللہ نہ چاہے کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اتنا سکون ملا ہے آرام سے چلا گیا بستر پر پڑتے ہی نیند آ گئی کوڑی کی بھی پرواہ نہیں رہی۔

(الفضل 23 فروری 1999ء)

دعوۃ الی اللہ

حضور فرماتے ہیں:

پہلے دوست بناتا تھا پھر دعوۃ الی اللہ کرتا تھا۔ کافی دوست ایسے بنائے ہوئے تھے اول تو اچھے لڑکے دوست بنا کرتے تھے۔ پھر دوستی کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ بات کھل جایا کرتی تھی۔ پھر دعوۃ الی اللہ شروع ہو جایا کرتی تھی۔ بہت پیارے پیارے ایسے دوست تھے۔

(الفضل یکم جولائی 2000ء)

ایک سوال کے جواب کے دوران حضور انورؒ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اپنے تعلق اور نسبت کے متعلق ناظرین کو بتایا کہ بچپن میں جب حضرت مسیح موعودؑ کا لٹریچر آنحضرت ﷺ اور اسلام کے defence میں پڑھا کرتا تھا میں خدا تعالیٰ سے دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا! جس طرح حضرت مسیح موعودؑ اپنے آقا اور مطاع حضرت محمد ﷺ کی عزت کی حفاظت میں سینہ سپر ہو جاتے تھے مجھے بھی یہ توفیق دے

کہ میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے defence اسی طرح کروں۔ مجھے یقین ہے کہ خداتعالیٰ نے میری دعاؤں کو قبول کیا اور میں جو بھی کہتا ہوں آپ کی مدافعت اور defence میں کہتا ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل 29 اگست تا 4 ستمبر 1997ء)

ہمارے بچپن کا واقعہ ہے کہ ہم کوہ مری میں تھے۔ وہاں ہم ایک چرچ میں مناظرے کیلئے گئے۔ یقین تھا کہ ہم جیتیں گے۔ پادری صاحب سے بات ہوئی۔ کچھ دیر ہم ان سے پوچھتے رہے۔ انہوں نے وہی باتیں بیان کیں جو وہ عام طور پر حضرت مسیحؑ کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ ہم نے جب اس کا جواب دیا تو پادری فوراً چونکا اور بولا کہ کیا تم احمدی ہو؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا پھر احمدیوں سے ہمارا کوئی مناظرہ نہیں۔

(روزنامہ الفضل 30 دسمبر 1998ء)

امی جان کی خواہش

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع خود فرماتے تھے کہ میری امی جان کی خواہش تھی کہ میں ڈاکٹر بنوں۔ ہر وقت مجھے کہتی رہتی تھیں کہ ڈاکٹر بنو۔ پڑھائی کرو اور پڑھائی میں میں اتنا نکمّا تھا کہ ڈاکٹر بن ہی نہیں سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح ہومیوپیتھک ڈاکٹر بنا دیا۔ سب دنیا کی خدمت کر رہا ہوں۔ کتاب لکھی ہے۔ لوگوں کو دوائی بھجواتے ہیں۔ تو میری امی کی خواہش بھی پوری ہوگئی۔ اور مجھے بھی خدمت کا موقع مل گیا۔ اگر میں ڈاکٹر ہوتا تو یہ جو موجودہ کام میرے ذمہ دیا ہے یہ مشکل ہوتا۔

(الفضل 29 جنوری 2001ء)

ابا جان گانا بجانے کے سخت مخالف تھے۔ لیکن کبھی کبھار بچے گانا سن رہے ہوتے اور وہ اچانک وہاں آجاتے تو چشم پوشی سے کام لیتے اور درگذر فرماتے مثال کے طور پر انہیں میرے کمرے کے سامنے گذرنے کا اتفاق ہوتا۔ کبھی کمرے میں ریڈیو بج رہا ہوتا اور اچانک درمیان میں گانا شروع ہو جاتا تو مخل نہ ہوتے۔ انہیں تجسس کی عادت نہیں تھی۔ لیکن اگر موسیقی یا اسی قسم کے کسی اور شغل میں ہمیں منہمک خیال فرماتے تو فوراً سختی سے روک دیتے۔

اگرچہ فطرتاً گھر میں خالص قسم کا مذہبی ماحول تھا لیکن اس کا متشدد اور کٹر قسم کی عصبیت سے دور بھی واسطہ بھی نہیں تھا۔ اس زندگی بخش ماحول کی ہئیت ترکیبی کسی خشک قائدے قانون کی محتاج نہ تھی۔ اس کی بنیاد ان انسانی قدروں پر اٹھائی گئی تھی جو مذہب ہی سے پھوٹتی ہیں جو کیریکٹر کی تشکیل اور اخلاق کی نشوونما پر اثر انداز ہوا کرتی ہیں۔ اور جن کا زندہ اظہار جیتے جاگتے زندہ انسانوں کے ذریعے ہوتا رہتا ہے۔

اس طرح پر بچپن میں کئی لحاظ سے میں اپنی والدہ محترمہ سے بے حد متاثر ہوا۔ کئی لحاظ سے اپنی پھوپھیوں سے اور کئی لحاظ سے اپنے والد محترم سے ان سب نے میرے دل ودماغ پر مستقل اور اَن مٹ نقوش رقم کئے۔ میں آج جو کچھ بھی ہوں بہت حد تک انہی کے فیض سے ہوں۔ حضرت والد محترم کو جب نہایت نازک قسم کے فیصلے درپیش ہوتے تو ہم بچوں کو بلوا بھیجتے اور ان سے فرماتے ''بچو! دعا کرو مجھے تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے۔''

(ایک مرد خدا۔ 58 تا 59)

قربانی کا عظیم عہد

قادیان کے دفاع کی عظیم اور نازک ذمہ داری جو دوسرے افراد کے ساتھ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے سپرد کی گئی تھی اسے نہایت احسن رنگ میں نبھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہی ایام میں آپ نے ایک خط اپنی آنٹی کو لکھا اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ ”یہ قادیان کے دفاع کا معاملہ ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اس خدمت کا موقع مل رہا ہے۔ اس کیلئے ہم نہ صرف مرنے کیلئے تیار ہیں بلکہ موت کا خوف بھی دل سے نکال چکے ہیں۔ بے شک ہم سخت خطرناک حالات میں رہ رہے ہیں لیکن ہمیں کسی قسم کی گھبراہٹ یا افسوس نہیں ہے۔ نہ ہی ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی بڑی قربانی دے رہے ہیں۔ یہ جان تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ جان دی دی ہوئی اسی کی ہے۔ اور ہم تو یہ احساس تک دل سے نکال چکے ہیں کہ ہم اس دنیا میں کبھی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے مل سکیں گے۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص18)

رفقاء کی صحبت

بچپن میں اکثر (رفقاء) کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا اور کئی ایسے (رفقاء) تھے جو خاموش رہا کرتے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے سے دل میں نیکی ترقی کرتی تھی اور خدا تعالیٰ کی طرف دل کا رجحان بڑھتا تھا۔

(الفضل انٹرنیشنل 26 جون تا 2 جولائی 1998ء)

شجر کاری

حضور فرماتے ہیں:

ہم جب چھوٹے ہوتے تھے ہم اپنی مرضی کا کوئی نہ کوئی درخت لگایا کرتے تھے۔ بچے جب اپنے درخت کو بڑھتا دیکھتے ہیں ان کو اچھا لگتا ہے وہ دیکھتے ہی دیکھتے اونچا ہو جاتا ہے۔

(الفضل 16 اکتوبر 1998ء اردو کلاس نمبر 292)

اطفال الاحمدیہ میں خدمات

جب میں اطفال میں تھا جو بھی اطفال کا کام میرے سپرد ہوتا تھا میں کیا کرتا تھا۔ اور ہم وقار عمل بھی کیا کرتے تھے۔ اور میں اطفال میں دس بچوں کا سائق بھی بن گیا تھا۔ جو اچھے شوق سے خدمت کرنے والے بچے ہوتے تھے نا ان کو سائق بنا دیتے تھے۔ تو میں بھی سائق بن گیا تھا۔

(الفضل 16 مارچ 2000ء)

پاکیزہ بچپن میں تعلیم و تربیت

اس علم کے پیاسے اور دلدادہ انسان نے عظیم المرتبت والدین کے سایہ میں پرورش پائی اور کیا خوب تربیت حاصل کی آپ کی والدہ محترمہ کے متعلق آپ کے سیرت نگار لکھتے ہیں۔ ''اگر انہیں کبھی ہلکا سا احساس ہوتا کہ طاہر قرآن کریم کی تلاوت

اور دینی لٹریچر کے مطالعے کی طرف پوری توجہ نہیں دے رہے تو ناپسندیدگی کا اظہار فرماتیں بلکہ زجر و توبیخ بھی کرتیں۔ حضور فرماتے ہیں۔ ”میں خلیفہ منتخب ہوا تو مجھ پر یہ راز کھلا کہ وہ اتنی خفا کیوں ہو جایا کرتیں۔

(ایک مرد خدا ص30)

زمانہ طالبعلمی اور علم کی پیاس

طالبعلمی کے زمانہ میں آپ کا علم نصابی کتب تک محدود نہ تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نصابی کتب اور روایتی تعلیم سے انہیں رغبت ہی نہ تھی۔ اپنے علم کی بھوک کے متعلق خود فرماتے ہیں۔ ”علم کی ایک بھوک تھی۔ جو چین سے بیٹھنے نہ دیتی تھی۔ میں اپنے علم کے آفاق کو نہ صرف وسعت دینے کی کوشش میں لگا رہتا بلکہ اس کوشش سے لطف اندوز بھی ہوتا لیکن اس علمی کاوش کو نصابی یا امتحانی علم کہنا مناسب نہیں ہوگا۔ یعنی ایسا علم جو ڈگریوں اور ڈپلوموں تک محدود ہو کر رہ جائے مجھے تو بس ایک ہی تڑپ اور لگن تھی۔ کہ کسی نہ کسی طرح علم کی پیاس بجھاتا چلا جاؤں۔

(ایک مرد خدا ص36)

سائنسی علوم کا مطالعہ

علم کی اسی پیاس کا نتیجہ تھا کہ آپ نے جس علمی موضوع کو بھی پکڑا اس پر اتنی سیر حاصل تفصیل بیان فرمادی کہ اس میں کوئی تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ سائنسی علوم میں بھی بے حد دلچسپی رہی۔ ابھی چودہ برس کے تھے کہ اپنے مقدس باپ

حضرت سیدنا مصلح موعود کی لائبریری ڈھونڈ نکالی جوان کیلئے معرکے کی دریافت تھی۔ لائبریری میں سائنسی موضوعات پر کتنی ہی کتابیں تھیں۔ ڈارون کے نظریہ ارتقاء پر بھی کُتب تھیں۔ حیاتیات پر کتب کا ذخیرہ تھا۔ اس دریافت کے متعلق خود فرماتے ہیں۔ ''میری عمر ابھی اتنی نہیں تھی کہ میں ان کُتب کو پورے طور پر سمجھ سکتا لیکن ان کُتب کے مطالعے سے میرے ذہن پر ایک دھندلا اور مبہم سا مجموعی اثر ضرور محسوس ہوا''۔ اور پھر مطالعے کا شوق اتنا بڑھا کہ رات کے وقت کتاب ہاتھ میں ہوتی اور آپ پڑھتے پڑھتے سوجاتے۔ انہی دنوں غالباً کثرت مطالعہ کی وجہ ہی سے شدید قسم کا سر درد رہنے لگا۔

(ایک مرد خدا ص78,79)

سائنسی علوم میں اپنی دلچسپی کے متعلق فرماتے ہیں:

سائنس سے متعارف ہونے کے بعد مجھ پر نئے سے نئے امکانات کے دروازے کھل گئے میں سائنس کی غیر نصابی کُتب کو بڑے انہماک سے پڑھتا۔

(ایک مرد خدا ص36)

اپنے طور پر حضور سائنس کے تجربات بھی کرتے رہتے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ اپنے علم اور شوق کو اپنے تک محدود رکھا اپنے انکشافات دریافت اور نظریات کو اپنی کتاب Knowledge and Revelation, Rationality, truth میں زندگی بھر کے علوم کا خلاصہ تفصیل سے بیان فرما گئے یہ کتاب دور حاضر کا ایک عظیم علمی کارنامہ ہے۔

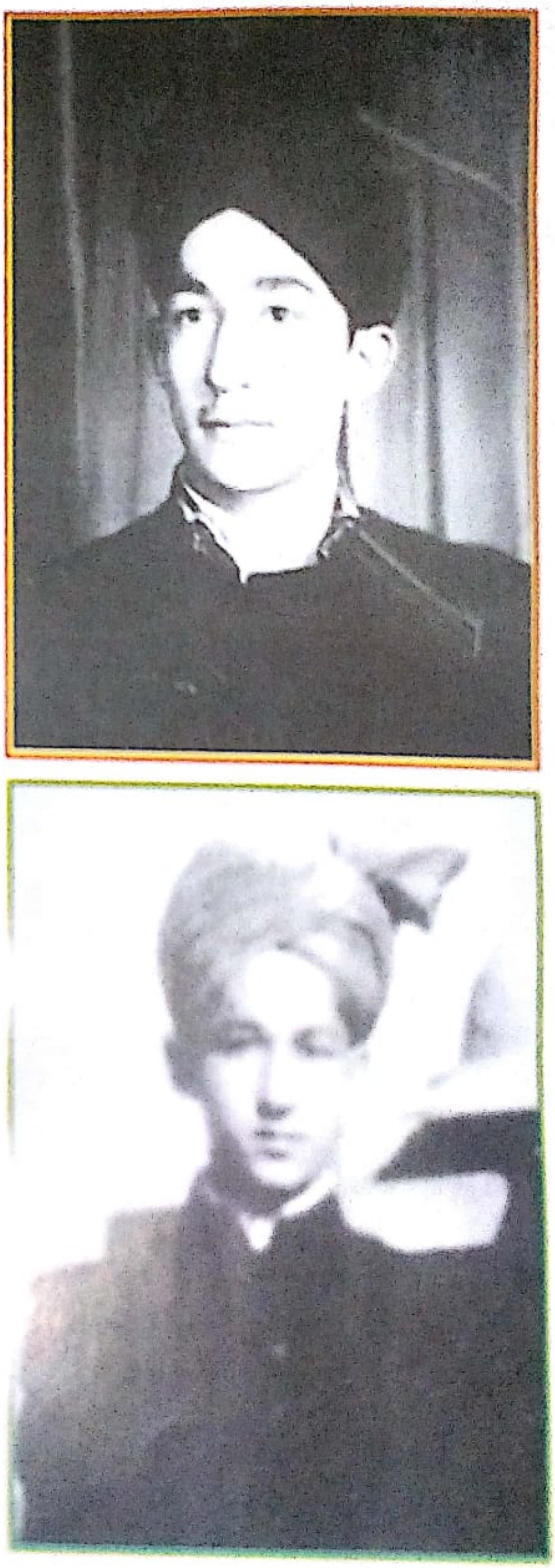

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے بچپن کی نادر تصاویر

محبت الٰہی

آپ کی شخصیت کا سب سے نمایاں وصف محبتِ الٰہی تھا۔ اس سلسلہ میں بچپن کی ایک روایت بہت ہی پیاری ہے جو حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب بیان فرماتے ہیں۔

''صاحبزادہ میاں طاہر احمد صاحب کا ایک عجیب واقعہ میں تازیست نہ بھولوں گا۔ 1939 کی بات ہے۔ جبکہ حضرت مصلح موعود دھرم سالہ میں قیام پذیر تھے۔ اور جناب عبدالرحیم صاحب نیر بطور پرائیوٹ سیکرٹری حضور کے ہمراہ تھے۔ ایک دن نیر صاحب نے اپنے خاص لب ولہجہ سے کہا کہ میاں طاہر احمد آپ نے یہ بات نہایت اچھی کہی ہے جس سے میرا دل بہت خوش ہوا میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کو کچھ انعام دوں۔ بتلائیں آپ کو کیا چیز پسند ہے تو اس بچے نے جس کی عمر اس وقت ساڑھے دس سال تھی برجستہ کہا۔''

''اللہ'' نیر صاحب حیران ہو کر خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا نیر صاحب اگر طاقت ہے تو اب میاں طاہر احمد کی پسندیدہ چیز دیجئے۔ مگر آپ کیا دیں گے۔ اس چیز کے لینے کیلئے تو آپ خود ان کے والد کے قدموں میں بیٹھے ہیں۔

(تتبعین احمد جلد سوم ص 262,263 مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب)

آپ کے بچپن کا ایک واقعہ محض اتفاقی نہ تھا بلکہ اس عمر میں آپ اپنے ربّ کو پا لینے کی کی دیوانہ وار کوشش کرتے نظر آتے۔ اسی نو عمری میں آپ نے اس روشنی کو پا لیا۔ اور اپنی سب سے پسندیدہ چیز حاصل کر لی۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

''یہ میری زندگی کا سخت ترین دن تھا ایک کرب اور اضطراب کی کیفیت تھی۔ جو اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔ ایک غیر مرئی اور غیر محسوس قوت پر ایمان لانا۔ اور اس پر اپنی ساری زندگی کی نظری اور فکری عمارت تعمیر کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ یہ ایک چیلنج تھا جو درپیش تھا۔ جس نے مجھے شدید خلجان میں مبتلا کر دیا۔ ایک عجیب اذیت ناک کیفیت تھی۔ جس سے میں دو چار تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اصولاً تو خدا کا وجود لازمی ہے لیکن حقیقتاً بھی وہ موجود ہے؟ اور اگر ہے تو کیا وہ مجھے اپنا چہرہ دکھائے گا؟''

(ایک مرد خدا ص81)

اس مشکل چیلنج کے حصول کیلئے کبھی بیت الذکر جا کر گھنٹوں عبادت میں مصروف رہتے اور کبھی آپ کا کمرہ بیت الدعا بن جاتا اور آپ کمرے میں ہی ساری ساری رات عبادت میں گذار دیتے۔ آپ بیان فرماتے ہیں۔

''میں خدا کے حضور دعا کرتا اور کہتا کہ اے خدا!! اگر تو موجود ہے تو مجھے تیری تلاش ہے تو مجھے بتا کہ تو ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھٹک جاؤں۔ کیا مجھ پر اس گمراہی کی ذمہ داری تو نہیں ہوگی۔ اور پھر سوچتا بھی کہ شاید ہو۔ پھر میں دعا کرتا کہ یہ ذمّہ داری مجھ پر تو عائد نہیں ہونی چاہیے۔''

(ایک مرد خدا ص82)۔

آپ کی اس جستجو کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا جلوہ نہایت ہی دلکش انداز میں دکھایا اور آپ کو اپنے وجود کا یقین دلایا۔ ان لمحات کی کیفیت آپ کے اپنے الفاظ میں اس طرح ہے۔ ''یہ خواب اور بیداری کے درمیان ایک قسم کی نیند غنودگی کی

سی کیفیت تھی۔ میں نے دیکھا کہ ساری زمین سکڑ کر ایک گیند کی شکل اختیار کر گئی جس دور دور تک کسی جاندار مخلوق کے کوئی آثار نظر نہیں آتے نہ زندگی کی چہل پہل ہے نہ ہی شہر ہیں نہ آبادیاں غرضیکہ کچھ بھی تو نہیں پس زمین ہی زمین ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ زمین کا ذرّہ ذرّہ کانپنے لگا ہے اور ایک زناٹے سے پُکار پُکار کر کہنے لگا ہے۔ ہمارا خدا، ہمارا خدا۔ ایک ذرّہ اپنے وجود کی علتِ غائی کا با آواز بلند اعلان کر رہا تھا۔ ساری کائنات ایک عجیب قسم کی روشنی سے بھر گئی۔ ایک ایک ذرہ اور ایک ایک ایٹم نے ایک سُر اور تال کے ساتھ پھیلنا شروع کیا میں نے محسوس کیا۔ کہ ان کے ہمراہ میں بھی یہ الفاظ دہرا رہا ہوں۔ اور کہہ رہا ہوں۔ ہمارا خدا، ہمارا خدا۔

(الفضل 7 جون 2003ء)

بچپن میں ہی پاکیزہ اور مطہر صفات کا قدم قدم پر اظہار ایک عظیم الشان اور غیر معمولی وجود کی نشان دہی کرتا ہے۔ آپ کی اس عظیم الشان شخصیت اور کردار کی تعمیر میں آپ کی والدہ محترمہ کی دعائیں عملی نمونہ اور ایک خادمِ دین فرزند کی خواہش کا بھی بڑا عمل دخل تھا چنانچہ اس کا ایک اظہار ہمیں اس وقت نظر آتا ہے جب آپ کی عظیم ماں حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ میٹرک کے امتحانات دے رہے تھے۔ جو یقیناً ابھی نوعمری کا زمانہ تھا۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس موقع پر صبر، وقار اور رضائے باری تعالیٰ کا بے نظیر نمونہ دکھایا۔ حضرت صاحبزدہ مرزا مظفر احمد صاحب اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”یہ نوعمر نمازی اپنے ربّ کے دربار میں بڑے ہی خشوع اور خضوع سے دست بدعا تھا۔ شدّتِ غم سے چشم پُر آب ہے۔ اپنے خالق سے کوئی التجا کر رہا ہے میں

یہ نظارہ بھلاؤں بھی تو نہیں بھول سکتا"۔

(الفضل 7 جون 2003ء)

یہی آپ کی والدہ محترمہ کی دلی آرزو تھی کہ میرا بیٹا ہر حال میں نماز پر قائم رہے۔ قرآن کا حافظ اور خدمت کرنے والا ہو اور اس بات کی گواہی اس عظیم ماں کے اس عظیم بیٹے نے اپنے عملی نمونے سے دی۔ اور اس کا اظہار حضرت مصلح موعود نے ایک موقعہ پر اس طرح فرمایا کہ۔ "میرا طاہری مریم مرحومہ کی دلی آرزوؤں کا بہترین ثمر ہے"۔

(الفضل 7 جون ص 2003)

محبت الٰہی آپ کی جز و روح تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اس کا پانی خدا کی محبت ہے۔

(روحانی خزائن جلد 10 ص 327)

آپ بھی اسی پانی میں زندہ رہے۔ ہستی باری تعالیٰ پر آپ کا ایمان رسمی نہیں تھا بلکہ حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچا ہوا تھا۔ جو ایک عارف باللہ کو مشاہدہ تجربہ اور کشف الہام سے میسر آتا ہے۔ ذکر الٰہی آپ کی ہمہ وقت وظیفہ زندگی رہا۔ صفات باری کا مضمون آپ کے خطبات جمعہ کا عنوان محبت الٰہی کے سبب ہی بنا رہا۔

کیا موج تھی جب دل نے جپے نام خدا کے
ایک ذکر کی دھونی میرے دل میں رما کے

(کلام طاہر)

مکرمہ زاہدہ یاسین صاحبہ لکھتی ہیں:

"حضور جب قرآنی معارف بیان کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا خدا کہیں

نزدیک ہی اتر آیا ہے۔ وہ جن کی آنکھیں ربِّ حقیقی اور شاہِ دوجہاں کے ذکر پر ہمیشہ آنسو بہاتی تھیں۔"

"یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیارے امام ہمارے درمیان سے گویا چپکے سے اُٹھ کر خدا کی رضا کی راہوں پر خراماں خراماں رواں دواں ہیں اور خداتعالیٰ بشارت دے رہا ہے کہ اے نفسِ مطمئنہ اپنے ربّ کی طرف لوٹ آ۔ میں تجھے اپنے خاص بندوں اور پھر اپنے بندوں میں داخل کروں گا۔"

(الفضل 16 جون 2003ء ص 5)

شوق نماز

آپ کی صاحبزادی محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ تحریر کرتی ہیں:۔

''نماز تو خیر ان کی روح کی غذا تھی ہی کسی اور کو بھی نماز پڑھتے دیکھ لیتے تو چہرہ خوشی سے چمکنے لگتا۔ اسی وجہ سے بچپن میں ہی یہ احساس ہم میں پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ہم نماز پڑھ لیں۔ تو باقی بچپن کی نادانیاں اور شرارتیں قابل معافی ہیں۔ جب کبھی باہر سے آتے تو پہلا سوال یہی کرتے کیا نماز پڑھ لی؟ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو وہ دن ہمارا ہوتا...... ابا کا پیار ہمارے لئے چھلکنے لگتا۔ صبح کی نماز کیلئے میری شادی ہونے تک آپ نے ہمیشہ خود مجھے اٹھایا۔ بعض دفعہ نیند کا غلبہ ہوتا۔ اٹھانے کے باوجود دوبارہ سو جاتی۔ حضور پھر آتے اور دوبارہ اسی پیار اور نرمی سے اٹھاتے۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کبھی چڑ کر اس بات پر ڈانٹا ہو۔ بار بار اٹھاتے۔ یہاں تک کہ ہم اٹھ کر نماز ادا کر لیتے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ نماز کی پابندی کیلئے ہمیں ڈانٹ نہیں پڑی مگر صبح اٹھاتے ہوئے ہمیں کبھی چڑ کر نہیں ڈانٹا۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ حضور کو کبھی بھی اپنی ذاتی تکلیف پر غصہ نہیں آتا تھا۔ آپ اس بات کو خوب سمجھتے تھے کہ اس عمر کی فطری مجبوری ہے کہ بچہ بار بار نیند سے مغلوب ہو کر سو جائے گا۔ مگر جہاں تک خدا کے حکم کا تعلق ہے اگر نرمی سے بات نہ مانی جاتی تو غصہ کا اظہار بھی کرتے تھے۔

(الفضل سالانہ نمبر 2003۔ 27 دسمبر 2003 ص 45)

مکرم میجر محمود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

''سفر کے بارے میں حضور انور کی ہدایت تھی کہ جائے نماز ساتھ رکھا کریں

چنانچہ ہم ایک بڑی جائے نماز ساتھ رکھ لیتے اور جہاں کہیں بھی نماز کا وقت ہوتا ہم وہیں نماز پڑھ لیتے۔ سفر میں نمازیں اکثر جمع ہوتیں اور حضورؒ عموماً اوّل وقت میں نماز جمع کرنے کی کوشش کرتے۔ جہاں بھی موقع ملا پڑول پمپ پر، سروس اسٹیشن پر، سڑک پر، جہاں بھی نماز کا وقت ہوا نماز باجماعت پڑھی ہے۔"

(رسالہ خالد مارچ اپریل 2004 ص 293)

ایک دوست لکھتے ہیں۔ کہ "ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب ظُہر کی نماز کیلئے بیت مبارک میں تشریف لائے اندر کوئی جگہ نہ تھی۔ نماز شروع ہو چکی تھی۔ آپ سخت گرمی میں ننگے، تپتے فرش پر نماز کی نیّت کر کے کھڑے ہو گئے جبکہ ایک اور صاحب یہ کہہ کر کہ میں دھوپ میں نماز نہیں پڑھ سکتا واپس چلے گئے۔ جبکہ حضرت میاں صاحب گرمی کی شدّت کی تکلیف سے بے نیاز اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔

(الفضل جون 2003)

حضورؒ کے چچازاد بھائی جناب ایم ایم احمد صاحب پُرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"جس واقعہ کو میں کبھی بُھلا نہیں سکتا جس کی یاد بڑی ہی شدت اور کسک کے ساتھ ذہن پر مرتسم ہو کر رہ گئی ہے وہ حضرت اُمِّ طاہرؓ کی رحلت کا سانحہ ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً 40 برس کے لگ بھگ ہوگی۔ ان کی وفات کا صدمہ سارے خاندان بلکہ ساری جماعت کیلئے ایک بہت بڑا حادثہ تھا جسے ہر چھوٹے بڑے نے بڑی شدّت کے ساتھ محسوس کیا۔ یقیناً آپ ایک نہایت محترم، نافع الناس، غریب پرور، اور محبوب شخصیت کی مالک تھیں جس نے سب کو ہلا کر رکھ دیا۔

میری چشم تصور دیکھ رہی ہے کہ ایک چھوٹا سا بچہ مسجد مبارک سے ملحقہ ایک کمرے میں کھڑا ہے مسجد بھر جائے تو نمازی یہاں بھی آ جاتے ہیں نماز ہو رہی ہے یہ نوعمر نمازی اپنے رب کے دربار میں بڑے ہی خشوع و خضوع سے دست بدعا ہے۔ شدت غم سے چشم پرآب ہے اپنے خالق سے کوئی التجا کر رہا ہے میں یہ نظارہ بھلاؤں بھی تو بھول نہیں سکتا۔ 46 برس ہونے کو آئے یوں لگتا ہے جیسے یہ کل کی بات ہے سوچتا ہوں کہ اس بچے کے اخلاص، اور درد اور غم میں کوئی ایسی سچائی اور غیر معمولی صداقت ضرور جگمگا رہی ہوگی۔ جس کی وجہ سے میں یہ دلکش نظارہ ایک لمحہ کیلئے بھی ذہن سے محو نہیں کر سکا۔

(ایک مرد خدا ص 69،70)

ایک خطبہ میں حضور انور نے ارشاد فرمایا۔ ”مجھے وہ لمحہ بڑا پیارا لگتا ہے کہ ایک مرتبہ لندن میں New Year`s day کے موقع پر پیش آیا۔ یعنی اگلے روز نیا سال چڑھنے والا تھا اور عید کا سماں تھا۔ رات کے بارہ بجے سارے لوگ Trafalgar Square میں اکٹھے ہو کر دنیا جہان کی بے حیائیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ جب رات کے بارہ بجتے ہیں تو پھر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی تہذیبی روک نہیں کوئی مذہبی روک نہیں ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس وقت اتفاق سے وہ رات مجھے بوسٹن اسٹیشن پر آئی۔ مجھے خیال آیا جیسا کہ ہر احمدی کرتا ہے اس میں میرا کوئی خاص الگ مقام نہیں تھا۔ اکثر احمدی اللہ کے فضل سے ہر سال کا نیا دن اس طرح شروع کرتے ہیں کہ رات کے بارہ بجے عبادت کرتے ہیں مجھے بھی موقع ملا میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا۔ اخبار کے کاغذ بچھائے اور دو نفل پڑھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد مجھے

یوں محسوس ہوا۔ کہ کوئی شخص میرے پاس آکر کھڑا ہو گیا ہے اور نماز میں نے ابھی ختم نہیں کی تھی کہ مجھے سسکیوں کی آواز آئی چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا انگریز ہے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا ہے۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے کہا پتہ نہیں یہ سمجھا ہے کہ میں پاگل ہو گیا ہوں۔ اس لئے بیچارہ میری ہمدردی میں رو رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میری قوم کو کچھ ہو گیا ہے ساری قوم اس وقت نئے سال کی خوشی میں بے حیائی میں مصروف ہے اور ایک آدمی ایسا ہے جو اپنے رب کو یاد کر رہا ہے اس چیز نے اور اس موازنہ نے میرے دل پر اس قدر اثر کیا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکا۔ چنانچہ وہ بار بار کہتا تھا

۔God Bless You۔ God Bless You. God Bless You.

God Bless You خدا تمہیں برکت دے۔ خدا تمہیں برکت دے۔ خدا تمہیں برکت دے۔ خدا تمہیں برکت دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 اگست 1982 مطبوعہ الفضل 31 اگست 1983)

باجماعت نماز

حضورؒ فرماتے ہیں:۔

"میں نے ایک دفعہ باقاعدہ حساب لگا کر دیکھا تھا کہ گذشتہ تینوں خلفاء سے زیادہ باجماعت نمازیں میں نے پڑھائی ہیں اور یہ حسابی بات ہے اس میں کوئی شک کی بات نہیں۔ انتہائی بیماری کے وقت بھی بعض دفعہ نزلہ سے آواز نہیں رہی ہوتی

تھی مگر نماز باجماعت کی مجھے اتنی عادت تھی بچپن سے تھی اور اس ذمہ داری کے بعد تو بہت زیادہ بڑھ گئی کہ جتنی باجماعت نمازیں میں پڑھا چکا ہوں اتنی پچھلے تینوں خلفاء کی مجموعی طور پر تعداد نہیں بنے گی۔"

(الفضل 13 فروری 2001ء)

نمازیں پڑھانے کی تڑپ

محترم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

حضور کم سے کم وقت کیلئے ہسپتال میں رہنا چاہتے تھے۔ اور بار بار یہی فرماتے تھے کہ میں کتنی دیر میں ہسپتال سے واپس جاؤں گا اور کتنی دیر میں بیت الذکر جا کر نمازیں پڑھا سکوں گا۔ بیماری میں کمزوری بھی تھی اور اس عمل کے بعد آرام ضروری تھا۔ لیکن آپ کی خواہش یہی تھی کہ آپ جلد سے جلد واپس جائیں اور نمازوں کی امامت کروائیں۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 77)

مکرم پیر افتخار الدین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

مکرم رانا رفیق احمد صاحب کو ایک غیر از جماعت مہمان اپنا واقعہ بتا رہے تھے کہ کل 16 / اپریل کی شام کو میں مجلس عرفان میں شرکت کیلئے 5 سے 7 بجے تک بس یا ویگن کے چکر میں مارا مارا پھرتا رہا مگر تمام بسیں اور ویگنیں بھری ہوئی آ رہی تھیں۔ اس طرح جب میں سخت مایوسی کی حالت میں گھر گیا تو بیوی نے کہا کھانا کھا لیں۔ میں نے کہا میرا دل نہیں چاہ رہا۔ میں پانی پی کر بستر پر لیٹ

گیا۔ رات بارہ بجے تک میں بستر پر کروٹ بدلتا رہا۔ اور مجھے نیند نہیں آئی۔ بار بار کل کی خلیفہ صاحب کے پیچھے پڑھی نماز یاد آتی رہی اور مجلس عرفان میں بیٹھے خلیفہ صاحب کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آتا رہا۔ اس طرح رات میں نے سخت بے کلی میں گذاری اور آج میں نے خود سے یہ فیصلہ کیا کہ آج دفتر سے سیدھا یہاں آپ کی بیت الذکر میں آؤں گا تا کہ کل والے واقعے کا خدشہ ہی نہ رہے۔ اس طرح وہ ساڑھے تین بجے سے بیت الذکر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خاکسار نے ان کو اگلی صف میں حضور کی اقتداء میں نماز مغرب وعشاء ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ نماز کے دوران ان کے آنسو بے تحاشہ رواں تھے۔ ہم احمدیوں کو اپنے امام کے پیچھے نماز ادا کرنے کا مزہ آتا ہی ہے۔ مگر ایک غیر از جماعت کا اس طرح کا اظہار دل کو بہت اچھا محسوس ہوا۔ جب حضور نماز پڑھا رہے ہوتے۔ خاکسار نے ڈیوٹی کے دوران لوگوں کے چہروں کا بکثرت مشاہدہ کیا۔ حضور کے الحمدللہ کی آواز بلند کرتے ہی ایسا لگتا بے شک لوگ صفیں باندھے قطاروں میں کھڑے ہیں لیکن ان کی روحیں انھیں اوپر ہی اوپر خدا سے روشناس کروانے اڑی جا رہی ہیں۔ عجب وجدانی کیفیت نمازیوں پہ طاری ہوتی۔ (الفضل 15 دسمبر 2003)

اصل اجر تو نیت کا ہے

محترم محمود احمد شاہ صاحب تحریر کرتے ہیں:

حضورؒ نے کبھی یہ سوچ کر بیت الذکر میں جانے کا ارادہ ترک نہیں فرمایا کہ اب وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔ جائیں گے تو نماز باجماعت نہیں ملے گی۔ آپ فرماتے

تھے کہ کچھ حصہ تو ملے گا چاہے ایک رکعت یا ایک سجدہ ہی سہی۔ اصل اجر تو نیت کا ہے۔

(رسالہ خالد۔ مارچ، اپریل 2004 ص 5)

آج کل بیت المبارک میں نمازوں کے اوقات

محترم محمود شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں۔

حضور نماز باجماعت کی بے انتہا پابندی کرنے والے تھے۔ اس واقعہ کا ثبوت ایک نہیں بلکہ بہت سے واقعات ہیں۔ خاکسار نے بارہا دیکھا کہ حضور جب بھی ربوہ سے باہر کے کئی روزہ دورہ سے واپس آتے تو پہلا سوال ہی یہ ہوتا کہ آج کل بیت المبارک میں نمازوں کے اوقات کیا ہیں۔ اور یہ احتیاط اور تحقیق اس لئے ہوتی کہ اگر نمازوں کے اوقات بدل گئے ہوں تو اس کے مطابق بیت الذکر میں حاضر ہو سکیں اور نماز باجماعت سے نہ رہ جائیں۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 5)

آپ کی ہمشیرہ صاحبزادی محترمہ امۃ الباسط صاحبہ لکھتی ہیں:

''حضرت صاحبؒ کو نمازوں کا بچپن ہی سے بے حد شوق تھا۔ ہمیشہ بیت الذکر میں باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھار احمد نگر سے جب دیر ہو جاتی اور بیت الذکر میں نماز ہو چکی ہوتی تو میرے گھر آ جاتے۔ یہاں سب کو اکٹھا کر کے باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے''۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 46)

جمعہ سے پہلے دو نفل پڑھنا بھی سنت ہے۔

محترم محمد یوسف بقاپوری صاحب تحریر کرتے ہیں:

ان دنوں اسلام آباد کی جماعت راولپنڈی کے ساتھ تھی۔ خدام الاحمدیہ کا اجتماع بیت نور راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ جمعہ کا دن تھا اکثر خدام اس خیال سے سنتیں نہیں تھے پڑھ رہے کہ نمازیں جمع ہونی ہیں۔ اتنے میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب تشریف لائے تو انہوں نے اعلان کیا کہ خواہ نمازیں جمع ہوں۔ نماز جمعہ کے خطبہ سے پہلے بیت الذکر میں کم از کم دو نوافل ضرور پڑھ لینے چاہئیں کہ یہ سنت ہے۔

(الفضل 3 دسمبر 2003ء)

محترم سید ساجد احمد صاحب لکھتے ہیں:

آپ کی اس چند روزہ معیت میں جو ایک اہم بات میں نے آپ سے سیکھی اور اس سے ہمیشہ فائدہ اٹھایا ہے وہ بات یہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ آپ جب سفر میں ہوتے یا جب سفر سے واپس گھر پہنچتے تو نماز کو دوسرے کاموں پر ترجیح کا یہ طریق کارنہ فرماتے کہ پہلے جلدی سے نماز پڑھ لی جائے اور پھر دوسرے کاموں کی طرف آرام سے توجہ کی جائے۔ بلکہ پہلے ان کاموں سے فارغ ہو لیتے جو نماز کو پوری توجہ دینے کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہوں اور پھر وقتی فکروں سے ذہن کو آزاد کر کے پوری لگن اور محویت کے ساتھ حضور احدیت کی خدمت میں پیش ہوتے اور نماز کے ہر رکن کو سنوار سنوار کر ادا فرماتے کہ آپ کو نماز میں دیکھنے والے کو بھی آپ کی نماز کا اور آپ کی اپنے پیارے خدا سے محبت کا لطف محسوس ہوتا۔ (الفضل جولائی 2003)

محترم صفدر نذیر صاحب گولیکی (مربی سلسلہ) بیان فرماتے ہیں:

آج بھی یاد ہے۔ خاکسار 1981ء میں شیخوپورہ کی ایک جماعت مرید کے میں متعین تھا۔ خلافت سے قبل حضرت صاحبزادہ صاحب نے سارے پاکستان

کی جماعتوں کے بہت دورے کیئے۔ انہی دوروں کے دوران حضرت صاحب نے ضلع شیخوپورہ کی جماعتوں کا دورہ فرمایا۔ جب آنبہ کالیامیں پروگرام ہواتو خاکسار وہاں حاضر تھا۔ حضرت صاحب کی صداقت میں مجلس عرفان منعقد ہوئی جمعہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے جماعت احمدیہ کے افراد کو بدرسومات زمانہ سے پرہیز کرنے کی تلقین فرمائی۔ بعد از پروگرام جب ربوہ واپسی ہونے لگی تو خاکسار کو بھی حضرت میاں صاحب نے اپنے ساتھ گاڑی میں سوار کرلیا اور یوں مجھے ربوہ تک ہم سفر ہونے کا اعزاز حاصل ہوگیا۔ راستہ بھر حضرت میاں صاحب خاموشی سے دعاؤں میں مصروف رہے۔ راستہ میں نماز بھی ادا کی۔ اور حضرت میاں صاحب نے لمبی پرسوز نماز پڑھائی۔ جس کی لذت آج بھی قائم ہے (الفضل 7 جون 2003ء)

خدا سے تعلق بن گیا

محترم پیر افتخار الدین صاحب ایک غیر از جماعت کا بیان لکھتے ہیں:

اسلام آباد جماعت کے ایک رکن رانا رفیق احمد صاحب اپنے ایک دوست کو مجلس عرفان میں لے کر آئے ہوتے تھے۔ ان کے اس دوست نے اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے بتایا۔ کہ نمازیں تو میں پہلے سے پڑھتا ہوں لیکن جو آج آپ کے خلیفہ صاحب کے پیچھے پڑھی ہے اس کے دوران تو مجھے یہ محسوس ہوتا رہا جیسے میں فضاء میں اوپر اوپر اٹھتا جا رہا ہوں اور خدا سے میرا تعلق قائم ہوگیا ہے۔ ایک سرور تھا جس میں میرا سارا وجود ڈوبا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

(الفضل 15 دسمبر 2003ء)

NORD KAP کے مقام پر پہلی نماز (مغرب) ادا کرتے ہوئے

سجدہ کرے زمیں پہ تو ہو عرش پر نماز

قبولیت دعا

حضورؒ فرماتے ہیں:

قبولیتِ دعا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام ہے۔ لیکن یہ انعام میری اپنی ذات سے مختص نہیں اور نہ ہی اس وجہ سے ہے کہ میں اوروں کی نسبت زیادہ نیک ہوں۔

فرماتے ہیں:

''میں نے اس مسئلے کا نہایت سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے تفصیلی تجزیہ کیا ہے اور میں اس نتیجے پہ پُہنچا ہوں اور علی وجہ البصیرت اس یقین پر قائم ہوں کہ قبولیتِ دعا ایک انعام تو ہے لیکن (اللہ تعالیٰ) یہ انعام اس لیئے عطا کرتا ہے کہ خلافت اور منصبِ خلافت کیلیئے ایک ناقابل شکست اور غیر متزلزل احترام اور عظمت دلوں میں قائم ہو جائے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آسمان پر جو ارادہ فرماتا ہے وہ زمین پر قدم بہ قدم تکمیل کے مرّاحل طے کرتا چلا جاتا ہے۔

قبولیتِ دعا کا اس غم اور دُکھ سے بھی گہرا تعلق ہے جو آپ خدمتِ خلق کی خاطر اُٹھاتے ہیں۔ اگر آپ کا یہ غم اور حزن محض اپنے یا اپنے خاندان کی خاطر ہے تو دعا کی قوت اور شدّت میں کچھ نہ کچھ کمی ضرور آجاتی ہے کیونکہ اس عمل میں تھوڑا بہت خودغرضی کا شائبہ بھی پایا جاتا ہے البتہ یہ ایک مختلف صورت ہوگی اگر آپ اِنتہائی سُوز و گداز اور عجز و نیاز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور گر جائیں اور اس سے رحم کے طالب ہوں۔ پس اگر دوسروں کیلیئے آپ کی تڑپ اور غم کا دائرہ محدود ہو جائے

تو دعا میں بھی وہ شدّت اور زور نہیں رہے گا لیکن اگر بنی نوع انسان کیلئے آپ کے غم کا دائرہ وسیع ہو جائے اور آپ دل کی گہرائیوں سے لوگوں کے دُکھ درد میں شریک ہوں تو آپ کی دعا میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ دل سے نکلی ہوئی ایسی دعائیں اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور انہیں شرف قبولیت بخشتا ہے۔

(ایک مرد خدا۔ ص341,342)

قبولیت دعا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا مقصد تو دعا کرنے والے کی آزمائش ہے اس صورت میں تو ایک گناہ گار کی دعائیں بھی قبول کی جاتیں ہیں ۔ دوسری قسم قبولیتِ دعا کی وہ ہے جس سے دعا کرنے والوں کی روحانی درجات کی سر بلندی اور سرفرازی مقصود ہو جاتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ (تعالیٰ) خاص طور پر چُن لیتا ہے اور اپنے خاص انعامات سے نوازتا ہے۔

کبھی کبھی اس لئے بھی دعا قبول کی جاتی ہے تا کہ پتہ چل سکے اور ثابت ہو جائے کہ دعا کرنے والے کو خدا (تعالیٰ) کی خاص تائید اور نصرت حاصل ہے۔ اور منکروں کا منہ بند ہو جائے۔

(ایک مرد خدا۔ ص353)

آپؒ مزید فرماتے ہیں:

جب بھی کوئی مشکل درپیش ہو تو آپ خدا کے حضور دعا میں لگ جائیں اگر آپ دعا کرنے کو اپنی عادت بنالیں تو ہر مشکل کے وقت آپ کو حیران کُن طور پر خدا کی مدد ملے گی۔ اور یہ وہ بات ہے جو میری ساری عمر کا تجربہ ہے۔ اب جبکہ میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں تو میں یہ بتاتا ہوں کہ جب بھی ضرورت پڑی تو میں نے

خدا کے حضور دعا کی تو میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ ہمیشہ اللہ نے میری دعا قبول کی۔

(الفضل 5 اگست 1999ء)

حضور انورؒ نے فرمایا:

اگر میں افریقہ میں رہنے والوں کی حالتِ زار پر پریشان اور جماعت احمدیہ کے افراد پر توڑے جانے والے مظالم دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہوں اور اگر اوروں کے دُکھ مجھے ایک دردناک کرب اور اذیّت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ تو قبولیت کی ایک ایسی گھڑی آجاتی ہے جب میرا خالق میری فریاد کو سنتا اور مدد کیلئے اُترتا ہے یہی وہ کیفیت ہے جو ہر مرد و زن میں پیدا ہونی چاہیے۔ وہ اوروں کے غم میں شریک ہوں اور انتہائی عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو مدد کیلئے پکاریں۔ بچپن میں بھی ہمیں یہی تعلیم دی گئی تھی کہ ہم دعا کی عادت ڈالیں۔ دعا تو ہمیشہ سے میری روح کی غذا رہی ہے۔ قرآن (کریم) کی حسین ترین آیات میں سے ایک آیت یہ بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کہتا ہے کہ تو مجھے پکار میں جواب دوں گا۔

(ایک مرد خدا۔ ص 342,343)

نیز حضورؒ فرماتے ہیں۔

دن ہو یا رات۔ دعا تو ہماری روح کی غذا ہے۔ جس طرح زندگی کیلئے جسم کو آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح بھی دعا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔

(ایک مرد خدا۔ ص 53)

مکرم عبدالماجد طاہر صاحب فرماتے ہیں کہ:

سیرالیون کے حالات جب زیادہ خراب ہوئے تو باغیوں نے ملک کے

مختلف علاقوں پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا تو ان علاقوں میں متعین مربیان کے رابطے ملکی مرکز سے کٹ گئے۔ اور کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ مربیان کس حالت میں ہیں۔ ان کے ساتھ کیا تکلیف دہ حالات گذر رہے ہیں۔ حضور انورؒ روزانہ رپورٹ طلب فرماتے تھے اور ہدایات دیتے تھے۔ بعض مربیان سے چند دنوں بعد رابطہ ہوا اور معلوم ہوا کہ وہ اس اچانک حملے میں جان بچا کر باہر نکلے ہیں۔ اور جنگل میں جا کر پناہ لی ہے۔ اور پھر وہاں سے پیدل لمبا سفر طے کر کے محفوظ مقام پر پہنچے ہیں۔ آہستہ آہستہ مربیان کی خیریت کی اطلاع ملنی شروع ہوگئی لیکن ایک مربی ہارون جالو صاحب کے بارہ میں تین چار ماہ تک کوئی خبر نہ ملی اور غالب گمان یہی تھا کہ اب ان کا زندہ ملنا مشکل ہو کیونکہ ان کے علاقہ میں باغیوں نے ہر چیز کا صفایا کر دیا تھا۔ آخر ایک روز سیرالیون سے اطلاع ملی کہ ہارون جالو صاحب خیریت سے ہیں ان سے رابطہ ہو گیا ہے۔ جس رات حملہ ہوا تھا اس رات وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر وہاں سے نکلے تھے اور اب تک جنگلوں میں چھپے رہے ہیں۔ یہ اطلاع فوری طور پر حضورؒ کی خدمت میں پہنچائی گئی۔ تو حضورؒ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا۔ میں نے ان کیلئے بہت دعائیں کی ہیں اور صدقہ بھی نکالا تھا اور مجھے اللہ کے فضل سے پوری امید تھی کہ یہ ضرور زندہ ملیں گے۔

(رسالہ خالد۔ سیدنا طاہر نمبر۔ مارچ اپریل 2004ء۔ ص99,98)

ہر ایک کیلئے دردمند

محترم ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک عظیم دردمند دل رکھتے تھے۔ اپنے

خدام کی دلجوئی فرماتے تھے۔ اپنے خدام کے اہل وعیال کیلئے بھی دردمند ہوتے 1984ء کی بات ہے کہ میری چھوٹی بیٹی (بعمر 6، 7 ماہ) گرم گرم چائے گرنے کی وجہ سے تشویش ناک حد تک متاثر ہوئی۔ حضور کی خدمت میں جب دعا کیلئے لکھا تو جواباً حضور نے بہت افسوس اور تکلیف کا اظہار فرمایا۔ ایسے لگتا تھا کہ حضور کو اس واقعہ سے بہت دکھ پہنچا ہے اور لکھا کہ میں نے نہ صرف یہ دعا کی ہے کہ بچی کا بازو جلد از جلد تندرست ہو جائے بلکہ یہ بھی دعا کی ہے کوئی نشان تک اس کے جسم پر نہ رہے۔

(الفضل 2 اکتوبر 2003ء)

اٹھارہ سال بعد بچی پیدا ہوئی۔

مکرم قریشی داؤد احمد صاحب ساجد مربی سلسلہ برطانیہ لکھتے ہیں کہ خاکسار کی شادی کے چند سال بعد ہمارے ہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کے علاج کروانے شروع کئے۔ پاکستان میں قیام کے دوران ڈاکٹر فہمیدہ صاحبہ (ربوہ)، ڈاکٹر نصرت صاحبہ (ربوہ) کے علاوہ بہت سے ڈاکٹروں سے علاج کروایا۔ گھانا میں قیام کے دوران ہومیو پیتھک کے علاوہ ایک انڈین اور ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر سے بھی علاج کروایا لیکن کوئی شفا نہ ہوئی۔ خاکسار مع فیملی 1999ء میں گھانا سے انگلستان آیا۔ خلیفۃ المسیح الرابع سے ملاقات کے دوران دعا کی درخواست کی۔ خاکسار کی اہلیہ کو ہومیو پیتھک سے کافی دلچسپی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضور کی کتاب سے مختلف ادویات کا مطالعہ کیا اور مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کیا۔

Sulpher CM کی ایک خوارک۔ اگلے ماہ Sepia CM کی ایک

خوراک۔ اس کے بعد تقریباً دو ماہ تک یہ نسخہ استعمال کیا۔ Kali Phos-Calc.Phos-Ferrum Phos تیس طاقت میں Lillium Tig بھی 30 طاقت میں۔ اس دوائی کے استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے شادی کے اٹھارہ سال بعد 23 فروری 2001ء کو ہمیں بیٹی سے نوازا۔

(الفضل انٹرنیشنل 28 ستمبر 2001ء)

یہ قبولیت کا نشان تھا

ڈاکٹر سیّد برّکات احمد صاحب انڈین فارن سروس میں رہے کئی کُتب لکھیں حضور انور کی کتاب ’’مذہب کے نام پر خون‘‘ کا انگریزی ترجمہ کیا۔ آپ مثانہ کے کینسر سے بیمار تھے۔ جس کا امریکہ میں آٹھ گھنٹے کا ناکام آپریشن ہوا اور ڈاکٹروں نے چار سے چھ ہفتے زندگی بتائی۔ حضور انور کی خدمت میں دعا کی درخواست کی تو جواب آیا: ’’دعا کی تحریک پر مشتمل آپ کے پُرسوز و گداز خط نے خوب اثر دکھایا اور آپ کیلئے نہایت عاجزانہ فقیرانہ دعا کی توفیق ملی اور ایک وقت اس دعا کے دوران ایسا آیا کہ میرے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ میں رحمتِ باری سے اُمید لگائے بیٹھا ہوں کہ یہ قبولیت کا نشان تھا۔‘‘ چنانچہ حضور کی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے انہوں نے چار سال تک فعّال علمی اور تحقیقی زندگی گذاری۔

ڈاکٹر ان کی زندگی اور فعّال علمی و تحقیقی زندگی پر حیرت زدہ تھے۔ اور برکات صاحب بتاتے کہ ہمارے روحانی پیشوا کی دعائیں خدا تعالیٰ نے سُنی تو ڈاکٹر سر ہلا

کر کہتے ہاں معجزہ ہے۔ معجزہ ہے۔

(الفضل 9 دسمبر 2000ء)

آنکھوں کا نور واپس آ گیا

حضور نے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جولائی 1986ء کو قبولیت دعا کے نتیجے میں ایک دوست کی آنکھوں کی معجزانہ شفایابی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"ڈھاکہ کے ایک احمدی دوست اپنے ایک دوست سے متعلق جو احمدی نہیں لکھتے ہیں کہ میں ان کو سلسلے کا لٹریچر بھی دیتا رہتا اور کیسٹیں بھی سناتا رہا جس سے رفتہ رفتہ ان کا دل بدلنے لگا۔ جماعت کے لٹریچر سے ان کو وابستگی پیدا ہوئی۔ اور وہ شوق سے لٹریچر مانگ کر پڑھنے لگے۔ اس دوران ان کی آنکھوں کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوگئی کہ ڈاکٹروں نے یہ کہہ دیا کہ تمہاری آنکھوں کا نور جاتا رہے گا۔ اور جہاں تک دنیاوی علم کا تعلق ہے ہم کوئی ذریعہ نہیں پاتے کہ تمہاری آنکھوں کی بصارت کو بچا سکیں۔ اس کا حال جب اس کے غیر احمدی دوستوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے طعن و تشنیع شروع کر دی اور یہ کہنے لگے اور پڑھو احمدیت کی کتابیں۔ یہ احمدیت کی کتابیں پڑھ کر تمہاری آنکھوں میں جہنم داخل ہو رہی ہے۔ اس نے تمہارے نور کو خاکستر کر دیا ہے۔ یہ اس کی سزا ہے جو تمہیں مل رہی ہے۔ انہوں نے اس کا ذکر بڑی بے قراری سے اپنے احمدی دوست سے کیا۔ انہوں نے کہا تم بالکل مطمئن رہو تم بھی دعائیں کرو میں بھی دعا کرتا ہوں اور اپنے امام کو بھی دعا کیلئے لکھتا ہوں اور پھر دیکھو اللہ کس طرح تم پر فضل نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد

چند دن کے اندر اندر ان کی آنکھوں کی کایا پلٹنی شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سب نور واپس آ گیا۔ جب دوسری مرتبہ وہ ڈاکٹر کو دکھانے گئے تو ڈاکٹر نے کہا اس خطرناک بیماری کا کوئی بھی نشان میں باقی نہیں دیکھتا۔"

(ضمیمہ ماہنامہ خالد ربوہ جولائی 1987ء)

صحت مند بچے کی پیدائش

مکرم رانا وسیم احمد صاحب صدر جماعت قلعہ کالر والا ضلع سیالکوٹ تحریر کرتے ہیں کہ:

"1994ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر خاکسار نے حضور کے معانقہ اور مصافحہ کرتے ہوئے عرض کی میری اہلیہ کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ حضور انور بچے کیلئے دعا بھی کریں اور اس کی والدہ کو ہومیو پیتھک دوا بھی استعمال کیلئے دیں۔ کیونکہ قبل ازیں دو بچے ہوئے تھے انہوں نے اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیا۔ حضور انور نے از راہ شفقت میری اہلیہ صاحبہ کیلئے ہومیو پیتھک دوائی بھی دی اور بچے کا نام اعجاز احمد تجویز فرمایا۔ حضور پرنور کی دعاؤں کے طفیل بچے نے اپنی والدہ کا دو سال دودھ بھی پیا۔ اور خدا کے فضل سے صحت مند بھی ہے۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص53)

دعاؤں کی قبولیت سے کیس منظور ہو گیا۔

حضورؒ نے فرمایا۔

"مکرم عبدالباسط صاحب (مربی سلسلہ جرمنی) لکھتے ہیں کہ نورمبرگ میں

ایک دلچسپ واقعہ ہوا۔ ایک احمدی دوست آپ کو خط لکھ رہے تھے۔ ایک عربی دوست نے پوچھا آپ کیا کر رہے ہیں۔ کس کو خط لکھ رہے ہیں؟۔ انہوں نے کہا میرا کیس عدالت میں چل رہا ہے اس کے فیصلہ کا دن قریب آ رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں ہم اپنے امام کو دعاؤں کیلئے خط لکھتے ہیں، وہ ہمارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ فضل فرماتا ہے۔ میں نے دنیا کی تدبیریں تو کر لی ہیں اب میں یہ تدبیر بھی کر رہا ہوں۔ اپنے امام کو دعا کیلئے خط بھی لکھ رہا ہوں۔ کچھ دن کے بعد اس کیس کا فیصلہ ہوا اور ہوا بھی ان کے حق میں۔ اسی عرب دوست نے متاثر ہو کر کہا میرے لئے بھی دعا کا خط لکھو۔ چنانچہ انہوں نے یہ واقعہ لکھا اور اپنے عرب دوست کیلئے دعا کی درخواست کی کچھ دن کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کا کیس بھی منظور ہو گیا۔ دنیا کی نظر میں تو یہ ایک اتفاقی واقعہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے اطمینان قلب کی خاطر یہ بھی کہا کہ جس دن احمدی دوست کو میرا جواب ملا ہے۔ اس دن ان کا کیس منظور ہوا اور اسی طرح جس عرب دوست کو میری طرف سے اطمینان کا پیغام ملا ان کا کیس بھی اس دن منظور ہوا۔

(ضمیمہ ماہنامہ خالد جولائی 1987ء ص9)

کبھی آنکھیں خراب نہ ہوئیں۔

مکرمہ امۃ القدوس شوکت صاحبہ بنت عبدالستار خان صاحب تحریر کرتی ہیں کہ پاکستان میں گرمی کی وجہ سے میری آنکھیں ہر وقت خراب رہتی تھیں۔ حضور کو دعا کیلئے لکھا۔ آپ نے دعا کی۔ اور فرمایا انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گی اس وقت کے

بعد کبھی میری آنکھیں خراب نہ ہوئیں۔ (روزنامہ الفضل 31 مئی 2003ء)

لاعلاج مریض روبصحت ہونے لگا

حضور نے خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جولائی 1986ء میں فرمایا:

''ایران سے ڈاکٹر فاطمہ الزہرا لکھتی ہیں۔ میرا اکلوتا بیٹا دائیں ٹانگ کی کمزوری کی وجہ سے بیمار ہوا اور دن بدن حالت بگڑنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ لنگڑا کر چلنے لگا۔ ماہر امراض کو دکھایا گیا۔ لیکن کوئی تشخیص نہ ہوسکی۔ اور انہوں نے اس کی صحت کے متعلق مایوسی کا اظہار کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ مجھے اچانک دعا کا خیال آیا اور اس خیال کے ساتھ میں نے خود بھی دعا کی اور آپ کو دعا کیلئے خط لکھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ مریض جسے ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دیدیا تھا۔ اسی دن سے روبصحت ہونے لگا۔ اور باوجود اس کے کہ ڈاکٹروں کو اس کی بیماری کی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اس لئے وہ علاج کرنے سے معذور تھے۔ اس دن سے دیکھتے دیکھتے اس کی حالت بغیر علاج کے بدلنے لگی اور اللہ کے فضل سے بوقت تحریر وہ بالکل صحیح ہے۔

(ضمیمہ ماہنامہ خالد ربوہ جولائی 1987ء)

کیا کیا دعائیں مانگو

آپؒ کی بیٹی مکرمہ فائزہ لقمان صاحبہ تحریر کرتی ہیں:۔

خاص طور پر رمضان المبارک کے موقع پر یا کبھی عام دنوں میں بھی نماز تہجد یا صبح کی نماز کیلئے اٹھاتے تو ساتھ یہ بھی بتاتے جاتے کہ کیا کیا دعائیں مانگو۔ یہ دعائیں بنی نوع انسان کی بہتری سے شروع ہوتیں اور پھر تمام گذشتہ انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کے صحابہؓ خلفاءؓ تمام عالم اسلام حضرت اقدس مسیح موعودؑ آپ کے خلفاء، شہداء تمام قربانی کرنے والے، واقفین زندگی اور ان کے خاندان، یتیموں بیواؤں، اسیروں، بیماروں، غرباء کے بعد اپنے بزرگوں خاندان ماں باپ، بہن بھائیوں، کے کیلئے دعا کی تلقین کے بعد آپ فرماتے پھر اپنے لئے دعا کرنا۔ اب سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہمیں چھوٹی عمر میں کتنی تفصیل سے دعائیں سکھاتے تھے اور یہ رمضان میں تقریباً روزانہ کا معمول تھا۔ روز اٹھانے کے بعد محبت سے بھری ہوئی نرم آواز میں ان تمام دعاؤں کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

(الفضل سالانہ نمبر 27 دسمبر 2003ء ص 45)

آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ امۃ القدوس شوکت صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

اس خدا کے برگزیدہ بندے کو آقا ہو کر اپنے غلاموں سے کس قدر پیار تھا اور جماعت کے ایک ایک فرد کا اس قدر خیال تھا کہ ہم تو آپ کو دعائیہ خط لکھ کر اطمینان سے سو جاتے لیکن حضور اقدسؒ اپنے خداوند تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری میں راتوں کو گزارتے اور ہمارے لئے بے پناہ دعائیں کرتے۔ (الفضل 31 مئی 2003ء)

حضور انور نے ایک موقعہ پر فرمایا:

بے شمار لوگ مجھے دعا کے لئے کہتے رہتے ہیں میری ذات کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں ...... لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے منصب خلافت پر فائز فرمایا ہے۔ اس لئے اگر کسی احمدی کو خلافت سے پیار نہیں یا اس کے مقام سے سچا عشق نہیں تو خلیفہ وقت کی دعا بھی اس کے حق میں قبول نہیں ہوگی۔ اس لئے زبانی اور عملی طور پر بھی اطاعت خلافت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی دعائیں سنے گا جو خلافت سے سچی وفاداری رکھتا ہے۔

(الفضل 6 فروری 2001)

عشق قرآن

قرآن مجید سے محبت اور تلاوت کا شغف آپ کے سانسوں میں رچا بسا تھا۔ آپ التزام کے ساتھ تلاوت کیا کرتے تھے۔ اوائل عمری سے ہی تلاوت قرآن کریم کا شوق گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ قرآن کریم سے بے پناہ محبت کا نتیجہ ہی تو تھا کہ آپ نے 15 جولائی 1994 سے جو M.T.A پر ترجمۃ القرآن کلاس کا اجراء فرمایا۔ اور 305 گھنٹے کی کلاسز کے ذریعہ M.T.A پر ترجمۃ القرآن کا دور مکمل فرمایا۔ آپ کا قرآن مجید کا اردو ترجمہ منصۂ شہود پر آچکا ہے۔ جو فنی محاسن کا کامل نمونہ ہے۔ رمضان المبارک میں درس قرآن حکمت و معرفت کا بحر رواں ہوتا۔ شب بیدار وجود تھے۔ اس لئے کہ آہ سحر کی کم وکیف سے واقف تھے۔ اپنے خالق و مولا کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے اور راز و نیاز کا سلسلہ چل پڑتا۔ مطالب قرآنی پر غور کرتے۔

ایک مرتبہ لندن میں احمدی بچیوں کی مجلس میں آپ کی شب بیداری کی بابت سوال ہوا کہ آپ کب بیدار ہوتے ہیں؟ آپ کے جواب دینے سے قبل ہی ایک بچہ بے اختیار بول اٹھا کہ میں بتاتا ہوں آپ صبح کے تین بجے جاگتے ہیں۔ آپ کے کمرہ کی بتی اس وقت روشن ہوتی۔ دریافت کیا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا۔ بچہ نے بتایا کہ جب میں اپنے چچا جان کے ساتھ ڈیوٹی کے موقعہ پر آیا تو میں نے نوٹ کیا۔

(ایک مرد خدا۔ ص 231)

محترم شمشاد احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں:

حضور انور جب امریکہ دورے پر تشریف لاتے تو حضرت مرزا مظفر احمد

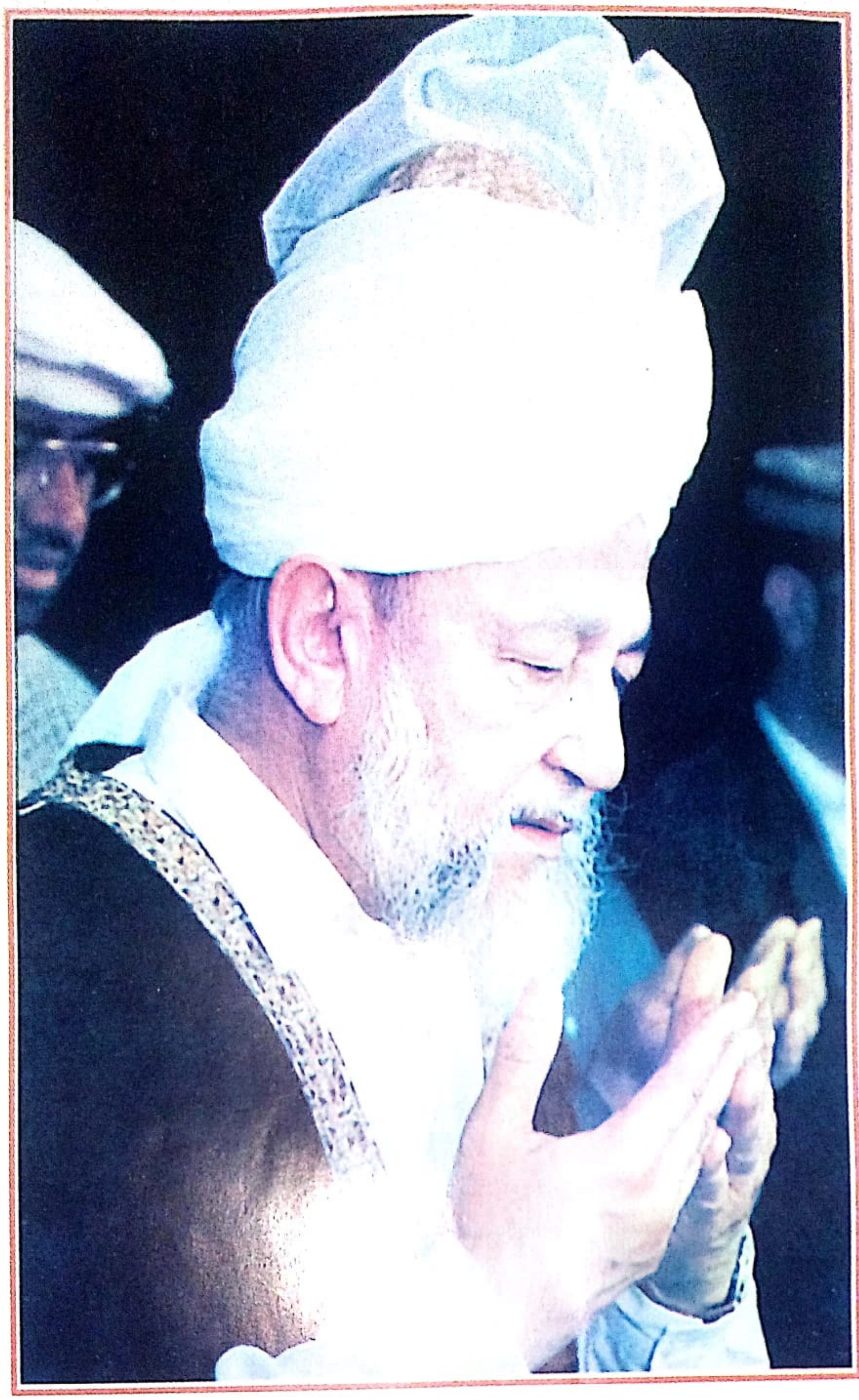

دیے جلائے ہوئے ساتھ ساتھ رہتی ہے
تمہاری یاد تمہاری دعا ہمارے لئے

صاحب مرحوم تربیت کی خاطر حضور کے ساتھ ایک کلاس کا انتظام بھی کرواتے تھے۔ چنانچہ محترم میاں صاحب نے اس سلسلہ میں خاکسار کی ڈیوٹی لگائی کہ سارا سال تم یہ کلاس بیت الرحمٰن میں لگایا کرو۔ اور چاروں جماعتوں کے اطفال و ناصرات اس میں شامل ہوا کریں۔ اور کلاس اسی طرز پر ہو جس طرح حضور لندن میں کراتے ہیں۔ یہ کلاس خدا تعالیٰ کے فضل سے بیت الرحمٰن میں چار سال تک بڑی کامیابی کے ساتھ لگتی رہی۔ جس میں ستر سے اسی تک حاضری ہوتی تھی۔

چنانچہ حضور کے ساتھ جب بچوں کی کلاس ہوئی تو ایک بچے کو خاکسار نے ایم ٹی اے کی برکات کا موضوع دیا۔ کہ وہ اس پر تقریر تیار کرے۔ جب کلاس ہوئی تو اس بچے نے نہایت عمدہ تقریر کی۔ یہ مکرم عطاء اللہ صاحب کلیم کے نواسے تھے۔ بلکہ تقریر کی تیاری کے دوران اس نے مجھے بھی تقریر دکھائی تھی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ بچے نے تقریر ختم کی تو حضور نے فرمایا کہ جو تم نے بیان کیا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ بڑی اچھی تقریر ہے۔ لیکن ایک بہت اہم بات کو تم نے چھوڑ دیا ہے وہ تو ہر چیز کی جان ہے۔ جس کا تم نے ذکر نہیں کیا۔ ایم ٹی اے پر ترجمۃ القرآن کلاس اور تفسیر قرآن کی کلاسیں لگتی ہے۔ اسے تم نے کس طرح نظر انداز کر دیا۔ اور پھر آپ نے قرآن کریم کی عظمت اور اہمیت پر پندرہ بیس منٹ تک تقریر فرمائی۔

(الفضل 27 دسمبر 2003 ص 73,74)

قرآن کریم ناظرہ و باترجمہ

قرآن کریم ناظرہ وباترجمہ حضور انور کو حافظ محمد رمضان صاحب

نے شروع کروایا تھا۔

(الفضل انٹرنیشنل 6 دسمبر 2002ء)

حضور فرماتے ہیں:۔

قرآن کریم کا ترجمہ تو میں نے خود ہی پڑھا ہے۔ کلاس میں تو ہم پڑھا کرتے تھے۔ استاد بھی پڑھایا کرتے تھے۔ مگر اصل ترجمہ تو میں نے خود ہی پڑھا ہے۔

(الفضل 17 جون 2000ء)

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

پرائمری تک ہم بھائیوں کی تعلیم تو ایک ہی سکول، ٹی آئی سکول میں ہوئی۔ بعد میں خاکسار کو مدرسہ احمدیہ میں اور حضورؒ کو ٹی آئی ہائی سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ بچپن میں ہی ابّا جان (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کے خاص ارشاد پر خاکسار کو اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو غلام رسول صاحب افغان کے ذریعہ فنِ تجوید سکھایا گیا۔ چنانچہ کئی ماہ تک ہم نے ساتھ ساتھ اسے سیکھا۔ بیت المبارک میں ہم نے خان صاحب سے قرآن کریم تجوید سے سیکھا۔ چنانچہ اسی کا اثر ہے کہ بعد میں خاکسار کو بھی صحیح رنگ میں قرآن کریم کا تلفّظ ادا کرنے کی توفیق ملی۔

(رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ، اپریل 2004 ص 55)

اردو ترجمۃ القرآن

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمتِ قرآن کے حوالہ سے ایک عظیم الشّان خدمت اور تاریخِ احمدیت میں سُنہری حروف سے لکھا جانے والا امر آپ کا وہ معرکتہ

الاراء ترجمۃ القرآن جو متن کے قریب تر رہ کر ایسا با محاورہ ترجمہ ہے کہ جو اردو زبان کے محاسن سے بھی مرصع ہے۔ اور قرآن مجید کی غرض و غایت اور اصل مضامین کو بھی اظہر من الشّمس کر رہا ہے۔ اس ترجمہ کو خوب سے خوب تر بنانے میں آپ نے ایسی والہانہ اور انتھک محنت کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ انگلستان میں قیام ہو یا بیرونی دورہ جات کا اثناء مخصوص کئے ہوئے وقت کے علاوہ بھی جب وقت میسر آتا (بلکہ وقت نکالتے) معاون کو بلا کر ترجمہ پر نظر ثانی کا کام شروع فرما دیتے۔ متعدد لغات اور گذشتہ تفاسیر کو بھی پیش نظر رکھا حتیٰ کہ متعدد بار مکمل ترجمہ قرآن کی از سر نو دہرائی فرمائی۔ اور ہر بار اس محبوب کے حسن کو مزید سنوار کر اور نکھار کر پیش فرمایا۔ جس میں جا بجا اچھوتے ترجمہ کے پھول بہار جاوداں دکھا رہے ہیں۔ اور اس پر مستزاد سورتوں کے آغاز میں وہ تعارفی نوٹ ہیں جو عرفان قرآن اور تربیتی اور اخلاقی مضامین کے ساتھ ساتھ زمانہ حاضر کی جدید سائنسی ترقیات آئندہ سے متعلق پیش گوئیوں پر مشتمل معارف کا بھی نہایت احسن احاطہ کر رہے ہیں۔

(الفضل۔ 27 دسمبر 2003ء ص 29,30)

سورتوں کے تعارفی نوٹس

اس ترجمہ قرآن میں سورتوں کے آغاز میں ان کے مضامین پر مشتمل تعارفی نوٹس حسین گلدستوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں طرح طرح کے خوبصورت پھول ہوں۔ سورۃ البقرۃ کے تعارفی مضامین میں فرمایا: ”یہ سورت ایک حیرت انگیز معجزہ ہے۔ جس نے ابتدائے آفرینش کے ذکر سے لے کر حضرت اقدس محمد رسول اللہ

ﷺ کے ذکر تک مختلف انبیاء کے واقعات پیش فرمائے ہیں۔ اور قیامت تک کیلئے جو خطرات اسلام کو درپیش ہیں ان کی نشان دہی بھی فرمائی ہے...... اس سورت کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا شریعت مکمل نازل ہوگئی ہے...... اس سورت کے آخر پر ایک ایسی آیت ہے جس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی دعاؤں کا خلاصہ بھی اس میں آگیا ہے۔ گویا دعاؤں کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ عطا کر دیا گیا ہے۔

(ترجمۃ القرآن طبع جدید۔ ص 7)

دیگر زبانوں میں تراجم قرآن

قرآن مجید کے ترجمہ کا ذکر چلا ہے تو یہاں یہ بیان کرنا بھی لابدی ہے کہ بتایا جائے کہ آپ نے قرآن مجید کے دیگر زبانوں میں معیاری مستند تراجم کا کس قدر شوق اور جذبہ سے اہتمام کروایا۔ بلکہ آپ کی زندگی کا خلاصہ اپنے مولا سے پیار، اس کی عبادت اور اس کے پاک کلام سے محبت و وفا ہے، بچپن سے وفات تک یہی طرہ امتیاز رہا۔

آپ کی صاحبزادی محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ فرماتی ہیں:

”جب سے میں نے ہوش سنبھالا ابا کو بہت پابندی سے تہجد ادا کرنے والا پایا ہر صبح ابا کی بہت پیاری خوبصورت تلاوت قرآن کریم ہمارے گھر کو روشن کر دیتی ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 26 ستمبر 2003ء)

ترجمۃ القرآن کلاس

حضور نے اپنے کئی خطبات کے ذریعہ جماعت میں یہ یقین راسخ فرمایا کہ:

''ہماری نسلوں کو اگر سنبھالنا ہے تو قرآن کریم نے سنبھالنا ہے جب تک یہ کتاب قریب نہ آئے اس دنیا کے مسائل حل نہیں ہو سکتے اور نہ ہماری تربیت ہو سکتی ہے''۔

چنانچہ قرآن کریم کو ذہنوں اور دلوں کے قریب کرنے اور تربیت کی بنیادی ضرورت پوری کرنے کیلئے اور قرآن کریم سے راہنمائی حاصل کرنے کا طریق سکھانے کیلئے آپ نے ایک ترجمۃ القرآن کلاس کا آغاز فرمایا۔ درحقیقت امام وقت ہی ہوتا ہے جس پر زمانے کی ضروریات کے مطابق کلام الٰہی کے معارف کھولے جاتے ہیں۔ اور وہی جماعت کے دلوں کو بہم باندھ کر کلام الٰہی سے محبت پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

اس کلاس کے دوران آپ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ کی اتباع میں تعلیم و تفہیم کے ہر انداز کو اپنایا۔ کبھی ایک مشکل بتا کر خود اس کا حل بتاتے اور کبھی حاضرین کو غور کرنے اور جواب دینے کی دعوت دیتے۔ اور جواب درست ہونے پر بے حد حوصلہ افزائی فرماتے کبھی مختصر اصولی بحث فرماتے، کبھی قدرے تشریح سے وضاحت فرماتے اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ کوئی مسئلہ فوری طور پر حل پذیر نہ ہوتا۔ تو قرآن مجید کے اصل مطلب اور مضمون سے عشق کی بنیاد پر کمال اجزاء سے فرماتے کہ اس کی سمجھ نہیں آئی کل غور کر کے اس پر بات کریں گے۔ اور بعض

اوقات یوں بھی ہوا کہ حاضرین میں سے کسی کا پیش کردہ حل قبول فرمالیا مگر بعد میں اس پر تدبر فرماتے رہتے اور زیادہ بہتر جواب عطا فرماتے۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 29,30)

حیات مبارکہ کا آخری عمل

اور آپ کا یہ عمل ہمیشہ جاری رہا حتیٰ کہ آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں جو آخری عمل فرمایا وہ صبح کے وقت بلند آواز سے لمبی تلاوت قرآن کریم ہی تھا اس طرح آپ نے اپنے عمل سے جماعت کو جو آخری پیغام اور سبق دیا وہ اپنے مولا کی عبادت اور اس کے کلام سے عشق ہی تھا۔ محترم مرزا لقمان احمد صاحب حضور کے آخری وقت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

''حضور انور نے نماز فجر اپنے وقت پر گھر میں ادا کی جس کے بعد کافی بلند آواز سے قراءت کے ساتھ تلاوت قرآن کریم کرتے رہے۔''

(ماہنامہ اخبار احمدیہ لندن مئی، جون 2003ء)

قرآنی دلائل کی تلوار

جہاں کسی بدبخت نے قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نور کو گدلانے کی کوشش کی ایک جاہ وجلال والے بادشاہ کی طرح قابل حرمت چیزوں کی بے حرمتی کا ایسا بدلہ لیا، اس ظالم کے ظلم کے سر کو ایسا کچلا کہ دوسروں کو بھی عبرت ہو۔ ایک نام نہاد مفسر نے قرآن کریم کی بعض آیات کے ظالمانہ طور پر غلط معانی کر کے پھر ان کی

اوٹ لے کر رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات پر نہایت گھناؤنے حملے کئے تو آپ نے نہایت پُر جلال آواز اور پر شوکت الفاظ میں اپنے عشق و غیرت کا یوں برملا اظہار فرمایا:۔

''(وہ) عظیم الشان نبی تھا۔ اس کا رحم اس کا فیض نہ مشرق کیلئے رہا نہ مغرب کیلئے، سب جہاں کیلئے جیسے سورج برابر چمکتا ہے، اس طرح اس کا فیض تمام جہانوں پر برابر چمکتا رہا......''

قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کے جس کردار کو پیش کرتا ہے اس کردار کشی کیلئے چاہے ہزار بہانے بنالیں، ہزار آیتیں اکٹھی کر دیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ان کے معنوں کو رد کر دے گی اور دھتکار دے گی اور معنوں کے پیش کرنے والوں کو مردود قرار دے گی۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ، رحمت للعالمین تھے...... صرف یہ دلیل نہیں جو میں پیش کر رہا ہوں کہ کردار محمد رسول اللہ ﷺ ان کی دلیلوں کو توڑ کر پارہ پارہ کر رہا ہے۔ قرآن سے بھی ایسی قطعی دلیلیں آپ کے سامنے رکھوں گا اور احادیث سے بھی اور تاریخ سے بھی اور عقل سے بھی کہ ان کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔

حضورؒ فرماتے ہیں کہ آج اللہ تعالیٰ نے قرآن کی عظمت کی خاطر قرآنی دلائل کی تلوار میرے ہاتھ میں تھمائی ہے۔ مَیں قرآن پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ جس طرف سے آئیں گے جس بھیس میں آئیں گے ان کے مقدر میں شکست اور نامرادی لکھی جا چکی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ دوبارہ قرآن کریم کی عظمت کے گیت گانے کے جو دن آئے ہیں، آج یہ ذمہ داری مسیح موعودؑ کی غلامی میں میرے سپرد ہے۔ اس لئے

جب تک مَیں حق ادا نہ کرلوں ان آیات پر ٹھہرا رہوں گا۔ یہاں تک کہ آپ پر اور ہر ذی عقل پر ثابت ہو جائے گا کہ یہ جھوٹے عقیدے ہیں۔“

(درس القرآن فرمودہ 16 رمضان المبارک/27 فروری 1994ء)

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن شریف اور حدیث کے علوم کی ترویج کیلئے کوشاں رہنا تو حضرت خلیفۃ المسیح کا بنیادی فریضہ اور اس کے حلف میں شامل ہے۔ خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو اس حلف کے نبھانے کی بھی بہت ہی توفیق ملی۔ آپ کی زندگی میں سب دنیا کے انسانوں کو قرآن شریف کی تعلیم پہنچانے کیلئے جماعت کی طرف سے مکمل ترجمہ قرآن کی تعداد 56 زبانوں تک پہنچ چکا ہے۔ نیز منتخب آیات کا ترجمہ 117 زبانوں میں شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اس طرح منتخب احادیث کا ترجمہ بھی 117 زبانوں میں شائع کیا گیا۔ کسی خدمت کی اصل حیثیت موازنہ کے بعد ہی ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے عرض کرتا چلوں کہ دیگر تمام دوسرے فرقوں، جماعتوں اور ملکوں نے مل کر بھی اتنی تعداد میں قرآن کریم کے تراجم شائع نہیں کئے۔ اس لئے آپ اس قلمی جہاد کی وسعت کا اندازہ کر سکتے ہیں جو خلافت رابعہ میں ہمیں اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔

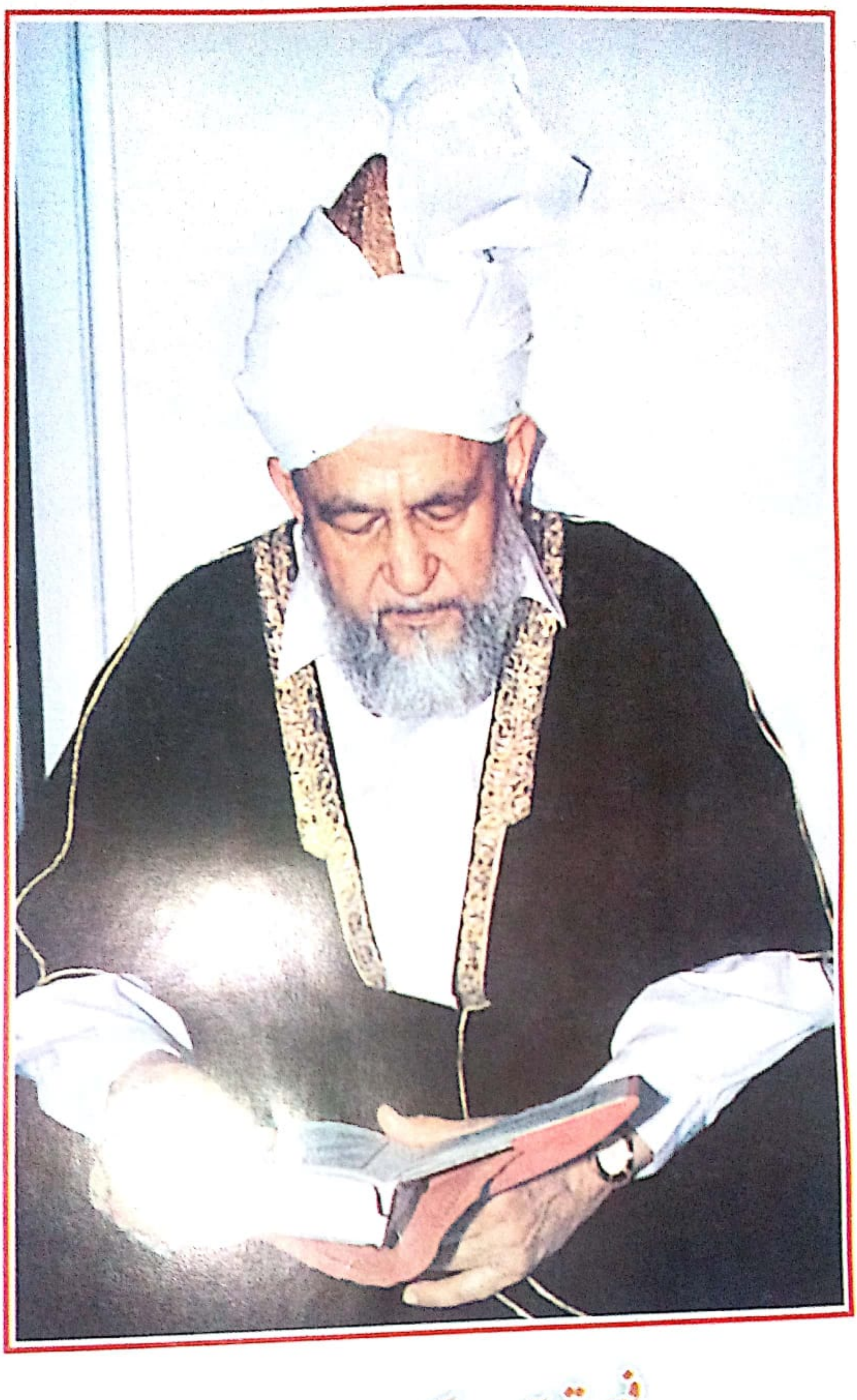

فہمِ قرآن کے سمندر میں
غوطہ زن تجھ کو بارہا پایا

عشق رسول اللہ ﷺ

عشق رسول اللہ ﷺ بھی آپ کی زندگی کا زرّیں اور درخشاں باب ہے۔ تحریر وتقریر اور نظم میں عشقِ رسول ﷺ کی جو ایمان پرور کیفیات ملتی ہیں۔ قلم کو یارا نہیں کہ وہ ضبط تحریر میں لاسکے۔ ایک عاشقِ صادق کی مانند آپ کی محبت رسولؐ کا دم بھرتے رہے۔ جب بھی ساقیِ کوثر کا ذکر مبارک لبوں کی زینت بنتا۔ عجب وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آواز میں سوز ورقّت، آنکھیں پُرنم اور روح میں گداز پیدا ہو جاتا۔ ایک عاشق باصفا اور باوفا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ابھر آتا۔ غایت درجہ محبّت، ادب، احترام، سے آنحضرت ﷺ کا تذکرہ فرماتے۔ آواز بھرّا اٹھتی۔ اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔

M.T.A پر صلِّ علیٰ محمد کی درد وسوز اور محبت وعقیدت میں ڈوبی ہوئی آواز دلوں کو مسحور کر دیتی۔ آپ کی سیرتِ النبی ﷺ کے موضوع پر کی گئی تقاریر پر عشق رسولؐ کا ایک آئینہ صافی ہیں۔ نظم میں آپ نے جس انداز میں مَدحِ رسولؐ بیان فرمائی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ کوئی عاشق صادق روح کی اتھاہ گہرائیوں سے مُدح سرا ہے۔

حضورؒ کے بڑے مقاصد میں سے ایک مقصد دنیا کو حضور ﷺ کی حقیقی زندگی اور اخلاق سے روشناس کروانا تھا۔ ایک موقعہ پر جب ایک یورپین احمدی نے سوال کیا کہ یورپ میں دعوت الی اللہ کیلئے کس طریق کار کو ترجیح دینی چاہیے۔ حضورؒ نے فرمایا ”ان کو آنحضرت ﷺ کی حقیقی سیرت سکھائی جائے یہ ایسی چیز ہے جو ان کی کایا پلٹ دے گی۔“

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص150)

ایک دوست نے ایک مرتبہ حضورؒ سے مجلس عرفان کے آخر پر اپنے کچھ اشعار پیش کرنے کی درخواست کی۔ یہ اشعار انہوں نے آپ ہی کی تعریف میں کہے تھے۔ حضورؒ نے فرمایا۔

’’اچھا آپ شاعر ہیں۔ ماشاء اللہ ویسے اگر میرے متعلق کہے ہیں تو میں بڑا embrace محسوس کرتا ہوں۔ سائل نے کہا! اسی لئے تو اجازت چاہتا ہوں۔ حضورؒ مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد اس دوست نے ایک طویل نظم سنائی۔ نظم کے اختتام پر حضور انورؒ نے فرمایا:۔ ’’جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ یہ سوال تو نہیں ہے مگر اس کے متعلق کچھ میں تھوڑی سی بات کہوں گا آپ کی خدمت میں۔ جو شعراء ہیں ان کا تخیل تو ماشاء اللہ بڑا بلند پرواز ہوتا ہے۔ اور جس کے متعلق چلتا ہے اس کو بھی ساتھ لے کر اوپر اڑ جاتا ہے زیادہ۔ تو اس حقیقت سے تو میں آشنا ہوں لیکن شعراء جو دل کے خلوص سے بات کریں اس کا مبالغہ ان کو معانی کے لائق ہوتا ہے کیونکہ شاعری اور مبالغہ تو چلتے ہیں اکٹھے۔ بعض لوگ مصنوعی طور پر کرتے ہیں۔ بعض متأثر ہو کر سچے دل سے کرتے ہیں تو ان کے اوپر حرف تو نہیں رکھا جاسکتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ زیادہ اونچا اڑتے ہیں۔ اس حقیقت سے جس کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں لیکن ایک بات میں آپ کو ضمناً مجھے خیال آیا۔ وہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ خاتم النبیینؐ کا ایک معنی یہ ہے کہ ہر حُسن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوگیا۔ خدا کا حسن نبیوں میں جس پہ چمکا ہے۔ ان سب کا مجمع ان سب کو اکٹھا کرنے والا ان سب کا خاتم حضرت محمد ﷺ تھے جس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حسن ختم اس طرح کر لیا۔ جس طرح سیاہی چوس سیاہی چوس جاتا ہے۔ بلکہ اس طرح حسن ختم کیا ہے جس

طرح سورج سب روشنی کا منبع بن جاتا ہے اور ہر چیز میں اس کی جھلک پیدا ہو جاتی ہے جتنی زیادہ ہو اتنا وہ زیادہ چمکتا ہے۔ تو اصل میں کسی کی سیرت سے پیار اس رنگ میں کرنا چاہیے مسلمان کو کہ جہاں جہاں وہ رسول کریم ﷺ کی تھوڑی تھوڑی جھلکیاں دیکھے اس وجہ سے پیار کرے کہ یہ میرے محبوب کی جھلکی ہے اور وہ پیار جو ہے وہ عبادت بن جائیگا۔ پھر اس پیار میں خدا کی رضا شامل ہو جائے گی۔ وہاں نہ ٹھہریں بلکہ پیچھے چلے جائیں جا کہ اس کا جو سرچشمہ ہے اس پر نظر ڈالیں تو وہ سرچشمہ آپ کو حضرت محمد ﷺ کی ذات نظر آئے گی اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ ......

حسن و خوبی کے رنگ وخوشبو کے
تم سے تھے جتنے ، استعارے تھے

(مجلس سوال وجواب۔ 15 فروری 1987ء)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے رفقاء سے محبت اور احترام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

لوگوں کو تصور نہیں کہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے خون سے کیسی محبت ہے۔ ایسا عاشق ہوں کہ شاید کوئی اور اس کی نظیر نہ ملتی ہو۔

(الفضل 20 جولائی 1999ء)

''ذکر حبیب'' آپ کا من پسند موضوع سخن تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا تذکرہ خاص انس و محبت سے کرتے۔ بچوں کے M.T.A پروگرامز میں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے واقعات دلنشین انداز میں بیان فرماتے۔ گویا کہ وہ واقعات آپ کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ قادیان سے بھی بہت پیار تھا۔ اپنی ایک مشہور نظم میں اس محبت و پیار کے جلوے دکھائے ہیں۔ وہ نقطہ عروج کو پہنچے ہوئے ہیں۔ نظم کا مطلع ملاحظہ فرمائیے۔

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا
جیسی سندر تھی وہ بستی ویسا وہ گھر بھی سندر تھا

(کلام طاہر)

رفقاء حضرت مسیح موعودؑ کا احترام

محترم منیر احمد صاحب اظہر لکھتے ہیں:

''حضور پرنور کو حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء سے بے حد محبت

اور پیار تھا اس کا اندازہ ہم اس بات سے کر سکتے ہیں کہ گذشتہ دو تین سال سے آپ جلسہ سالانہ یو کے کے موقع پر رفقاء کی روایات کا ذکر کرتے تھے۔ خاکسار کے پڑدادا قاضی محبوب عالم صاحبؓ کا ذکر بھی آپ نے تفصیل سے کیا۔ رفقاء کی ان روایات کا ذکر خیر کرنے سے نئی نسل پر بڑے اچھے اثرات پیدا ہونگے۔“

(الفضل 12 دسمبر 2003ء)

مکرم و محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب پر تحریر کرتے ہیں:

حضورؒ کی زندگی عجز و انکسار کا نمونہ تھی۔ اس کا ایک واقعہ یہ ہے کہ جوبلی کے سال 1989ء میں حضور انورؒ نے حضرت مسیح موعودؑ کے آخری رفقاء میں سے ایک ممتاز رفیق حضرت مولوی محمد حسین صاحب (سبز پگڑی والے) کے بارے میں فرمایا کہ وہ برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے آئیں۔ مولوی صاحب کی طبیعت ناساز تھی۔ اور لمبا سفر مشکل تھا۔ لیکن حضورؒ کے ارشاد کی تعمیل میں آپ لندن تشریف لے آئے اس عاجز کو یہ سعادت ملی کہ میں نے حضرت مولوی صاحب کا استقبال ہیتھرو ائیر پورٹ پر کیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب حضرت مولوی صاحب بیت الفضل لندن پہنچے تو وہ سہارے کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے۔ حضور انور کے دفتر میں تشریف لائے اور کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے انٹر کام پر حضورؒ کو اطلاع دی کہ حضرت مولوی صاحب خیریت سے تشریف لے آئے ہیں اور حضورؒ کی ملاقات کیلئے دفتر میں بیٹھے ہیں حضور نے یہ بات سن کر فرمایا۔ اچھا اور پھر فون بند کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ حضورؒ جو مولوی صاحب کی آمد کے منتظر تھے۔ یہ اطلاع ملتے ہی فرمائیں گے کہ انہیں فوراً اندر لے آئیں۔ مجھے حیرت ہوئی کہ حضور نے یہ نہیں فرمایا۔ اور فون بند کر دیا۔ میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے کہ حضور اس وقت بہت زیادہ مصروف

ہوں میں ابھی اس سوچ میں تھا کہ حضورؒ کے دفتر کا دروازہ کھلا اور حضور باہر تشریف لائے اور بڑی ہی محبت سے حضرت مولوی صاحب سے بغلگیر ہو گئے۔ اور فرمایا کہ یہ میرا فرض ہے۔ کہ میں آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں۔ نہ یہ کہ آپ میرے پاس آئیں۔ حضور کچھ دیر حضرت مولوی صاحب کے قریب بیٹھے رہے خیریت دریافت کی اور پھر خود بڑے اعزاز اور اکرام کے ساتھ انہیں اپنے ساتھ دفتر کے اندر لے کر گئے۔ اور کافی دیر گفتگو فرمائی۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 300,301)

حضورؒ کی صاحبزادی محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

حضور ہمیشہ ہمارے دلوں میں بزرگوں کی محبت اور احترام پیدا کرنے کی کوشش فرمایا کرتے جب ہم نے انگلستان اور امریکہ کے سفر پر روانہ ہونا تھا۔ تو آپ مجھے اور میری بڑی بہن کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے رفیق حضرت مولوی دین محمد صاحب سے ملوانے اور دعا کی غرض سے لے کر گئے۔ ہمیں کہا کہ میں جانے سے پہلے ان سے مل کر دعا کی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ جب ہم ان سے ملے تو وہ بہت بیمار اور کمزور تھے ان کے کمرے سے باہر آئے تو ہمیں مخاطب ہو کر فرمایا کہ کہیں ان کی کمزوری دیکھ کر تم یہ خیال نہ کرنا کہ اب شاید ان کے وجود کا دنیا کو کوئی ایسا فائدہ نہیں ہے جو صحت مند اور چلتے پھرتے لوگوں کا ہوتا ہے یہ اس بستر پر لیٹ کر اپنی دعاؤں سے وہ کام کر رہے ہیں۔ جو ہم جیسے صحت مند انسان اپنی تمام تر طاقتیں صرف کر کے بھی نہیں کر سکتے۔ اس طرح ان کی محبت بھی ہمارے دل میں پیدا کی اور دعا کی اہمیت کا احساس بھی ہمیں کروا دیا۔

(رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ، اپریل 2004ء ص 25)

خلافت سے محبت

اطاعت کا اعلیٰ نمونہ

محترم خلیفہ صباح الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے آپ انتہائی مطیع و فرمانبردار تھے۔ اس لئے حضور کی خاصی خوشنودی آپ کے حصہ میں آتی تھی۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی اطاعت بھی مثالی حیثیت رکھتی تھی۔ ایک سفر سے آپ تشریف لاتے دوسرا حکم آپ کا منتظر ہوتا۔ گھر بیوی بچوں کی ذمہ داریاں پس پشت ڈال کر اپنا بریف کیس پکڑتے اور روانہ ہو جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ ایک معاملہ میں ضروری مشورہ کرنا ہے میاں طاہر احمد صاحب کو جلد بلا لاؤ۔ آپ گھر ہی تشریف فرما تھے۔ میں نے حضور کا پیغام دیا۔ آپ سلیپر پہنتے ہوئے دوڑ کر روانہ ہوئے کہ حضور نے فوری طلب فرمایا ہے۔ خاکسار اس والہانہ اطاعت سے بہت متاثر ہوا۔ بڑے بھائی سے ایک بے تکلفی بھی ہوتی ہے لیکن آپ کے ملحوظ خاطر خلافت کا مقام بہت ارفع و اولیٰ تھا۔

(الفضل 26 جون 2003ء)

محترم ضیاء الرحمٰن صاحب دفتر وقف جدید تحریر کرتے ہیں:

”خلافت کا دل میں غیر معمولی احترام تھا بارہا ایسا ہوتا کہ آپ کسی ضروری کام میں مصروف ہوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا فون آ جاتا تو بلا توقف

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پاس تشریف لے جاتے اور کسی قسم کا کوئی بھی توقف نہ کرتے ۔ جو چیز بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کیلئے بازار سے خریدنا ہوتی تو میاں صاحب خود جاتے اور نہایت اعلیٰ اور پائیدار چیز خریدتے اور اگر مجھے خرید کرلانے کیلئے کہتے تو یہ ہدایت خاص طور پر فرماتے کہ سب سے عمدہ اور اعلیٰ چیز خریدنی ہے۔

(رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ، اپریل 2004ء ص172)

محترمہ امۃ الباسط صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

حضرت صاحبؒ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے بھی بہت محبت اور احترام کا تعلق تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اسلام آباد میں بیمار ہوئے تو حضرت مرزا طاہر احمد صاحب اسلام آباد آگئے۔ اور بیت الفضل جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بیمار تھے وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ اور گھر سے کہیں باہر نہیں جاتے تھے کہ کہیں حضور کو ضرورت پڑے اور وہ وہاں موجود نہ ہوں۔ نیچے گیسٹ ہاؤس میں ایک ڈرائنگ روم تھا اس میں باوجود شدید گرمی میں کونے میں ایک دری بچھا کر اس پر پڑے رہتے تھے۔ اور کہیں جاتے نہیں تھے۔ اس خیال سے کہ کہیں حضور خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو کوئی ضرورت پڑے اور میں نہ ہوں۔ اسلئے آپؒ وہیں رہتے اور کھانے پینے کا بھی کوئی ہوش نہ رہا تھا۔ میری بھانجی رونی (امۃ الرؤف) نے کہا کہ خالہ ماموں کو کھانا وغیرہ تو دے دیا کریں ماموں بھوکے رہتے ہیں۔ اور کوئی کھانے کا پوچھتا نہیں حضورؒ نے کھانے کیلئے بھی کبھی نہیں کہا کھانا رکھا ہو تو کچھ کھا لیا ورنہ چپ کر کے بیٹھے رہے۔ (رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ، اپریل 2004ء ص84)

محترم سید شمشاد احمد ناصر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بعد ردائے خلافت پہنائی تو سب جانتے ہیں کہ آپ نے استحکام خلافت کیلئے کس قدر خطبات دیئے یہ انعام خلافت جو آپ کو ملا یہ بھی دراصل خلافت سے محبت کا نتیجہ تھا۔ ایک دوست نے خاکسار کو بتایا کہ خلیفہ بننے سے پہلے ایک کار ہوتی تھی۔ آپ نے اپنی وہ کار فروخت کر دی اور ایک جیپ خریدی ایک دفعہ انہیں حضرت صاحب کے ساتھ جبکہ آپ ابھی خلیفہ نہ تھے اس جیپ میں سفر کرنے کا موقع ملا۔ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بڑی بے تکلفی سے کہہ دیا کہ میاں صاحب یہ آپ نے کیا کیا کہ اچھی بھلی کار فروخت کر کے یہ جیپ خرید لی ہے آپ نے فرمایا کہ:

''میں اس جیپ میں ایک ٹی وی اور ایک وی سی آر لگاؤں گا اور گاؤں گاؤں جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خطبات سناؤں گا''

(الفضل 27 دسمبر 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک موقعہ پر فرمایا ابھی جبکہ آپ خلیفہ نہیں بنے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے متعلق کہا۔ کہ مجھے بھائی جان سے غلامانہ عشق ہے۔

(رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ، اپریل 2004ء)

دوسروں کے جذبات کی پاسداری

حضرت طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتی ہیں:

حضور کی شخصیت میں دوسروں کے جذبات واحساسات کا بہت باریک بینی سے خیال رکھنے کا بے انتہا مادہ تھا۔ دوسرے کی ہر خوشی غمی کے موقع پر اس کی ضروریات اور احساس وجذبات کا بے انتہا خیال رکھتے بیرونی ممالک میں رہتے ہوئے۔ خوشی کے مواقع پر بھی اپنے عزیز واقربا اور ماحول سے دوری کی وجہ سے رونق اس طرح لگانا ممکن نہیں ہوتا جیسے اپنے ماحول میں قائم ہو جاتی ہے۔

(روزنامہ الفضل 6 دسمبر 2003ء ص 3)

پروفیسر محمد افضل صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

محمد سلیم صاحب جو احمد نگر میں حضور کی زمینوں پر کام کرتے تھے ان کی بیٹی کی شادی تھی۔ انہوں نے حضرت میاں صاحب سے درخواست کی کہ وہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت ان کے ڈیرے پر بچی کا نکاح پڑھائیں۔ اسی دن چک 38 جنوبی ضلع سرگودھا میں انصار اللہ کا پروگرام بھی تھا۔ وقت کم تھا بارش کا سماں تھا راستہ کچا ہونے کی وجہ سے گاڑی ان کے ڈیرے پر احمد نگر میں پکی سڑک سے کچھ دور ہونے کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتی تھی۔ لیکن شمولیت کا چونکہ مصمم ارادہ تھا ربوہ سے روانہ ہوتے وقت چھتری ساتھ لے لی اور فرمایا کہ راستے میں سلیم صاحب کی بچی کی شادی ہے تھوڑی دیر کیلئے وہاں بھی جانا ہے ہم احمد نگر پہنچے تو موسلا دھار بارش شروع ہوگئی مگر یہ رکاوٹ حضرت میاں صاحب کے ارادہ کو کب متزلزل کر سکتی تھی۔ فوراً گاڑی سے اترے

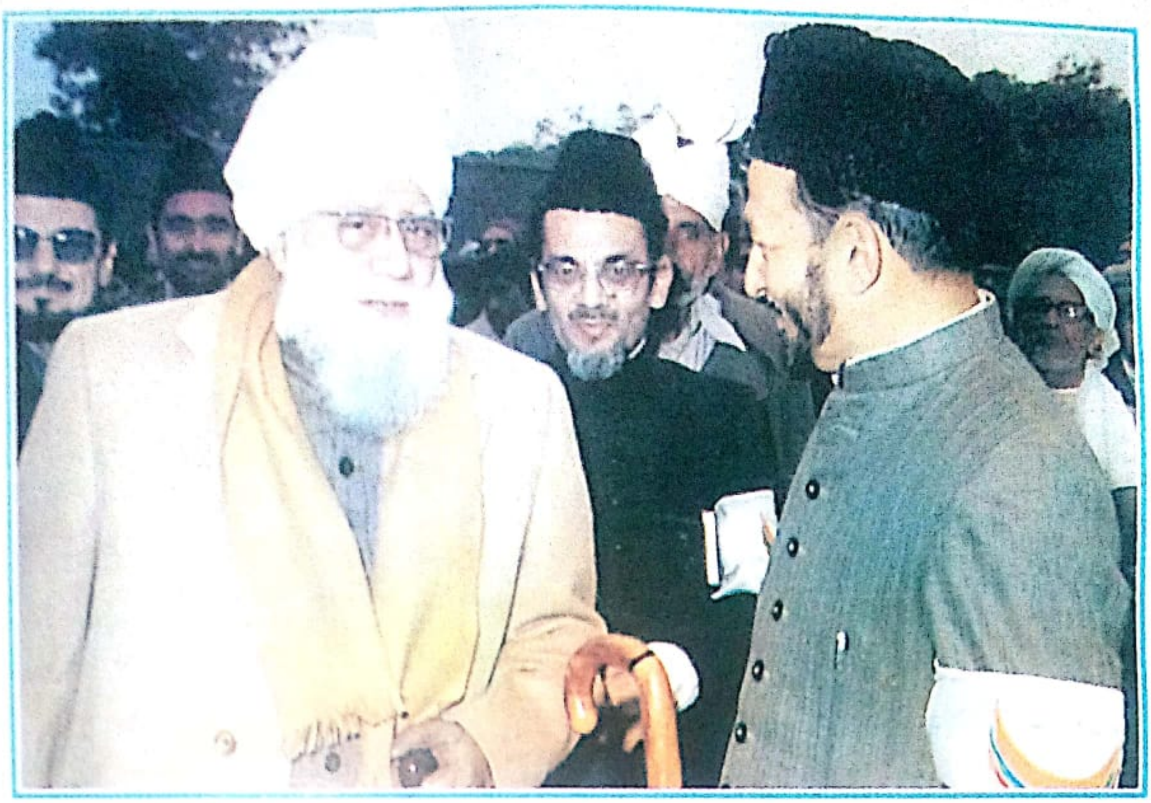

احترامِ خلافت

حضرت مسیح موعود کے صحابہ کے ہمراہ

کپڑے کس لئے چھتری تان لی اور مجھے ساتھ لے کر ڈیرے کی طرف پیدل روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچے تو سب لوگ انتظار کر رہے تھے جاتے ہی سلیم صاحب سے جا ملے بچی کا نکاح پڑھایا۔ مبارکباد دی اور واپسی کی اجازت چاہی شادی والوں نے کھانے کی پیش کش کی تو فرمایا کہ اس پر وقت لگے گا اور چک 38 جنوبی سرگودھا میں انصاراللہ کا پروگرام متاثر ہوگا۔ اصل کام ہو گیا ہے کھانے پینے کو رہنے دیا جائے۔ اور واپس گاڑی کی طرف تشریف لے آئے اور چک 38 کیلئے روانگی ہوئی۔

(روزنامہ الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 27)

آپکی طبیعت میں تصنع نہیں تھا

ایک دوست تحریر فرماتے ہیں:

1957ء میں صاحبزادہ طاہر احمد برطانیہ سے واپس ربوہ تشریف لے آئے۔ وہ انگلستان سے انگریزی زبان کی مہارت کے علاوہ کوئی اور سرٹیفیکیٹ تو نہ لا سکے لیکن اب انگریزی زبان پر ان کو خوب عبور حاصل ہو چکا تھا۔ جس کی سند بھی ان کے پاس تھی۔ ہوا یوں کہ جب کراچی پہنچے تو آپ کے ایک احمدی دوست نے سنجیدگی سے مشورہ دیا کہ دیکھئے اب آپ یورپین طرز کا سوٹ نہ پہنیں ورنہ لوگ کہیں گے کہ آپ مغرب زدہ ہو گئے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ اب آپ سوٹ کی بجائے اچکن اور شلوار ہی زیب تن فرمائیں۔ اچکن ایک طرح کا لمبا کوٹ ہوتا ہے جس کے بٹن گلے تک ہوتے ہیں اور شلوار سوتی کپڑے کا ایک ڈھیلا ڈھالا پاجامہ ہوتا ہے۔ برصغیر ہندو پاکستان کے مسلمان عام طور پر یہی لباس پہنتے ہیں۔

صاحبزادہ طاہر احمد نے بلا تامل جواب دیا کہ

"کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ میں اس نیت سے اچکن اور شلوار پہن لوں تا کہ دیکھنے والوں پر اچھا اثر پڑے؟ نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا یہ تو ایک طرح کی ریا کاری ہوگی۔ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا"۔

چنانچہ آپ نے اچکن شلوار کی بجائے سوٹ ہی پہنا اور فرمایا:۔

"سوٹ بھی میں نے یہ ثابت کرنے کے لئے پہنا کہ میں یورپ میں ایک عرصہ گزار کر واپس آیا ہوں بلکہ اس لئے کہ مجھے ریا کاری اور تصنع سے نفرت ہے"۔

(ایک مرد خدا، ص116,115)

حضورؒ بہت خیال رکھنے والے وجود تھے

محترم خلیفہ صباح الدین صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

خاکسار جب اسلام آباد میں متعین تھا۔ آپ اکثر تشریف لاتے بعض اوقات اپنے ساتھ رکھتے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضور قائد خدام الاحمدیہ ربوہ ہوتے تھے۔ ایک روز کچھ دوست ہمارے ہاں بیٹھے تھے کہ حضور کا پیغام ملا کہ ابھی اطلاع آئی ہے سیلاب کا ریلا بڑا تیز ہے تم لوگ فوری پہاڑ کے پیچھے کوٹ امیر شاہ کے علاقہ سے نہر تک روانہ ہو جاؤ اور احمد نگر تک جاؤ لوگوں کو اطلاع دو کہ محفوظ علاقہ میں چلے جائیں۔ ہم اس حکم کے مطابق اسی وقت روانہ ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے بات مان لی بعض نے اپنا گھر نہ چھوڑنے پر اصرار کیا ہم نے ان کا سامان محفوظ جگہ رکھا ان کو باور کروایا کہ یہ سچی بات ہے ابھی ہم احمد نگر سے دور تھے کہ دیہاتیوں کی مخصوص 'کوکیں'

آنے لگیں لوگ دوڑنے لگے ہم نے دیکھا کہ ایک ریلہ پانی کا آرہا ہے ہم لوگ جن میں مرزا ادریس احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، سیّد امین احمد صاحب اور مکرم نواب مودود احمد خان صاحب وغیرہ تھے ہم نے ایک بڑے نالے کے کنارے دوڑنا شروع کیا احمد نگر کی پکی سڑک پر پہنچے تو تیز پانی کا ریلہ سرگودھا روڈ پار کر کے ریلوے لائن توڑ رہا تھا اب ہمارے لئے کوئی راستہ ربوہ پہنچنے کا نہیں تھا۔ اور دوسری طرف ہمیں خدام کھڑے نظر آرہے تھے۔ اور وہیں ٹھہرنے کی تلقین کر رہے تھے۔ ہم انتظار کرنے لگے اتنی دیر میں جو اچھے تیراک خدام تھے وہ ایک بڑا رسہ کمر سے باندھ کر تیرتے آرہے تھے جو درختوں سے بل دیکر رسہ باندھتے پھر آگے ریلے میں بڑھ جاتے آخر اسی رسہ کا ایک سرا ہم تک پہنچ گیا اور ہم لوگ رسہ پکڑ کر اسی زور آور پانی سے گزر کر ربوہ پہنچے وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب خود اس کام کی نگرانی فرما رہے ہیں اور آپ کی سکیم سے ہی ہم لوگ بحفاظت ربوہ پہنچے ورنہ سیلاب کے دنوں میں ربوہ ایک جزیرہ بن جاتا ہے اور کئی روز تک تمام رابطے منقطع ہو جاتے ہیں حضرت میاں صاحب نے تدبیر کر کے ہمیں اس قابل بنایا کہ ربوہ میں واپس پہنچ سکیں ان کی مہربانی تھی۔ (الفضل اخبار جولائی 2003ء)

چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر پذیرائی

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب لکھتے ہیں:

چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر حضور کی طرف سے اتنے پذیرائی کے خط آتے تھے کہ شرمندگی ہوتی تھی۔ ایک بار حضور کے خط میں تھا کہ آپ کے بزرگ آباؤ اجداد کا

خون آپ کے اندر جوش مار رہا ہے۔ حضور کی مالی تحریکات پر جب حضور کو لکھا کہ اتنی رقم دی ہے تو بعض اوقات اس طرح کا جواب آتا کہ میرے بارے میں حضور کو خوف رہتا ہے کہ کہیں اپنی بیوی بچوں کی حق تلفی تو نہیں کر رہا۔ ایک ایک خط آپ پڑھتے اور ہر بات کا جواب دیتے۔ بعض علمی خطبات کے کسی تسلسل میں میں نے حضرت مسیح موعود کا ایک اقتباس بھیجا۔ فرمایا جزاکم اللہ اسے بھی کسی موقع پر استعمال کریں گے۔ ایک بار میں نے سورۃ کہف کی آیت 12 کے بارے میں ذوقی بات لکھی کہ اس میں اذان کے چند سال بند ہونے کا ذکر ہے فرمایا یہ بھی اچھا ذوقی نکتہ ہے۔ ''

(الفضل 24 مئی 2003ء)

دوسروں کی عزت نفس کو قائم رکھتے

محترم منظور احمد سعید صاحب تحریر کرتے ہیں:

حضورؒ جب ناظم ارشاد وقف جدید تھے اس وقت حضورؒ عبداللہ نامی حجام سے حجامت بنواتے۔ وہ ایک غریب آدمی تھا اور اس کی نظر بھی کمزور تھی لیکن پھر بھی حضورؒ اسی سے حجامت بنواتے۔ لوگ کہتے حضورؒ اسے نظر نہیں آتا کہیں زخم نہ لگا دے۔ اس لئے آپ کسی اور سے حجامت بنوایا کریں۔ فرمایا کرتے تھے: میں بھی شیشے میں ساتھ ساتھ دیکھتا رہتا ہوں اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ اس وقت حجامت ایک یا دو روپے میں ہو جاتی تھی۔ لیکن حضورؒ اُسے کبھی دس روپے اور کبھی بیس روپے دے دیتے۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس کی نظر کمزور ہے اور وہ ٹھیک طور پر حجامت بھی نہیں کر سکتا اُسی سے حجامت بنوانا یقیناً یہ اس کی مدد کا بہانہ تھا اور اس طور پر عنایت کرتے کہ اس کی

مدد بھی ہو جاتی اور عزت نفس بھی قائم رہتی۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 176,175)

مکرم و محترم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول تحریک جدید پاکستان ربوہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ایک ملاقات میں صاحبزادہ صاحب نے میرے گلے پر ایک چھوٹا سا ٹیومر دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ عرض کیا کہ یہ ٹیومر ہے مگر اس میں درد کا کوئی احساس نہیں فرمایا یہ رفتہ رفتہ حجم میں بڑھتا جاتا ہے اس کا علاج ابھی سے کر لیں تو اچھا ہے آپ میرے دفتر سے دوا لے لیں۔ یہ ٹیومر انشاء اللہ تکلیف کا باعث نہیں بنے گا۔ خاکسار نے آپ کے دفتر جا کر خود صاحبزادہ صاحب سے دوا لی اور ایک خوراک پر ہی سلسلہ علاج مکمل ہو گیا۔ وہ چھوٹا سا ٹیومر آج بھی میرے گلے پر نظر آتا ہے جو نہ حجم میں بڑھا نہ تکلیف کا باعث ہوا۔ اس ٹیومر کی موجودگی مجھے اس عظیم الشان ہستی کے بے شمار احسانات اور کارناموں کی یاد دلاتی ہے اور ان کیلئے دعا کی تحریک کرتی رہتی ہے۔

(روزنامہ الفضل مؤرخہ 5 جولائی 2003ء ص 5)

مکرم حمید اللہ صاحب ظفر جرمنی بیان کرتے ہیں:۔

”کہ مجھے خواب آئی کہ ایک جگہ حضور تشریف لائے ہیں دو تین صفیں ہیں میں نے عرض کی ہے کہ حضور نداء دے دوں۔ یہ خواب آپ کی خدمت میں لکھ دی۔ جواباً فرمایا یہ خواب مجھے آتی تو کچھ اور بات تھی۔ بہر حال آپ نداء چیک کروا کر مجھے رپورٹ دیں۔ نداء چیک کرنے والوں نے حضور انور کے نام رپورٹ لکھ دی کہ پسند آئی ہے۔ چند روز بعد حضور انور خدام الاحمدیہ جرمنی کے سالانہ اجتماع پر تشریف لا

رہے تھے۔ حضور کی آمد پر رپورٹ پیش ہونے پر ارشاد فرمایا جمعہ پر کرلیں۔ اور نماز جمعہ کی دونوں ندائیں دینے کی سعادت ملی۔ چند ماہ بعد جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر محترم افسر صاحب جلسہ سالانہ نے ہفتہ کے روز نماز ظہر و عصر کی نداء دینے کی ذمہ داری سونپی۔ میرے دل میں خیال تھا کہ جمعہ کے دن تو حضور کی موجودگی میں نداء دینے کی سعادت مل گئی مگر اب شاید حضور کی آمد سے قبل نداء دینا ہو گی لیکن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ مقرر نے تقریر لمبی کردی۔ چنانچہ تقریر کے معاً بعد جب نداء دینے لگا تو معلوم ہوا کہ حضور انور کا قافلہ پہنچا ہی چاہتا ہے۔ چنانچہ جب میں نصف تک پہنچا تو حضور انور میرے پیچھے کھڑے تھے۔ جب نداء ختم ہوئی تو حضور نے فرمایا ماشاء اللہ خواب دوسری مرتبہ پوری ہوگئی۔ الحمد للہ تعالیٰ

(اخبار روزنامہ الفضل مؤرخہ 6 جون 2003ء ص12)

مکرمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ حضور انورؒ گھر کے ملازمین سے بھی غیر معمولی حسن سلوک فرماتے۔ ان کا اتنا خیال رکھتے کہ بعض دفعہ بچپن کی نادانی کی وجہ سے ہمیں ان سے ایک طرح کا مقابلے کا احساس ہونے لگتا اور امی سے ابا کیلئے شکوہ کیا جاتا۔ امی ہمارے شکوہ پر ہنستی بھی تھیں اور سمجھاتیں بھی تھیں کہ دیکھو ابا جان ان کا اس لئے زیادہ خیال رکھتے ہیں کہ یہ مجبور لوگ ہیں ورنہ اپنا گھر چھوڑ کر دوسروں کے گھر میں رہنا کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ تمہارا تو اپنا گھر ہے جو دل چاہتا ہے کرتی ہو۔ مگر ان کو نجانے کس کس بات پر اور کتنی مرتبہ اپنے دل پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ بعض بچوں کو اپنے گھر میں رکھا اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت خود کی اپنے حسن سلوک کی وجہ سے دلوں میں اپنی ایسی محبت قائم کردی کہ پھر وہ اپنے پرانے

رشتہ داروں کو بھول کر حضور سے ہی تمام عمر کیلئے وابستہ ہو گئے۔

(رسالہ خالد۔ مارچ، اپریل۔ 2004ء ص 27)

محترمہ صاحبزادی صاحبہ موصوفہ مزید فرماتی ہیں:۔

حضور کی طبیعت شروع ہی سے بہت محبت کرنے والی اور بہت گہرائی میں جا کر دوسروں کا خیال رکھنے والی تھی۔ جس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل کے ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔

ہر سال اپنی زمینوں پر جامعہ احمدیہ کے ایسے طالبعلموں کی دعوت کا اہتمام کرتے جو باہر کے ملکوں سے حصول علم کیلئے اپنے گھر بار اور اپنے پیاروں سے دور رہنے پر پابند ہوتے۔ آپ کو اس بات کا بہت احساس تھا کہ یہ بالکل مختلف ماحول اور تمدن میں اپنے وطن سے مخصوص تفریحات اور دلچسپیوں کو مس (Miss) کرتے ہوں گے۔ چنانچہ اس دعوت میں آپ اس بات کا اہتمام کرتے کہ ان ملکوں کے روائتی کھانے بھی پکائے جائیں۔ ان علاقوں کی مختلف کھیلوں کے مقابلے بھی کرواتے اور خود بھی پوچھ پوچھ کر ان کھیلوں میں شامل ہوتے۔ ہر کھانا بھی ضرور چکھتے چاہے وہ کیسا ہی مختلف اور عجیب وغریب مزا رکھتا۔ بعض کھانوں کا ذائقہ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور کے اصرار کے باوجود ایک لقمہ بھی ہمارے لئے مشکل ہوتا۔ ان طالبعلموں میں زیادہ تعداد افریقین ممالک سے آئے ہوئے لڑکوں کی ہوتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ہمیں یہ دیکھ کر بے اختیار ہنسی آجاتی کہ ابا ان کے ساتھ مل کر کیسی عجیب وغریب کھیلوں میں حصہ لے رہے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ حصہ لے

رہے ہیں بلکہ کچھ دیر کیلئے محسوس ہوتا کہ ان میں سے ہی ایک ہیں۔

(سیدنا طاہر نمبر۔ رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 27)

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ شمالی انگلستان کی سیاحت کیلئے روانہ ہونے والے تھے کہ آپ کے حفاظتی عملے کے سربراہ میجر محمود احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضور جی چاہتا ہے کہ راستے میں جھیل ونڈرمیر (Windermere) پر رک کر گھنٹہ بھر کیلئے کشتی رانی کا لطف اُٹھایا جائے آپ کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔ چنانچہ میجر محمود احمد صاحب نے ربڑ کی کشتیاں جن میں ہوا بھری جاسکتی ہے کار کی ڈگی میں رکھ لیں۔

اتفاق کی بات ہے جب آپ کا قافلہ جھیل مذکورہ پر پہنچا تو انگلستان کا مشہور زمانہ روایتی موسم استقبال کیلئے موجود تھا۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ہوائیں چل رہی تھیں۔ اور طوفان بادو باراں میں مارے سردی کے برا حال ہو رہا تھا۔ یہاں تک کہ خود برطانوی زائرین اور چھٹیاں منانے والے بھی جھیل سے راہ فرار اختیار کر چکے تھے۔ جھیل کے قریب آپ کی کار رکی۔ ڈگی سے کشتیاں نکالی گئیں۔ ان میں ہوا بھری گئی تو آپ نے میجر محمود احمد صاحب سے فرمایا کہ جائیں اور میری بیگم کو اطلاع دیں کہ کشتیاں تیار ہیں۔ آپ چاہیں تو آسکتی ہیں۔

میجر صاحب سر سے پاؤں تک شرابور حضور کا پیغام لے کر پہنچے تو (حضرت) سیدہ بیگم صاحبہ کار میں بیٹھیں انتظار کر رہی تھیں۔ پیغام سن کر فرمانے لگیں: ''مکرم میجر صاحب! ہوش کے ناخن لو اس موسم میں جھیل میں جانے کی کون جرأت کر سکتا ہے؟'' لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور میجر محمود احمد نے نہ صرف اس موسم میں کشتی رانی کی جرأت کی بلکہ اس موسم سے محظوظ بھی ہوئے۔ مرحومہ اس واقعہ کو زندگی بھر لطف لے

لے کر بیان فرمایا کرتیں۔

(ایک مرد خدا۔ ص 414,415)

محترم پروفیسر محمد افضل صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

''خاکسار نے 36،35 سال سرکاری ملازمت کی محکمہ میں تقریباً سبھی جانتے تھے کہ میرا عقیدہ کیا ہے۔ ایک دو نے ڈنک مارنے کی کوشش کی مگر کبھی کوئی خاص پریشانی نہیں ہوئی۔ مگر وہ روز مختلف تھا جب ایک پریشانی پیدا کی گئی۔ ہوا یہ کہ کالج کے ایک جلسے میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا نام لئے جانے پر کچھ طلباء پروٹسٹ کے طور پر ہال سے باہر چلے گئے۔ ان کے لیڈر پروفیسر کو تقریر کا موقعہ ملا تو انہوں نے طے شدہ مسائل کو دوبارہ اٹھانے کا اعتراض کر کے طلباء کو مشتعل کرنا چاہا مگر میری موجودگی کی وجہ سے نعرہ نہ لگ سکا نہ شور شرابا ہوا۔ میٹنگ ختم ہوگئی میں اطمینان سے گھر چلا گیا۔ وہاں جا کے کچھ نعروں کی آوازیں سنیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ احمدیت کے خلاف بھی نعرہ لگایا گیا۔ لڑکے تو منتشر ہوگئے مگر میں پشیمان، نڈھال اپنے گھر کے برآمدے میں بیٹھ گیا۔ مجھے یہ احساس شدید تھا کہ یہ میری وجہ سے ہوا کہ احمدیت کے خلاف ایک آواز اٹھائی گئی آج تک کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ میرا غم شدید تھا میں نڈھال ہو کر ایک کرسی میں دھنس گیا۔ اور اللہ سے معافی مانگتا رہا۔ کہ ایک غیبی مدد آن پہنچی۔ ایک تسلی بلکہ ایک خوشی، ایک صاحب تشریف لائے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اسٹنٹ پرائیوٹ سیکرٹری ہیں اور پیغام لائے ہیں کہ حضور کا۔ ایک ارشاد۔ آپ کے بیٹے کیلئے حضور نے فلاں رشتہ تجویز کیا ہے۔ ''مجھے منظور ہے'' میرے منہ سے نکلا۔ نہ تفصیل معلوم کی نہ اتا پتا

پوچھا، جب ایک مہربان آقا نے تجویز کیا تو پوچھنا چہ معنی دارد اچھا ہی ہوگا۔ (اور الحمد للہ اچھا ہی نکلا) لیکن اہم بات یہ تھی کہ اطلاع مل رہی ہے تو کس وقت۔ جب کہ ایک شخص پریشان حال۔ افسردگی کا شکار غم سے نڈھال بیٹھا ہے۔ ایسے وقت میں امام وقت کا پیغام مل جائے۔ وہ بھی ایک مژدہ جانفزا ہو تو کہاں کا غم۔ کہاں کی پریشانی۔ دنیا ہی بدل جاتی ہے غم غائب خوشیاں ناچنے لگتی ہیں۔ کتنی بڑی بات ہے کہ رشتہ بھی تلاش کیا پھر اتنا کرم کیا کہ اپنے دفتر کے ایک افسر کو مامور کیا اور پھر پیغام پہنچتا ہے ایسے وقت جب کہ میں پریشان ہوتا ہوں۔

(الفضل 27 دسمبر 2003 ص 69)

''لطیف حسِّ مزّاح اور مزّاح کے پُر لُطف واقعات''

محترمہ سیدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ فرماتی ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی شخصیت کا ایک نہایت ہی پُر لطف اور دلچسپ رنگ جو اپنے اور غیر ہر ایک کو محظوظ کرتا وہ آپکی مزّاح کی عادت تھی۔ آپ نہایت لطیف مزّاح فرماتے۔ مزّاح آپ کے مزاج کا حصہ بھی تھا اور آپ بلا ارادہ مزاح اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو آرام پہنچانے کی غرض سے بھی کرتے۔ ایک مرتبہ تحریر فرمایا کہ حضرت مصلح موعود بھی اسی طرح ہلکے پُھلکے مزّاح سے اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو آرام پہنچایا کرتے تھے۔

(الفضل روزنامہ مورخہ 6 دسمبر 2003ء ص3)

آپ کی بڑی صاحبزادی محترمہ شوکت جہاں صاحبہ فرماتی ہیں:

''میں جب بھی ابا جان کے متعلق سوچتی ہوں تو حیران رہ جاتی ہوں اللہ تعالیٰ نے ابا جان کو کتنی ذہانت اور کس قدر شائستہ اور لطیف حسِ مزّاح سے نوازا ہے۔ اور کیسی شگفتہ اور باغ و بہار قسم کی طبیعت عطا کی ہے۔ آپ کی موجودگی میں آپ کو مسکراتے ہوئے چہرے ہی نظر آئیں گے۔ پاکیزہ قسم کی مزّاح تو آپ کی فطرت ثانیہ ہے۔''

آپ کی دوسری صاحبزادی محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ کہتی ہیں:۔

"آپ مذاق کرتے وقت بھی کبھی مبالغہ آرائی اور غلط بیانی سے کام نہیں لیتے اور مذاقِ مذاق میں بھی سچ کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔"

(ایک مردِ خدا صفحہ 219)

محترمہ امتہ القدوس شوکت صاحبہ فرماتی ہیں:

"آپ کا مسکراتا ہوا نورانی چہرہ پھولوں کی مہک سے لدا ہوا شفیق وجود نہایت ہی پیارا اور دل کو موہ لینے والا انداز تھا جب میرا چھوٹا بیٹا ہارون احمد پیدا ہوا تو ہم نے فون پر حضور سے اس کا نام تجویز فرمانے کے لئے درخواست کی آپ نے پوچھا پہلے بیٹے کا کیا نام ہے ابو نے بتایا موسیٰ احمد آپ نے بڑی محبت سے فرمایا کہ موسیٰ کا بھائی تو ہارون ہی ہو سکتا ہے۔ آپ کے وجود میں شفقت ہی شفقت پیار ہی پیار تھا۔ ایسی شخصیت صرف خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندوں میں ہی ہوا کرتی ہے۔ جس کی شفقت محبت کے ساتھ لطیف مزاح بھی شامل ہوتا ہے ایسی ہی شخصیت ہمارے آقا کی تھی۔ جلسہ سالانہ برطانیہ پر ابو کو لندن جانے کا موقع ملا ملاقات پر حضور نے ہم سب بہن بھائیوں کے لئے چاکلیٹس دیں اور پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے فرمایا کہ ان کی بیگم کے لئے بھی کچھ لے آئیں وہ غلطی سے پگڑی لے آئے آپ مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے ان کی بیگم پگڑی تو نہیں باندھتی ہوں گی۔ پھر آپ خود تشریف لے گئے اور اندر سے ایک بے حد خوبصورت آف وائیٹ سوٹ جس پر کڑھائی تھی لے آئے اور اپنے دست مبارک سے وہ سوٹ امی کے لئے تحفۃً دیا۔

(الفضل 31 مئی 2003 ص3)

محترمہ سیدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

حضورؒ لطیف مزاح کا لطف بھی بہت لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضورؒ کے پاؤں میں تکلیف ہے اگلے روز میں نے طبیعت پوچھنے کیلئے فون کیا اور اپنی خواب کا بھی ذکر کیا۔ فرمایا وہ تو کئی دن پہلے ہوئی تھی اب تو ٹھیک ہے۔ میں نے کہا ''اچھا پھر مجھے لیٹ اطلاع ملی ہے۔'' حضور اس بات پر بے ساختہ بہت ہنسے۔

حضورؒ کی تحریر بہت شگفتہ ہوا کرتی تھی۔ روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی بیان ایسا ہوتا کہ طبیعت اسے پڑھ کر خود بخود بشاش ہو جائے۔

(الفضل 6 دسمبر 2003ء ص 3)

ایک بار ایک دعوت کے موقع پر جو زردہ کھانے کے آخر میں پیش کیا گیا وہ کچھ زیادہ ہی پھیکا تھا۔ حضورؒ کو سویٹ ڈش میں تیز میٹھا بہت پسند ہوا کرتا تھا۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک لقمہ لیا تو کچھ مزا نہ آیا اتفاق سے اس وقت وہی رضا کار کھانا پکانے والے دوست سامنے نظر آ گئے آپ نے اشارے سے اس دوست کو بلایا اور پھر آپ کا مزّاح دیکھئے۔ آپ نے فرمایا کہ بھئی آج تو تم نے کمال کر دیا اور پچھلے سب ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ آج تو تم نے بڑی مہارت سے ایسا زردہ بنایا ہے کہ شوگر کا ہر مریض بغیر کسی تکلّف سے اسے کھا سکتا ہے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء، ص 303)

ایک دعوت کے موقع پر کھانے کے بعد آئس کریم آئی تو وہ کافی پگھلی ہوئی تھی۔ کچھ تو گرم موسم کی وجہ سے اور کچھ اس وجہ سے کہ غالباً کافی دیر پہلے فریزر سے نکال کر باہر رکھ دی گئی تھی۔ آئس کریم کا مزّہ تو تب ہی ہے جبکہ وہ ٹھنڈی ہو اور حضورؒ کو تو

یوں بھی آئس کریم اور مشروبات بہت ٹھنڈے پسند ہوتے تھے۔ آپ نے ذرا سی آئس کریم لی تو بہت بے مزہ سی لگی۔ اس پر آپ نے ڈیوٹی پر کھڑے ایک نوجوان کو اشارہ سے بلایا اور کہا کہ اندر کچن میں جا کر منتظمین سے پوچھو کہ کیا ان کے پاس ٹھنڈی آئس کریم ہے؟ نوجوان نے اندر جا کر یہ پیغام دیا تو سب اس پر لطف مزاح سے بہت لطف اندوز ہوئے اور فوراً ہی فریزر سے اسی وقت نکلی ہوئی آئس کریم کا ایک ڈبہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء، ص303)

صاحبزادی سیدہ شوکت جہاں صاحبہ فرماتی ہیں:۔

خاندان کے بعض بزرگوں سے بھی آپ کی چھیڑ چھاڑ جاری رہتی تھی آپکا نظریہ یہ تھا کہ ٹھیک ہے کہ بزرگ سن رسیدہ لوگ تھے اور ان کا ادب اور احترام ہم پر واجب تھا اور ہم انکا پورا ادب اور احترام کرتے ہیں لیکن بزرگ اور سن رسیدہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زندگی پھیکی اور بے کیف ہو کر رہ جائے۔ اچھا مذاق بہر حال اچھا اور پسندیدہ ہوا کرتا ہے۔ بڑے بوڑھوں کا بھی حق ہے کہ وہ بے ضرر اور معصوم قسم کے مذاق سے لطف اندوز ہوں۔

آپ مزید تحریر کرتی ہیں کہ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے کہ ابا جان ایک مرتبہ گھنی اور لمبی قسم کی دو مصنوعی داڑھیاں اور ساتھ داڑھیاں چپکانے کا مسالہ بھی لائے ان میں سے ایک داڑھی امی جان کو لگا دی اور دوسری ہماری بوڑھی انا کو۔ اور چہروں کو یوں رنگ دیا کہ پہچاننا ناممکن ہوگیا۔ دونوں کو سفید چادریں اوڑھا دیں اور ہاتھوں میں لمبے لمبے عصائے پیری تھما دیئے پھر یہ دونوں ریشائیل بزرگ اپنے عجیب

وغریب سفر پر روانہ ہو گئے اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے دروازوں پر باری باری دستک دینا شروع کی۔ ابا جان اور میں ہم دونوں ان کے ساتھ ساتھ لیکن چھپ کر سائے کی طرح ان کا پیچھا کرتے رہے۔ سب سے پہلے حضرت خلیفہ ثالث کی بڑی اور سن رسیدہ بہن کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ انہوں نے خود دروازہ کھولا۔ لیکن جب دیکھا کہ دو عجیب الخلقت پیران تسمہ پا ایک جناتی زبان میں ان سے مخاطب ہیں تو جھٹ سے کواڑ بند کر دئے۔ مارے ہنسی کے ہمارا برا حال ہو رہا تھا۔ ایک طرح کی ''قیامت صغریٰ'' برپا کرنے کے بعد یہ دونوں بوڑھے اگلے مکان پر جا دھمکے۔ ابا جان اور میں بدستور دبے پاؤں ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ اگلے مکان پر دستک دی گئی۔ اب کی بار پہلے سے بھی بڑھ کر دھماکہ خیز ردِ عمل ہوا۔ پھر کیا تھا ایک دروازے سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا دروازہ ہوتے ہوتے ان کا پیدا کردہ شور و غوغا بھی نئی نئی بلندیوں کو چھونے لگا۔ اور ان کی حرکات و سکنات بھی نئے سے نئے زاویوں سے روشناس ہوتی چلی گئیں اور ان میں نکھار آتا چلا گیا۔ عملی مذاق کا یہ سلسلہ رات گئے تک چلتا رہا یہاں تک کہ ہم سیر ہو گئے۔ اب ہم تھک چکے تھے اور ہمارے چھپنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں تھی چنانچہ ہم سب مل کر ابا جان اور میں دونوں ان نام نہاد ''بوڑھوں'' کے ہمراہ دوبارہ گھر گھر گئے لیکن ہمارے خاندان کے لوگوں کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ حقیقت نہیں تھی بلکہ ایک عملی مذاق تھا۔''

(ایک مردِ خدا 215، 216)

محترم چوہدری محمد عبدالرشید صاحب لندن اخبار الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 61 پر تحریر فرماتے ہیں:

کہ جب حضور بیمار ہوئے تو عاجز نے حضور کو ایک خط لکھا کہ حضور آپ کیلئے ''ڈھڈوں'' دعائیں نکلتی ہیں اور دل کی گہرائی سے آتی ہیں حضور نے جواباً تحریر فرمایا کہ ''آپ کی دعاؤں کا جزاکم اللہ احسن الجزاء آپ کا تو پیٹ بھی ماشاءاللہ کافی بڑا ہے میرے لئے کافی دعائیں نکلتی ہوں گی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

اس مضمون میں مزید ایک اور واقعہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری بیوی نے ایک اور ملاقات کے وقت حضور سے عرض کیا کہ ''رشید صاحب کی ایک شکایت کرنے آئی ہوں میں نے ان کو کہا ہے کہ آپ دفتر سے شام کو گھر آتے ہیں تو خالی ہاتھ، اس کے برعکس انگریز لوگ جب گھر آتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ ہوتا ہے جو وہ اپنی بیوی کو دیتے ہیں۔ یہ بات سن کر دوسرے دن رشید صاحب جب دفتر سے آئے تو ان کے ہاتھ میں گوبھی کا پھول تھا اور کہنے لگے ''دیکھو بی بی آج اس کو پھول سمجھ کر میز پر سنبھال کر رکھ دو کل اس کو گوبھی سمجھ کر پکا لینا''۔ حضور نے جب بات سنی تو بے اختیار ان کو ہنسی آ گئی اور فرمانے لگے کہ ''How sweet of him'' گویا کہ انہوں نے دونوں کام کر دیئے''

مکرم ملک جمیل الرحمٰن رفیق صاحب وائس پرنسپل سینئر جامعہ احمدیہ ربوہ تحریر فرماتے ہیں:

جو کام بھی آپ کے سپرد ہوتا، آپ نہایت سنجیدگی سے اسے انجام دیتے۔ مگر اپنی طبیعت کی شگفتگی کو برقرار رکھتے۔ 1960-61ء کی بات ہے، جماعت کی مجلس مشاورت میں سوال زیرِ بحث آیا کہ جامعہ احمدیہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے زندگیاں وقف کر کے آنے والوں کی تعداد بہت کم ہے، اور اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ جامعہ کی آخری کلاس میں صرف ایک ہی طالب علم ہے۔ وہ واحد

طالب علم خاکسار تھا۔ ان دنوں یہ طریق تھا کہ آخری کلاس کو شاہد پاس کر لینے کے بعد دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ایک حصہ صدر انجمن احمدیہ کا ہوتا اور ایک حصہ تحریک جدید انجمن احمدیہ کا۔ مجلس مشاورت میں یہ سوال پیش تھا کہ آخری کلاس میں ایک ہی طالب علم ہے۔ کیا اس کے دو ٹکڑے کیے جائیں تا کہ دونوں انجمنوں کو آدھا آدھا مربی مل جائے؟ اس پر سیدنا طاہر فوراً ایستادہ ہوئے اور برجستہ فرمایا: ''تین ٹکڑے کیے جائیں، ایک ٹکڑا وقف جدید کو بھی چاہئے !!''۔ اور تمام مجلس کشت زعفران بن گئی۔

(روزنامہ الفضل 12 اکتوبر 2003ء ص4)

محترمہ زکیہ فردوس کومل صاحبہ فرماتی ہیں:

ایک مرتبہ پیارے آقا ہمارے گھر تشریف لائے تقریباً ڈیڑھ پونے دو گھنٹے میرے بیڈروم میں تشریف فرما رہے اور ڈھیروں باتیں کیں بار بار مجھے کہتے بچیوں کی صحتیں بہت کمزور ہیں۔ میں نے کہا اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں پھر بچیاں بھی حضور کی انگلیاں پکڑ کر پھرتی رہیں۔ اور حضور بچیوں سے پیار بھری باتیں کرتے رہے۔ پھر حضور مجھے کہنے لگے فردوس میں نے تمہاری بچیوں سے پوچھا آپ کی امی کا کیا نام ہے ایک نے کہا فردوس۔ ایک نے کہا زکیہ ایک نے کہا امی کا نام امی ہے۔ سیرالیون میں عورتوں کے نام کے ساتھ ۃ لگاتے ہیں۔ عائشۃ، فاطمۃ، اسی طرح حضور فرمانے لگے تم بھی زکیۃ ہو میں نے کہا حضور نہیں میں پاکستانی ہوں بہت ہنسے۔ بہت ہی پیاری یادیں چھوڑ کر واپس آئے۔ (الفضل 11 دسمبر 2003ء ص3)

محترمہ ذکیہ فردوس صاحبہ مزید بیان فرماتی ہیں:۔

اگلے روز حضور مربی ہاؤس کے نئے کمپلیکس کے سنگِ بنیاد کیلئے تشریف

لائے تو جب سیدہ بیگم صاحبہ سنگِ بنیاد رکھ رہی تھیں تو بلاک بہت بھاری تھا حضور مجھے فرمانے لگے آپ ساتھ آئیں دونوں مل کر اٹھائیں پھر فرمانے لگے اب یہ دونوں کی طرف سے ہو گیا ہے۔ میرے پاس یہ یادگار تصویر بھی موجود ہے۔ پھر حضور ہمارے گھر وضو کیلئے تشریف لائے میں بھاگ کر تولیہ لینے گئی تو بچوں نے ہر طرف سے گھر کے دروازے بند کئے ہوئے تھے اِدھر سے اُدھر بھاگی حضور فرمانے لگے فردوس اپنے گھر کا راستہ بھول گئی ہو۔ میں نے کہا نہیں حضور بچوں نے دروازہ بند کر دیا ہے۔ بہت ہنسے۔

(11 دسمبر 2003ء، الفضل، ص3)

محترمہ امتہ القدوس شوکت صاحبہ بنت عبدالستار خان صاحب اس ضمن میں تحریر کرتی ہیں:

یہاں بھائی حمید کی کم گوئی کا ایک واقعہ یاد ہے۔ ایک مرتبہ بھائی حمید نے امی سے کہا کہ اگر آپ 10 منٹ کیلئے خاموش ہو جائیں تو میں آپ کو 5 پاؤنڈ انعام دونگا۔ حضور ہارٹلے پول آئے تو میں نے انہیں یہ بات بتائی۔ حضور نے ہنستے ہوئے برجستہ فرمایا: امی سے کہنا کہ حمید سے کہیں کہ تم 5 منٹ مجھے بول کر دکھا دو میں تمہیں 10 پاؤنڈ دونگی۔

حضور اکثر دلچسپ واقعات جن میں سے اکثر آپ کے بچپن کے ہوا کرتے تھے اور لطائف کھانے کی میز پر سنایا کرتے تھے۔ لطائف سنانے کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ کئی بار سنا ہوا لطیفہ بھی جب آپ سناتے تو ہنس ہنس کر برا حال ہو جاتا۔ کھانے کی میز بسا اوقات کشت زعفران بنی ہوتی۔

(الفضل 6 دسمبر 2003ء ص4)

خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

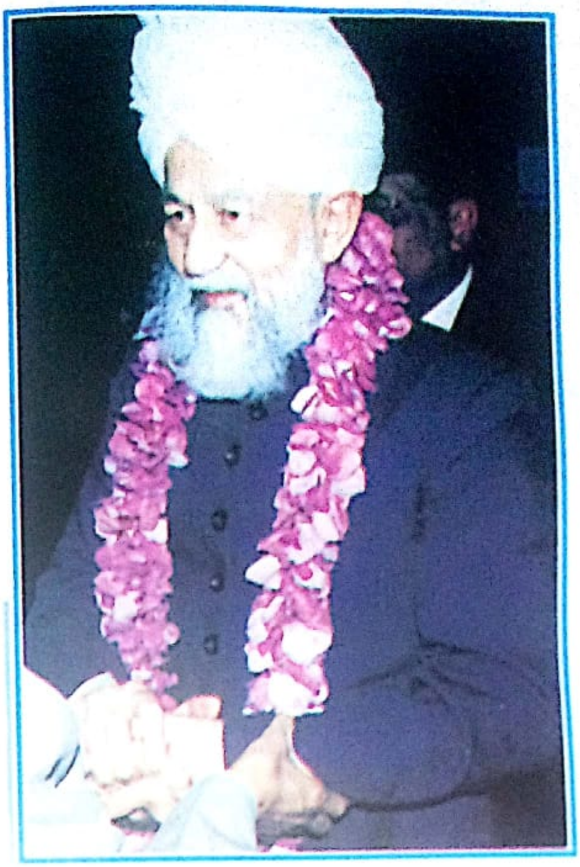

ایک موقعہ پے ملاقات پروگرام کے دوران مزاح کی ایک بات کے بعد حضور رحمہ اللہ تعالیٰ یکا یک سنجیدہ ہو گئے اور نہایت ہی پُر درد آواز میں فرمانے لگے کہ "یاد رکھیں جو بات بھی میں کہتا ہوں وہ با معنی ہوتی ہے یہاں تک کہ جب میں کوئی مزاح یا لطیفے کی بات بھی کہتا ہوں تو اُس کو بھی ایک خاص مقصد کے لئے کہتا ہوں۔ آپ کو وہ پیغام سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے جو میں آپ کو پہنچانا چاہتا ہوں"۔

(سیدنا طاہر نمبر رسالہ خالد، مارچ واپریل 2004ء)

درگذر

مکرم ضیاء الرحمٰن صاحب وقف جدید تحریر کرتے ہیں:

ایک ضرورت مند میاں صاحب کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ مجھے اتنی رقم کی ضرورت ہے۔ اس پر میاں صاحب نے چٹ پر لکھ کر اسے میری طرف سے بھجوادیا۔ کہ اس کی اتنی مالی امداد کردو۔ اس شخص نے راستہ میں اس چٹ پر لکھی ہوئی رقم تبدیل کر کے زیادہ رقم لکھ دی۔ اس پر مجھے کچھ شک گذرا۔ چنانچہ میں میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میاں صاحب یہ رقم آپ نے لکھی ہے۔ دیکھ کر فرمانے لگے نہیں۔ میں نے تو اس قدر نہیں لکھی اس نے خود ہی اضافہ کر لیا ہے۔ لیکن اب جتنا اس شخص نے لکھ دیا ہے اتنا ہی رہنے دو ہو سکتا ہے کہ اسے اتنی ہی رقم کی ضرورت ہو۔

(رسالہ خالد اپریل، مارچ 2004ء ص 171)

محترم عبد الغنی جہانگیر صاحب تحریر کرتے ہیں:

ایک مرتبہ حضور رحمہ اللہ سے ایک احمدی بھائی کی ملاقات میں خاکسار بھی شامل تھا جو اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا جب اس نے حضور انور رحمہ اللہ کو یہ بتایا کہ حضور! میں اپنے فرائض کو پوری طرح ادا نہیں کر سکا اور اس کی وجہ میری بہت سی کوتاہیاں ہیں۔ میں وہ نہیں کر سکا جو آپ مجھ سے چاہتے تھے۔ براہ کرم مجھے معاف کردیں۔ اس پر حضور بھی آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا: ''ٹھیک ہے میں نے آپ کو لوگوں سے معاملات کرتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے اندر تقویٰ پایا ہے۔ تقویٰ ہی ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور میں بھی اسی وجہ سے آپ سے محبت

رکھتا ہوں۔ میں آپ کیلئے دعا کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 149)

مکرم منظور احمد سعید صاحب وقف جدید تحریر کرتے ہیں:

ایک دفعہ کسی کام سے آپ نے مجھے فیصل آباد بھیجا۔ کوئی تحریر تھی جو کسی کو ٹیلی فون پر پڑھ کر سنانی تھی۔ فرمایا: آپ جب بھی آئیں مجھے ضرور بتائیں۔ میں رات دس بجے کے قریب واپس آیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو پوچھا آ گئے ہیں۔ اندر آ جائیں۔ اور بتائیں کام ہو گیا میں نے عرض کی کہ لائن کٹ گئی تھی۔ اس لئے پوری عبارت نہیں پڑھ سکا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جلدی جلدی پڑھ دیتے۔ اور یہ کہتے ہوئے آپ کے چہرے پر غصے کے آثار تھے۔ میں نے عرض کی کہ میاں صاحب میں نے بڑی نیک نیتی سے کام کیا ہے اور ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا اگر لائن کٹ گئی تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میرے یہ کہنے کی دیر تھی کہ میں نے ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا۔ میاں صاحب نے اسی وقت خادمہ کو جگایا اور کھانا تیار کروایا اور فریج سے آم اور کباب لا کر مجھے دیئے۔ میں حیران تھا کہ یہ کیسا پیارا وجود ہے کہ جو کام میرے سپرد ہوا تھا وہ میں کر بھی نہیں سکا لیکن میرے اتنا کہنے پر کہ ابھی تک کھانا بھی نہیں کھایا کس طرح پیار سے مجھے کھانا کھلا رہا ہے۔ آپ نے مجھے کھانا کھلایا اور پھر گھر جانے کی اجازت دی۔ (رسالہ خالد۔ مارچ، اپریل 2004ء ص 174)

مکرم عبدالصمد قریشی صاحب تحریر کرتے ہیں:

یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب رحمت بازار (غلہ منڈی کے شمالی جانب ریلوے لائن کے ساتھ ایک وسیع میدان ہوا کرتا تھا۔ آج کل تو وہاں محکمہ ریلوے کی

جانب سے بڑے بڑے گودام بن چکے ہیں۔ ان دنوں خصوصاً شام کے وقت اس میدان میں کافی رونق ہوا کرتی تھی۔ میدان کے درمیان میں والی بال کا گراؤنڈ تھا اور وہاں پر ربوہ کے بہترین کھلاڑی اپنی مہارت کے جوہر دکھایا کرتے تھے۔ کھیل کے بہت سے شائقین جن میں اکثریت بزرگوں کی ہوا کرتی تھی ان کے کھیل سے سے لطف اندوز ہوا کرتی تھی۔ اسی گراؤنڈ سے ملحقہ شمال کی جانب واقع باسکٹ بال گراؤنڈ پر ہم کھیلا کرتے تھے۔ ان دنوں ربوہ کے تقریباً ہر محلّہ میں باسکٹ بال بہت شوق سے کھیلا جاتا تھا۔ شائقین کی خاصی تعداد کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کیلئے گراؤنڈز کے پاس موجود ہوتی تھی۔ اور یہ ہم لوگوں کی انتہائی خوش نصیبی تھی کہ مرزا طاہر احمد صاحب جو کہ ان دنوں میاں صاحب تھے عموماً وہاں سے گزرتے ہوئے کچھ دیر کیلئے وہاں پر رکتے۔ سائیکل ایک جانب کھڑی کرتے اور خصوصاً ہم لوگوں کو شاید اس لئے بھی کہ ہم لوگ اطفال تھے کھیلتے ہوئے دیکھتے اور ایک خوبصورت اور مشفقانہ مسکراہٹ ہمیشہ آپ کے لبوں پر رہتی۔ دراصل آپ سائیکل پر موجودہ طاہر آباد کی جانب واقع اپنی زمین پر جایا کرتے تھے اور ہماری گراؤنڈ راستے میں تھی۔ اس لئے آپ وہاں لازماً رکا کرتے تھے۔ آپ کے پیارے اور مبارک وجود کی وہاں موجودگی ہمارے لئے بہت حوصلے اور تقویت کا باعث بنتی۔ اور ہمارے کھیل میں نکھار پیدا ہوتا گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اب ہم حضور کی وہاں موجودگی کے اتنے عادی ہو چکے تھے کہ کھیلتے ہوئے ہمیں سب سے زیادہ انتظار آپ ہی کا رہتا کہ آپ کب تشریف لائیں گے اور یقیناً آپ کو ہماری اس بے تابی اور محبت کا احساس تھا۔ بہت کم ایسا ہوا کہ آپ وہاں سے گزرے ہوں اور ہمارا کھیل دیکھنے کیلئے کھڑے نہ ہوئے ہوں۔

ایک دن دوران کھیل پوائنٹس کے سلسلہ میں ہم کھلاڑیوں کی آپ میں تلخی ہوگئی اور نا سمجھی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کافی دیر تک کھیل رکا رہا اور ہم لوگ آپس میں الجھے رہے اس وقت کسی کو یہ احساس نہ ہوا کہ حضور گراؤنڈ سے کچھ فاصلے پر اس روز بھی کھڑے تھے۔ اور ہمارے اس جھگڑے سے دلبرادشتہ سے ہوکر اچانک اپنا سائیکل لئے وہاں سے چلے گئے۔ اسی لمحے ہم سب کو اپنی حماقت اور غلطی کا شدید احساس ہوا اور ہم سب نے مل کے طے کیا کہ اگلے ہی روز سب سے پہلے آپ سے اپنی اس غلطی کی معافی مانگیں گے۔ اور اگلے روز واقعۃً ثابت ہوگیا کہ حضور ہم سے ناراض ہیں۔ کیونکہ آپ آئے تو ضرور مگر وہاں ہمارے گراؤنڈ کے پاس نہ رکے بلکہ اس روز آپ والی بال کی گراؤنڈ کی جانب کھڑے ہو گئے اور ہم لوگ اپنی گراؤنڈ میں پریشان کھڑے تھے۔ بہرکیف ہم سب لڑکے تیزی سے آپ کے قریب پہنچ کر خاموشی سے سر جھکا کر کھڑے ہوگئے شرمندگی کے عالم میں ہم میں سے کسی کی زبان سے کوئی لفظ ادا نہ ہو رہا تھا۔ لیکن ہماری اس کیفیت کو حضور نے کمال شفقت اور محبت کے ساتھ بھانپتے ہوئے ہمیں نہ صرف معاف فرما دیا۔ بلکہ ہماری خواہش پر آپ نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا۔ تب ہم نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگی۔ آپ نے بڑے دردمندانہ انداز میں ہمیں یہ فرمایا کہ:

''میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ہمارے احمدی بچے آپس میں یوں لڑ سکتے ہیں آپ سب نے تو مل جل کر انتہائی پیار کے ساتھ دنیا کے دلوں کو جیتنا ہے۔''

اس واقعہ کے بعد حضور پھر پہلے ہی کی طرح دوبارہ ہمارے کھیل کود دیکھنے کیلئے اپنی مخصوص مشفقانہ مسکراہٹ لئے آتے رہے اور یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہا۔

(الفضل یکم دسمبر 2003ء ص5)

محبت اور ہمدردی

آپ کی ایک صاحبزادی محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

ابا کی شخصیت اتنی ہمہ گیر تھی کہ مجھے ایک قسم کی بے بسی کا احساس ہو رہا ہے۔ کہ میں آپ کی ذات کا کون سا پہلو بیان کروں اور کونسا چھوڑوں ایک انتہائی پیار کرنے والا ہمدرد دل خدا نے آپ کو دیا تھا۔ جو ہر کمزور کی تکلیف پر نہ صرف تڑپ اٹھتا تھا بلکہ اسے دور کرنے کی بھی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ یہ دل غرباء کی محبت اور ہمدردی سے لبریز تھا۔ ان کمزور عورتوں کیلئے بھی آپ کے دل میں ایک خاص تڑپ تھی جو معاشرے کے ظلم وزیادتی کا شکار ہوتی تھی۔ ہر بے بس اور لاچار مریض بھی آپ کو بے چین اور بے قرار کر دیتا تھا اور یہی بے قراری ان کیلئے مسیحائی کا پیغام بن جاتی تھی۔

غرباء سے آپ کو شروع ہی سے ایک پیار بھرا لگاؤ اور ہمدردی تھی۔ آپ ان سے بے حد شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ بعض دفعہ غریبوں کی ہمدردی ہمارے دلوں میں پیدا کرنے کیلئے اپنے ساتھ ان کے گھروں میں لے کر گئے اور ہمیں سمجھایا کہ دیکھو یہ وہ کمزور لوگ ہیں جو ہماری طرح کے ہی انسان ہیں۔ وہی خدا ان کا خالق ہے جس نے ہمیں بھی پیدا کیا ہے۔ مگر ان کی محرومیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ان سے بہتر نہ سمجھنا ہی اللہ تعالی کی خوشنودی کا موجب بن سکتا ہے۔ جن نعمتوں سے خدا نے ہمیں نوازا ہے ان کا بھی ان نعمتوں میں ایک حق سمجھو۔ ''اللہ تعالی نے ہماری املاک میں ضرورتمندوں کیلئے حق کا لفظ استعمال کیا ہے حصے کا نہیں۔'' لندن آنے کے بعد

جب بھی پاکستان گئی حضور نے مجھے بعض گھروں میں جانے کی خاص طور پر ہدایت دی اور ان کیلئے تحائف بھجوائے ۔ میں خود انہیں جانتی بھی نہیں تھی اور یہ ایسے لوگ ہوتے تھے جو بعض وجوہات کی بناء پر ابا کی ہمدردی اور پیار کے مستحق بن جاتے تھے ۔ خلافت کے بعد ابا نے تو ہر احمدی سے بے اندازہ محبت کی ۔ امی نے مجھے ایک دفعہ بتایا کہ تمہارے ابا روزانہ اس طرح رو رو کر اور تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتے ہیں کہ مجھ سے کئی دفعہ برداشت نہیں ہوتا دل چاہتا ہے کہ ان کو روک دوں کہ اپنی جان پر اتنا بوجھ نہ لیں (اور یہ گریہ وزاری رات گئے تنہائی میں خدا کے حضور ہوتی)

(الفضل 27 ستمبر 2003 سالانہ نمبر ص 47)

محترم پیر افتخار الدین صاحب تحریر کرتے ہیں :

حضورؒ نہایت غریب نواز تھے آپ کے پاس جو کوئی غریب جاتا اس کو اسی نظر سے دیکھتے جیسے امیر کو آپ کی شفقت کا ایک نہایت دلفریب واقعہ یہ ہے کہ ایک صوفی خدا بخش صاحب وقف جدید میں ہوا کرتے تھے ان کو ایک دفعہ خواب آئی ۔ کہ ان کی شادی ہوئی ہے اور ولیمہ ہو رہا ہے ۔ حضورؒ نے خاکسار کو بلایا اور فرمایا کہ گوشت اور زردے کی دیگیں پکاؤ ۔ اس طرح آپ نے نہایت شفقت کرتے ہوئے دعوت کا انتظام کیا ۔ اور کہا کہ یہ خدا بخش کا ولیمہ ہے ۔

(رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر ۔ مارچ ، اپریل 2004 ص 320)

عملہ پر شفقت و محبت کا ایک نادر واقعہ

مکرم و محترم مسعود احمد دہلوی صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

یورپ کے ایک سفر کے دوران حضور آسٹریا کی انسبروک ویلی بھی دیکھنے تشریف لے گئے۔ قیام فرمایا۔ ویلی کے ایک پہاڑی گاؤں کے ایک ہوٹل میں ہوٹل کے مالک نے ایک بڑا کمرہ بلامعاوضہ نمازوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں ہمارے لیئے وقف کردیا۔ ہوٹل میں قیام کے آخری روز عملہ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ گاؤں کی دکانوں میں سوئیٹرز بہت عمدہ اور خوبصورت مل رہے ہیں اور ہیں بھی نسبتاً کم قیمت پر دستیاب اگر اجازت ہو تو عملہ کے ارکان بازار جا کر اپنی ضرورت اور پسند کے مطابق سوئٹر خرید لائیں۔ اجازت ملنے پر سب اپنی دانست میں اچھے سے اچھے سوئٹر خرید لائے عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد حضور نے باتوں ہی باتوں میں فرمایا۔ سب اپنے اپنے خرید کردہ سوئٹرز لا کر دکھائیں۔ ذرا ہم بھی سب کی نظر انتخاب اور پسند کا جائزہ لیں۔ سب اٹھے اور گھڑی کی چوتھائی میں سوئٹرز لے کر حاضر ہوگئے۔ حضور نے ایک ایک سوئٹر کو ہاتھ میں لے کر اس کی اون کی کوالٹی نرماہٹ عمدگی، اور صفائی کو جانچا۔ اور ہر ایک پر بار بار ہاتھ پھیر پھیر کر اسے برکت بخشی سوائے ایک سوئٹر کے۔ حضور نے سب سوئٹر پسند فرمائے اور اس ایک سوئٹر کے متعلق (جسے ایک صاحب نے اپنی بچی کیلئے خریدا تھا) فرمایا۔ اس کا رنگ اور ڈیزائن تو ایسا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ یہ یورپ کی کسی دکان سے نہیں لاہور کے کسی لنڈا بازار سے خریدا گیا ہے۔ اسے واپس کر کے اچھے ڈیزائن اور اچھے رنگوں والا سوئٹر لایا جائے تاکہ جس بچی کیلئے یہ خریدا جائے اس کا دل میلا نہ ہو۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے عرض کیا۔ دکانیں تو سرِشام ہی بند ہوگئیں تھیں اب وہ کل نو بجے کھلیں گے اور حضور نے کل صبح آٹھ بجے یہاں سے روانگی کا حکم دے رکھا ہے۔ اس پر اس محبت وشفقت کے

پیکر نے فرمایا ہم کل دکانیں کھلنے اور نیا سوئٹر خریدے جانے اور پسند کئے جانے کے بعد روانہ ہوں گے۔ اگر یہ سوئٹر گیا تو بچی کا دل میلا ہوگا اور وہ سوچے گی۔ ابا یورپ سے سوئٹر لائے بھی ہیں ایسا گھٹیا کہ اس جیسے سوئٹروں کے لنڈا بازار میں ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں روانگی کا وقت ایک گھنٹہ بڑھا دیا گیا۔

(الفضل۔ 27 دسمبر 2003ء ص 50)

مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ U.K تحریر فرماتے ہیں:

حضورؒ کی شفقت کا ایک یہ بھی انداز تھا کہ جب کبھی ملاقات کیلئے حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ضرور کھڑے ہو کر ملتے اور اکثر گلے لگا لیتے۔ حضورؒ مہمانوں کا بہت خیال رکھتے ایک دفعہ حضورؒ کو رپورٹ ملی کہ تبشیر کے مہمانوں کو کھانا ٹھیک طریق سے نہیں مل سکا چنانچہ اس پر حضورؒ نے فرمایا ان سب کیلئے سپیشل مچھلی تیار کروائی جائے۔ اور وہ جہاں سے بھی ملے مہیا کی جائے۔ چنانچہ کافی کوشش سے تین چار سو کے قریب مہمانوں کو ہم نے مچھلی پیش کی تو حضور بہت خوش ہوئے۔

(رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر۔ مارچ، اپریل 2004ء ص 228)

مکرم رفیق احمد حیات صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک دفعہ جلسے کے دنوں میں اسلام آباد سیر کے دوران حضور نے ایک سکول کی گراؤنڈ کو دیکھا جسے گاڑیوں کی پارکنگ کیلئے مخصوص کر رکھا تھا۔ اس میں لوگوں نے بہت گند پھینکا ہوا تھا۔ اس پر حضور نے مجھے فرمایا کہ اس کی جلد از جلد صفائی کروائیں۔ چنانچہ میں نے خدام کو بلایا اور انہوں نے بڑی جلدی اس کی صفائی کردی۔ بعد میں حضور نے مجھے کسی اور کام کیلئے بلوایا تو فرمانے لگے کہ صفائی

کا کیا بنا؟ میں چونکہ جاتے ہوئے دیکھ گیا تھا۔ حضور وہ تو ہو گیا۔ آپ نے اس وقت مجھے کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن بعد میں مجھے پتہ چلا کہ اگلے جمعہ میں حضورؒ نے اس کا ذکر خطبہ میں فرمایا۔

(رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر۔ مارچ، اپریل 2004ء ص 228)

فون پر حال پوچھتے

محترم پیر محمد عالم صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

تین چار سال تک ملاقاتوں کی لسٹیں میں ہی تیار کرتا تھا۔ اور جب حضور دفتر تشریف لاتے تو صبح کی اخبار کے ساتھ منظوری کیلئے دفتری اور عام ملاقاتوں کی لسٹیں پیش کر کے منظوری حاصل کرتا۔ بعض دفعہ جب میں بیمار ہو جاتا تو حضور فون پر میرا حال دریافت فرماتے اور ہدایات دیتے کہ فلاں فلاں دوائی کھاؤ۔ پھر اگر میری بیماری کے دوران حضور دورہ پر ہوتے تو وہیں سے ڈاکٹر مجیب الحق صاحب کو تاکیداً پیغام بھجواتے کہ احتیاط سے علاج کریں اور اگر ضرورت ہو تو ہسپتال میں داخل کرائیں۔

جب صبح حضور دفتر تشریف لاتے تو آپ کا اکثر یہ معمول تھا کہ مجھے بلا کر پاس بٹھا لیتے اور میری ملازمت کے زمانہ کے حالات دریافت فرماتے میرا جواب ہمیشہ یہ ہوتا کہ مجھے جو مزہ زندگی وقف کرنے کے بعد حضور کی قربت میں خدمت کرنے کا حاصل ہوا ہے اس کا ملازمت کے زمانہ سے کوئی مقابلہ نہیں۔

(الفضل 10 دسمبر 2003)

مکرم پیر محمد عالم صاحب مزید تحریر کرتے ہیں:۔ ایک دفعہ حضور جرمنی میں تھے وہاں خطبہ جمعہ میں شہدائے قادیان کا ذکر فرمایا میرا چھوٹا بھائی پیر سلطان عالم نائب ناظر ضیافت قادیان بھی وہاں 1947ء میں شہید ہوا تھا وہاں بھی خطبہ جمعہ میں میرے بھائی کے ذکر کے بعد پھر میرا ذکر فرمایا کہ ان کے بڑے بھائی میرے ساتھ وہاں دفتر میں کام کرتے ہیں۔ وقت کے انتہائی پابند ہیں اور میں جب بھی انہیں بلاؤں وہ موجود ہوتے ہیں۔

(الفضل 10 جون 2003ء)

محترمہ ناصرہ یٰسین صاحبہ تحریر کرتی ہیں کہ میری خواہش تھی کہ میری شادی ایک واقف زندگی سے ہو۔ اس پر میرے والد محترم نے حضور انور کو خط لکھا۔ حضور نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور مکرم یٰسین ربانی صاحب مربی سلسلہ کا رشتہ تجویز فرمایا۔ نکاح کے موقعہ پر دعا میں بیت مبارک میں حضور انور بنفس نفیس شامل ہوئے اور شادی والے دن میرے بڑے بھائی جان مکرم اعزاز رسول صاحب کے ہاتھ مجھے شادی کا تحفہ بھی دیا۔ جس میں ایک عدد ساڑھی اور پرفیوم اور پانچ رومال تھے۔

اور مجھے اس بات پر فخر تھا کہ صرف مجھے ہی سب بہنوں میں سے شادی کے موقع پر تحفہ دیا ہے۔

شادی کے بعد میں اپنے میاں کے ساتھ حضور سے ملاقات کیلئے گئی۔ تو اس موقع پر میں نے خود موتیے کے پھولوں کے ہار بنا کر حضور انور کی خدمت میں پیش کئے اور حضور کے گلے میں ڈالے۔ حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہار تو میں نے آپ کو دینے تھے پھر ان ہاروں کو گلے سے اتار کر ان کو الگ الگ کیا اور ان میں سے ایک

ہار مجھے دیا اور ایک میرے میاں کو پہنایا اور ایک حضور نے خود گلے میں [illegible]
اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت اچھا وقف زندگی شوہر دیا ہے میں نے کہا کہ حضور [illegible]
اچھی حضور مسکرائے اور فرمایا آپ اچھی تھیں تو اللہ نے آپ کو وقف زندگی شوہر بھی
اچھا دیا ہے پھر ہم نے حضور کو مٹھائی کا ڈبہ پیش کیا اور آپ نے اسی وقت اس کو کھولا
ہمیں بھی مٹھائی کھانے کیلئے دی اور خود بھی ہمارے ساتھ کھائی۔ مجھے ہمیشہ حضور کی یہ
چھوٹی چھوٹی باتیں جو کہ گہری محبتوں پر مشتمل تھیں یاد آتی ہیں۔

(الفضل جون 2003ء)

محترم پروفیسر محمد افضل صاحب لکھتے ہیں:

"حضور شفیق بھی اور ہر کس و ناکس کی مدد کو تیار بھی۔ سو میں نے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (اس وقت انہوں نے قبائے خلافت نہیں پہنا تھا) کا دروازہ جا کھٹکھٹایا ایک محبت بھرا ہاتھ آگے بڑھا۔ اس ناواقف کا بڑی گرمجوشی سے استقبال ہوا۔ حرف مدعا زبان پر آیا تو لفظی ہمدردی نہیں بلکہ اس مشکل کا عملی حل تلاش کرنے کے عزم کا اظہار ہوا۔ کیسے ہو سکے گا یہ مشکل کام؟ مجھے کچھ سوجھ نہیں رہا تھا۔ لیکن ایک مہربان ایک شفیق ایک ہمدرد آقا کی مسکراہٹ ایک گونا تسلی دے گئی۔ پھر میں تو بھول گیا۔ لیکن وہ جو ہر کس و ناکس ہر خاص و عام کا خیال رکھنے والے ہر ایک کا بوجھ اٹھانے والے اور ہر ایک کی مشکل کو اپنی سمجھ کر حل کرنے والے انہوں نے نجانے کس لیول تک جا کے بات کی کہ ایک روز مجھے سرکاری چٹھی ملی۔ مشکل حل ہو چکی تھی۔ اس روز جب میں اپنے دفتر سے گھر جا رہا تھا تو اس روز میرا سر اللہ کے حضور اتنا جھکا ہوا تھا کہ اٹھ نہیں سکا۔ لب پہ اس کی حمد اور دل سے پھوٹتی ہوئی اس مہربان آقا کیلئے دعائیں

آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت میں ٹپک پڑیں اور اتنا بڑا کام انہوں نے یاد بھی رکھا اور اس کیلئے دوڑ دھوپ بھی کی ہوگی مگر پھر اشارۃً بھی ذکر نہ کیا نہ احسان جتلایا۔ کتنے مشفق لوگ کتنے پیارے انسان دوسروں کی مشکل کو اپنی مشکل سمجھنے والے دوسروں کے مسئلے اپنے سمجھ کر سلجھانے والے ایک انجانے کو اپنا سمجھنے والے، کتنے پیارے، کتنے اچھے انسان کیوں نہ دعائیں نکلیں ایسی نافع الناس وجود کیلئے اس شفیق ہستی اس محسن انسان کیلئے میں تو اس محسن کا کما حقہٗ شکریہ بھی ادا نہ کرسکا۔ مگر وہ مہربانیاں کرتے رہے اور شفقتیں فرماتے رہے۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص69)

اہل بوسنیا سے پیار

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن تحریر فرماتے ہیں:

یہ ان دنوں کی بات ہے جب بوسنیا پر ظلم اور بربریت کے بادل چھائے ہوئے تھے اور مظلوم بوسنین لوگ اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں پناہ لینے پر مجبور تھے۔ بوسنین لوگوں کی ایک کثیر تعداد انگلستان میں بھی آئی۔ ان دنوں میں حضور نے ان لوگوں کے حق میں دعا کرنے کی ساری جماعت کو تحریک فرمائی نیز یہ ہدایت بھی فرمائی کہ ان مظلوم مسلمان لوگوں کی ہر ممکن مدد کی جائے اور یہ مدد انسانی ہمدردی کے خالص جذبہ کے ساتھ ہو کوئی اور غرض ساتھ شامل نہ ہو۔ اس ہدایت پر لبیک کہتے ہوئے ساری دنیا کے احمدیوں نے اپنے اپنے ملک میں ان مظلومین کی بھرپور مدد کی۔ برطانیہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی احباب نے اس سلسلہ میں خوب

مددکی آپ فرماتے ہیں کہ کچھ بوسنین آپ سے ملنے تشریف لائے جوظلم وستم کے شکار ہوکر خستہ حالت کو پہنچ گئے تھے حضورؒ نے اُن سے نہایت شفقت بھرا سلوک فرمایا بہت پیار کی نگاہوں سے دیکھا انہیں کھانے اور مٹھایاں پیش کیں اور اپنے پرانے اور نئے کپڑے اس کثرت سے تقسیم فرمائے کہ میرا اندازہ ہے کہ حضور کے کپڑوں کی الماری گرم کپڑوں سے خالی ہوگئی میرے اس تاثر کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ میں نے یہ نوٹ کیا کہ اس واقع کے بعد تقریباً دو ماہ تک حضور نے صرف وہی ایک اچکن ہی ہر روز استعمال فرمائی جو اس روز حضور نے پہنی ہوئی تھی آج بھی اس واقع کو یاد کرتا ہوں تو وفودِ جذبات سے میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 44,43)

احباب جماعت سے اظہار محبت کا ایک واقعہ

محترم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

خون کی بند نالی کھولنے کی وجہ سے ایک گھنٹہ تاخیر ہوگئی تو حضور نے پوچھا آپریشن کا وقت ہوگیا کہا گیا تھوڑی تاخیر ہے۔ ساتھ یہ بھی آپ کو بتایا گیا کہ جماعت دعائیں بھی کررہی ہے۔ یہ سنتے ہی حضور کی آنسوؤں کی اسی طرح جھڑی لگ گئی جس طرح ندی بہنی شروع ہوجاتی ہے اور آنسو اتنے بہے کہ ہچکی بندھ گئی۔ اس دوران حضور کے بچے بھی پاس تھے۔ ڈاکٹر نوری صاحب کو خوف دامنگیر ہوا کہ ابھی آپریشن ہونا ہے کہیں اس کیفیت کا اس پر کوئی منفی اثر نہ پڑے۔

حضور نے پوچھا کہ احباب جماعت کو کس طرح پتہ چلا ہے کہ آپریشن

ہونے والا ہے۔ تو ذکر ہوا کہ M.T.A پر اعلان ہو رہے ہیں۔ حضور ناسازی طبع کی وجہ سے ٹیلی وژن نہیں دیکھ رہے تھے۔ حضور کو اس بات کا بے انتہا دکھ تھا کہ احباب جماعت کو میری وجہ سے اس قدر تکلیف ہو رہی ہے۔ اس بات کا دکھ نہیں تھا کہ اس قدر پیچیدہ آپریشن ہے اور اس کا نتیجہ میرے لئے کیا نکلے گا۔ بلکہ دکھ تھا تو جماعت کے غم کا۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 78)

مکرم و محترم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''جس روز حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ہسپتال سے گھر واپس تشریف لائے اسی رات میں نے واپس پاکستان آنا تھا تو میں اجازت لینے کیلئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؒ نے فرمایا ذرا بیٹھو میں نماز ادا کر لوں تو میں نے کمرہ کے باہر بیٹھ کر انتظار کیا۔ حضورؒ نے دس پندرہ منٹ میں نماز پڑھی اس کے بعد جب میں حضور کے کمرہ میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور رحمہ اللہ کا چہرہ سرخ تھا۔ آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ اور آنکھوں میں وہ نمی تھی جس کو حضورؒ لوگوں سے چھپایا کرتے تھے۔ اور حضورؒ کے چہرے پر تشکر کا جذبہ غالب تھا۔ اس بات کا اندازہ شاید حضور کو خود تھا یا پھر دیکھنے والا بتا سکتا تھا اور میں اس بات کا اندازہ اس لئے بھی خاص طور پر کر سکتا تھا کہ ان بیماری کے دنوں میں کئی کئی گھنٹے حضورؒ کے پاس خادم کے طور پر بیٹھا رہا اور اس بات کا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا۔ کیونکہ آپریشن کے وقت کی اور بعد کی تمام کیفیات میں حضورؒ پر خدا کے شکر کا جذبہ ہی غالب تھا۔ اور دوسرا اس جماعت کیلئے شکر کا احساس بھی تھا جو دن رات تڑپ تڑپ کر اپنے پیارے آقا کیلئے دعائیں کر رہی تھی۔ اور صدقات

دے رہی تھی۔

اس بات کا اتنا اثر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ پہ ہوتا تھا کہ کئی مرتبہ کئی منٹ اور کئی کئی گھنٹے خاموش ہوتے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے کیونکہ آپ کی طبیعت میں یہ بات داخل تھی کہ جماعت کے لوگ ان کیلئے جو دعائیں کر رہے ہیں، جو صدقات دے رہے ہیں، تو اس کو وہ احسان سمجھتے تھے اور کسی معمولی سی بات پہ حضور بہت جلد احسان مند ہو جایا کرتے تھے۔ ایک طرف تو جماعت کے کروڑوں لوگ جو حضورؒ کیلئے مسلسل دعائیں کر رہے تھے اور دوسری طرف یہ عالم تھا کہ ان چاہنے والوں کی دعاؤں کے نتیجہ میں ان کے پیارے امام اپنے دل میں یہ احساس لئے بیٹھے تھے کہ میرے چاہنے والوں کو میری وجہ سے کتنا دکھ پہنچ رہا ہے اور یہ احساس کہ دعا کرنے والا ایک نہیں، دو نہیں، لاکھوں نہیں کروڑوں ہیں۔ تو حضورؒ اس کا اپنے دل پر اور دماغ پر بہت زیادہ بوجھ لیتے تھے اور مجھے یہ گھبراہٹ ہوتی تھی کہ میڈیکل سائنس کے حوالہ سے اگر سوچا جائے کہ ایک انسان کے اپنے دماغ اور دل پر اس بیماری کی حالت میں اتنا بوجھ ڈالے تو اگر خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور وہ نہ بچائے تو انسان کا دماغ، دل یا اعضاء Shatter ہو جائیں۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 347)

ہجرت کے موقعہ پر فرمایا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے آپ کو یہاں اس لئے نہیں بٹھایا کہ میں نے کوئی تقریر کرنی ہے۔ میں نے آپ کو دیکھنے کیلئے بٹھایا ہے۔ میری آنکھیں آپ کو دیکھنے سے ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں۔ میرے دل کو تسکین ملتی ہے۔ مجھے آپ

سے پیار ہے، عشق ہے۔ خدا کی قسم کسی ماں کو بھی اس قدر پیار نہیں ہو سکتا۔"

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 36)

غرضیکہ حضور مجسم محبت اور شفقت تھے۔ آپ کی سیرت کا یہ دلربا پہلو آپ کی ساری زندگی میں قدم قدم پر جلوہ افروز نظر آتا ہے۔ آپ نے ساری جماعت سے ہر فرد جماعت سے محبت پیار کا ایسا شفقت بھرا سلوک فرمایا کہ ہر احمدی اس بات پر ایک زندہ گواہ ہے۔ آج دنیا میں شاید ایک بھی ایسا احمدی نہیں ہوگا جس نے کسی نہ کسی طرح براہ راست یا بلا واسطہ اس محبت و شفقت کا کوئی حصہ نہ پایا ہو۔ ہزاروں لاکھوں ایسے ہیں جنہوں نے اس دولت و محبت کو خوب لوٹا۔ لیکن محبت کا یہ خزانہ ذرا بھی کم نہ ہوا۔

آپ خوشخبریاں دیتے ہیں محبتیں نچھاور کرتے ہیں۔ کون بھول سکتا ہے ایسے مہربان کی مہربانیاں۔ یہ محبتیں، یہ دلداریاں، یہ شفقتیں۔ سچ بات یہ ہے کہ اس شش جہات شخصیت کی صلاحیتوں، قابلیتوں، بنی نوع انسان کے ساتھ پیار غریبوں کے ساتھ اور دکھی انسانیت کے ساتھ ہمدردی، انتظامی صلاحیت، دوسروں کے کام آنے کے جذبہ کا احاطہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ وہ اپنا کام مکمل کر کے اور اپنے خون کا آخری قطرہ خدمت دین کے راستہ میں بہا کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لے ان کا نام رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔ اور ان کا نام ہمیشہ ان کے کام کے ساتھ یاد رکھا جائے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

عطاء ہی عطاء

محترمہ حامدہ طلعت محسن صاحبہ بنت غلام مصطفیٰ محسن صاحب شہید تحریر فرماتی ہیں کہ:

جب میرے حقیقی والد غلام مصطفیٰ محسن صاحب شہید ہوئے تو اس وقت آپ کی روحانی شفقت اور محبت میرے لئے سب کچھ تھی۔ آپ نے ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی ہمارے غم کو محسوس کیا اور ہماری ہمت بندھائی۔

آپ ہی تھے کہ آپ نے ہماری ہر ضرورت کو پورا کیا ہمیں بیوت الحمد کالونی میں کوارٹر دیا عید کے موقع پر عیدی بھی دی۔ دعوت بھی کی۔ ہر موقع پر نیک دعا دی۔ یوں تو آپ کی عظیم ذات نے ہم پر بے انتہا احسان کیا مگر ایک احسان ایسا کیا کہ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کی عظمت کو سلام کرتی ہوں۔ وہ احسان میں آج بھی یاد کرتی ہوں تو میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آجاتے ہیں اور میں ان آنسوؤں کو روکتی نہیں کیونکہ یہ خوشی کے آنسو ہوتے ہیں۔

میرے بڑے بھائی مکرم طارق احمد محسن صاحب مربی سلسلہ کی شادی 27 اپریل 2003ء کو مقرر ہوئی۔ بھائی نے دعا کیلئے حضور پُرنور کو خط لکھا۔ بھائی کی آرزو تھی حضور پُرنور سے شادی کا تحفہ وصول کروں۔ لیکن جب بھائی کو حضور پُرنور کی وفات کی خبر ملی تو یہ آرزو حسرت میں بدل گئی۔ کہ میں تو حضور سے دعا تک نہ لے سکا۔ اب تو بھائی کا ارادہ شادی ملتوی کرنے کا تھا لیکن آپ نے واقعی باپ کا کردار ادا کیا روحانی باپ فوت تو ہو گیا لیکن اس وقت تک دفن نہ ہوا جب تک بیٹے کو اس کی شادی کا تحفہ دے نہ دیا۔ 21 اپریل 2003ء کو والدہ صاحبہ کو نظارت علیاء نے بلایا والدہ

کے ہمراہ میں بھی گیا۔ دفتر والوں نے والدہ صاحبہ سے دستخط کرائے ہمیں ایک چیک دیا ساتھ کہا کہ یہ حضورُ پرنور کی طرف سے مربی صاحب کی شادی کا تحفہ ہے۔ اس وقت جو میری حالت تھی شاید ایسی حالت اپنی حقیقی باپ کو خون میں لت پت دیکھ کر بھی نہ ہوئی ہوگی۔ عجیب ہی جذبات تھے کیونکہ ہم لوگ شادی طے تو کر بیٹھے تھے لیکن جدھر سے ہمیں رقم ملنے کی امید بلکہ یقین تھا ادھر سے ابھی کوئی واضح جواب نہیں آیا تھا۔ اور شادی میں چند دن باقی تھے اس وقت مجھے ندامت بھی محسوس ہوئی۔ کیونکہ یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے خدا ہم سے کہہ رہا ہو کہ تم لوگ لوگوں سے مانگتے ہو جبکہ دینے والی ذات تو میری ہے۔ جبکہ تمہارے روحانی باپ بھی تو ہیں۔ واقعی حقیقت ہے کہ اگر میرے حقیقی والد بھی حیات ہوتے تو رقم کا انتظام کرنا ان کا مسئلہ تھا....اور واقعی روحانی باپ نے بھی حقیقی باپ کی سی شفقت اور محبت کا مظاہرہ کیا۔ واقعی حقیقت یہی ہے۔

قادر ہے وہ بارگاہ کہ ٹوٹا کام بنا دے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

گھر آ کر میں نے اپنے بھائی کو فون پر بتایا کہ حضورُ پرنور نے تحفہ بھیجا ہے تو بھائی سے بولا نہیں تھا جا رہا کیونکہ وہ رو رہے تھے۔ ہم دونوں بہن بھائی فون پر خوب روئے۔ پھر بھائی نے فیصلہ کیا کہ شادی اسی تاریخ کو ہوگی۔ جو مقرّر ہوئی تھی کیونکہ حضورُ پرنور کو اسی تاریخ کا علم تھا۔ اور اسی کے مطابق تحفہ بھی ملا ہے اور پھر خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ بھائی کی شادی اسی مقرّرہ تاریخ کو انتہائی سادگی کے ساتھ ہوئی۔ میں آج بھی اپنے روحانی باپ کی محبتُ وشفقت کو محسوس کرتی ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتی

ہوں۔ کہ اسی طرح کی محبت اور شفقت اپنے نئے روحانی باپ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے وصول کرسکوں کیونکہ ایک بیٹی کا مان اس کا باپ ہی ہوتا ہے۔ اور اسی مان میں بیٹی کی زندگی ہوتی ہے میں اس مان کو کھونا نہیں چاہتی۔

(الفضل۔ 16 دسمبر 2003ء)

مکرم بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں:

”حضور انورؒ غریبوں، بے کسوں، بے سہاروں کے ساتھ حد درجہ ہمدردی کیا کرتے تھے اور ان کو ماہوار وظائف دیتے۔ اگر کوئی غریب حضورؒ کو امداد کیلئے خط لکھتا تو آپ کا دل پسیج جاتا تھا۔ خاص طور پر انڈیا کے لوگ کیونکہ وہ بہت ہی غریب ہیں۔ ان بیچاروں کے پاس خط پر ٹکٹ لگانے کی رقم بھی مشکل سے ہوتی ہے۔ آخری عرصہ میں جب حضور انورؒ بیمار تھے تو حتی الوسع آپ کی یہی کوشش تھی کہ آپ خود رقم ادا کر دیا کریں۔ اور روزانہ کئی ایسے خطوط ہوتے جن پر درج ہوتا کہ میری طرف سے ادائیگی کی جائے۔ اور حضور انورؒ از راہ شفقت ادائیگی فرما دیتے جب کہ آپ نے خطبوں یا جلسہ کے موقع پر اکثر دیکھا ہوگا کہ جب بھی کوئی مالی تحریک فرماتے تو سب سے پہلے اپنی طرف سے کافی بڑی رقم کی ادائیگی فرماتے اور تقریر کے دوران ہی فرما دیا کرتے کہ اتنی رقم میری طرف سے ہوگی۔ اور پھر اس کی ادائیگی جلدی فرما دیا کرتے تھے۔“

(رسالہ خالد مارچ، اپریل۔ 2004۔ ص 247)

محترمہ عزیز بیگم صاحبہ اہلیہ شمس الدین صاحب مرحوم تحریر کرتی ہیں:

”1987ء میں جلسہ سالانہ لندن کے موقعہ پر میں لندن گئی اور حضور انور

سے ملاقات کے سامان ہو گئے آپ سے ملاقات کے وقت میں حضور انور سے عرض کی میری چھ بیٹیاں ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ چھ پین لیں۔ آپ کے دامادوں کیلئے ہیں۔ اور جیب سے رومال نکال کر مجھے تبرک کے طور پر دیا۔ سب بچوں کا حال احوال پوچھا اور مجھے دعائیں دیں“۔

(الفضل 5 دسمبر 2003ء)

مکرم منظور احمد سعید صاحب کارکن وقف جدید ربوہ تحریر کرتے ہیں:

”ایک مرتبہ ڈسپنسری کے اوقات میں ایک بچہ آیا۔ حضورؒ نے اسے پوچھا بچے کون سی دوائی لینی ہے۔ اس نے کہا دوائی نہیں لینی۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کیا لینا ہے۔ اس نے کہا میرا ایک چھوٹا بھائی بھی ہے۔ رات کو گرمی ہوتی ہے اور ہمیں مچھر کاٹتا ہے ہمارے پاس پنکھا نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کون سا پنکھا چاہیے؟ اس نے کہا حضورؒ پیڈسٹل فین لے دیں۔ آپ نے انہیں وہ پنکھا لے دیا اور تانگے پر رکھوا کر اسے گھر پہنچا دیا۔“

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ص 177)

قربتیں ہی قربتیں

محترم صفدر نذیر گولیکی صاحب مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں:

خاکسار کی شادی 9 نومبر 1982ء کو ہوئی حضور انور کو بھی دعوت دی گئی۔ حضور انور نے ازراہ شفقت ملک سیف الرحمن صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ 5000 روپے ذاتی طور پر مجھے عنایت فرمائے۔ شادی کے بعد

حضور انور سے ملاقات کیلئے میں اور میری اہلیہ حاضر ہوئے۔ نہایت محبت سے ملے اور ڈھیروں دعائیں دیں۔ شادی پر شامل نہ ہو سکنے کی کئی بار معذرت کی۔ چلتے وقت مٹھائی کا ڈبہ عنائیت فرمایا جب ہم واپس چلے تو حضور انورؒ نے فرمایا۔ ٹھہریں۔ ہم دونوں انہی قدموں پر ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب تشریف لائے اور لفافے میں دوصد روپیہ، سو سو روپیہ کے نئے نوٹ عنائیت فرمائے اور مجھے فرمایا کہ یہ آپ کی اہلیہ کیلئے ہیں وہ دن اور آج کا دن اللہ نے اتنی برکت دی کہ ہر طرح سے ضروریات زندگی عطا فرمائیں۔ وہ نئے نوٹ آج بھی گھر پر موجود ہیں۔

(الفضل 7 جون 2003ء)

آپ کی ہمشیرہ مکرمہ و محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ تحریر فرماتی ہیں کہ:

عید وغیرہ کے موقعوں پر بھی حضورؒ ہمیشہ ہمیں یاد رکھتے تھے لندن جا کر تو باقاعدہ عیدی آتی تھی۔ پہلے عید پر حضورؒ دس ہزار روپے بھیجا کرتے تھے پھر غلام قادر کی راہ مولیٰ میں قربانی کے بعد پانچ پانچ ہزار ہم دونوں (میرے اور غلام قادر صاحب کی اہلیہ امۃ النصرت صاحبہ) میں تقسیم کر دیا۔ میں حضرت صاحب کی عیدی رکھ لیا کرتی تھی۔ اور خرچ نہیں کرتی تھی کہ جب نئی عید آئے تو پھر خرچ کروں گی۔ اب آخری عیدی میں نے سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 48)

مکرم منظور احمد سعید صاحب وقف جدید تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ ایک دوست نے حضورؒ سے کہا میں اپنی بیٹی کو کالج میں داخل

کروانا چاہتا ہوں لیکن اس کا برقع پرانا ہے۔ اس مجبوری کی وجہ سے میں اپنی بیٹی کو کالج میں داخل نہیں کروا رہا۔ حضور انورؒ نے مجھے فرمایا کہ ان کی بچی کو ایک نیا برقع بھی لے دیں، نیا یونیفارم بھی خرید دیں۔ اور نئے بوٹ بھی دلوا دیں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔"

(رسالہ خالد مارچ اپریل 2004ء ص 176)

ایک اور ایمان افروز واقعہ

محترم منظور احمد سعید صاحب اپنا واقعہ تحریر کرتے ہیں:

"جب حضور انورؒ ناظم ارشاد وقف جدید تھے تو ایک دن شام کو آپ دفتر تشریف لائے۔ میں بازار سے دودھ لے کر آ رہا تھا۔ پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے عرض کی کہ دودھ لے کر آ رہا ہوں۔ فرمایا بازار سے اچھا دودھ مل جاتا ہے؟ میں نے عرض کی بس جیسا بھی ہو ضرورت کے مطابق لینا ہی ہے۔ فرمانے لگے کتنا دودھ لائے ہو؟ میں نے کہا ایک کلو۔ یہ پوچھ کر آپ خاموش ہو گئے۔ اگلے دن صبح دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا تو حضورؒ کا باروچی دودھ لئے کھڑا ہوا تھا اس نے کہا میاں صاحب نے دودھ بھیجا ہے۔ چنانچہ میں نے رکھ لیا۔ اور پھر باقاعدگی سے دودھ آنا شروع ہو گیا۔ اور جب ایک مہینہ مکمل ہوا تو میں بل بنا کر لے گیا۔ اور دودھ کی رقم حضور انورؒ کو پیش کی۔ حضورؒ نے فرمایا یہ کیا ہے۔؟ میں نے کہا: دودھ کے پیسے۔ تو بڑے پیار سے فرمایا کہ ہم کوئی دودھ بیچتے ہیں؟ پیسے نہ لئے اور مسلسل دودھ بھجواتے رہے۔ ایک دن باروچی نے کہا کل میں کہیں جا رہا ہوں۔ اس

لئے آپ خود ہی جا کر دودھ لے آئیں اگلا دن جمعہ کا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ دوپہر کو لے آئیں گے۔ لیکن دس بجے کے قریب دروازہ کھٹکا۔ میں نے جا کر دیکھا تو حضورؒ کھڑے ہیں اور ہاتھ میں دودھ پکڑا ہوا ہے میں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ کیسا عظیم آقا ہے کہ غلاموں کی خدمت کرتا پھرتا ہے۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ باورچی چھٹی پر تھا اس لئے میں نے کہا چلو خود ہی دودھ دے آتا ہوں۔ یقیناً آپ کا وجود سید القوم خادمھم کی منہ بولتی تصویر تھا۔ آپ کی اس شفقت، جس کا ساری عمر بھی شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا، کا سلسلہ بدستور جاری رہا تھا کہ ایک دن بیگم صاحبہ نے پیغام بھیجا کہ منظور صاحب گرمی کی وجہ سے دودھ بہت کم ہو گیا ہے اس لئے کل سے آپ اپنا انتظام کر لیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اگلے دن باورچی پھر دودھ لے آیا۔ میں نے کہا یہ کیا؟ کل تو تم نے خود ہی کہا تھا کہ اپنا انتظام خود ہی کر لیں اور آج پھر لے آئے ہو؟ باورچی نے کہا کل اسی وجہ سے گھر میں بحث چلی کہ کہ دودھ کم ہے اس لئے تم اپنا انتظام خود کر لو لیکن میاں صاحب نے فرمایا کہ منظور کو دودھ ضرور بھجوانا ہے خود بے شک بازار سے منگوانا پڑے۔ چنانچہ یہ لطف و احسان کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہا۔ اور تیس پینتیس سال ہو گئے ہیں یہ سلسلہ بلاناغہ جاری ہے اور مزید لطف یہ کہ حضور انورؒ کی وفات کے بعد بھی کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہا۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004 ص 176، 177)

محترم محمد ادریس شاہد صاحب مربی سلسلہ بورکینا فاسو تحریر کرتے ہیں کہ 1996ء میں میرے ساتھ جلسہ سالانہ لندن میں شرکت کے لئے ہمارے وزیر تعلیم تشریف لے گئے روانگی کے وقت خاکسار جلدی میں اپنی انگوٹھی گھر بھول گیا اور ٹوپی

گاڑی میں رہ گئی۔ لندن میں ٹوپی مستعار لی گئی۔ انگوٹھی کی کمی کا احساس ہی نہ ہوا بورکینا فاسو کا وفد جب واپسی کے لئے تیار ہوا تو حضورؒ سے ملاقات کیلئے وقت لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تھوڑی گفتگو کے بعد حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ ان سب سے ان کی انگوٹھیاں لے کر مجھے دو میں اپنی انگلی میں پہن کر دعا کر کے ان کو دوں گا خاکسار نے تعمیل ارشاد سے ایسا ہی کیا ساتھ عرض کیا کہ حضور میں تو اپنی انگوٹھی گھر بھول آیا ہوں۔ فرمایا پھر کیا ہوا آپ کو یہاں سے دے دیتے ہیں۔ بہت سی انگوٹھیاں میز پر رکھ دیں اور فرمایا اپنا سائز پسند کرو۔ سائز پسند کیا تو حضور انور نے وہ انگوٹھی لے کر اپنی انگلی میں پہنی اس طور پر کہ حضرت مسیح موعود کی انگوٹھی کے ساتھ جا ملی پھر دوسرے احباب کی انگوٹھیاں بھی پہن کر دعا کی اور ہر ایک کی انگوٹھی اسے دے دی۔ مجھے بھی حضور کی طرف سے عنائیت کی جانے والی انگوٹھی مل گئی۔

(الفضل جون، 2003ء)

مکرم منیر احمد عارف صاحب مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں:

حضور انور جب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدہ پر فائز تھے تو میں آپ کی عاملہ میں بطور مہتمم مقامی کام کرتا تھا۔ مجھے سائیکل کی ضرورت تھی۔ میں نے اس بات کا اظہار کیا کہ مہتمم مقامی کے لئے ایک سائیکل ہونی چاہئے۔ میں نے حضور کی خدمت میں درخواست دی۔ آپ نے منظور فرمائی۔ اس پر مہتمم صاحب مال نے مجھے کچھ پیسے دے کر کہا سائیکل خرید لو اور ساتھ کہا کہ چونکہ بجٹ نہیں ہے اس لئے قرض دیا ہے۔ یہ بات جب میں نے حضور کو جو کہ صدر تھے بتائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ درخواست لکھیں میں نے درخواست لکھی تو آپ نے ازراہ شفقت منظور فرما لیا اور کہا

کہ اس سائیکل کی قیمت کسی اور مد سے ادا کردیں۔

(رسالہ خالد مارچ اپریل ص236۔ 2004ء)

مکرم چوہدری انور حسین صاحب آف امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع شیخوپورہ حضور رحمہ اللہ کی پسندیدہ شخصیات میں سے تھے۔ آپ نے مکرم غلام سرور صاحب کے نام تحریرات میں حضور رحمہ اللہ کی یادوں کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے تحریر کیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بہت زیادہ سردی تھی اور میں تین دن متواتر کوشش کرتا رہا کہ اچھا سا مفلر مل جائے چنانچہ میں نے بڑے بڑے شاپنگ سنٹرز دیکھے مگر مفلر نہ ملتا تھا اور نہ ملا مفلر ملتا تو اس کا رنگ پسند نہ آتا۔ میں ایک خاص رنگ کو ذہن میں رکھ کر ہر جگہ گیا۔ آخر جب ناکام واپس آیا تو فیصلہ کرلیا کہ اب مفلر کی تلاش بالکل ترک کردی جائے۔ گھر پہنچا تو منگلا صاحب نے کہا کہ ابھی ابھی حضور اقدس نے آپ کے لئے مفلر دیا تھا۔ میں نے گزشتہ تلاش اور ناکامی کے اثر میں خیال کیا کہ یہ بھی الٰہی تصرف ہے۔ مفلر دیکھا تو بالکل وہی رنگ جس کی میں تلاش میں تین دن سرگرم عمل رہا۔ بات تو معمولی ہے تصرف دیکھئے کیسا ہے۔ چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ بعد میں حضور اقدس نے ذکر کیا کہ عجیب الٰہی تصرف ہے کہ تین دن سے میں سوچ رہا تھا کہ یہ مفلر بھیجوں مگر کام کی وجہ سے یاد نہیں رہتا تھا۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص235)

دفتر وقف جدید کے ایک مخلص کارکن مکرم منظور احمد سعید صاحب لکھتے ہیں:

خاکسار گھر جارہا تھا کہ میرے سامنے ایک سائیکل سوار جارہا تھا۔ ایک ٹرک

آ گیا اور اس نے اس سائیکل سوار کو بری بری طرح کچل دیا۔ میری طبیعت پر اس کا بڑا اثر تھا اور میں بڑا فکر مند تھا۔ اگلے دن دوائی دیتے ہوئے میں نے حضرت میاں صاحب سے وہ واقعہ بیان کر دیا اور عرض کی میں تو احمد نگر جاتا ہوں اس لئے مجھے ڈر لگتا ہے۔ اگر میرے کوارٹر کا انتظام ہو جائے تو بہت بہتر ہو گا۔ میں نے عرض کی کہ دفتر کے ساتھ جو دو کمرے ہیں اگر یہ مل جائیں تو بھی میرے لئے کافی ہوں گے۔ بس ان کے سامنے دیوار کر دی جائے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ نے ٹھیکیدار کو بلایا اور کہا کہ پندرہ دن دیتا ہوں اور ان میں یہ کام آپ نے کرنا ہے۔ اس میں گیس بجلی وغیرہ کا انتظام بھی کر دیں اور جو بھی کمی ہوا سے ٹھیک کر دیں۔ یہ سارا کام گیارہ دن میں مکمل ہو گیا۔ حضورؒ نے فرمایا اب یہاں آ جائیں۔ میں نے کہا میاں صاحب جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء کہ آپ نے مجھے کوارٹر عطا فرمایا ہے۔ اب اس کا بل کتنا ہوا کرے گا جو مجھے ہر ماہ ادا کرنا پڑے گا۔ تو حضور نے از راہ شفقت فرمایا چونکہ آپ دفتر کے بندے ہیں اور خوب کام کرتے ہیں اس لئے اس کا بل بھی دفتر ہی دیا کرے گا۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 179)

محترم خلیفہ صباح الدین صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:۔

ہمیں جب بھی شکار کے لئے کارتوس کی یا بندوق کی ضروریات ہوتی درخواست کرتے فوراً مل جاتی۔ حضرت میاں صاحب کا کیمرہ بھی ہفتوں ہم لوگوں کے قبضہ میں رہتا۔ الغرض ہر وقت ضرورت مند کو اپنی چیز دینے میں خوشی محسوس کرتے۔ (الفضل جون 2003ء)

سادگی اور سچی انکساری

سادگی اور انکساری اہل اللہ کا ایک نمایاں وصف ہے کیونکہ درخت پر جسقدر پھل لگتا ہے وہ اُس قدر جھکتا چلا جاتا ہے حضورؒ میں یہ وصف اپنے کمال پر تھا۔ اس ضمن میں محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بیان فرماتی ہیں۔

حضور کی طبیعت میں سادگی اور سچی انکساری آپکی شخصیت کا خوبصورت اور نمایاں پہلو تھیں۔ آپ ہمیشہ اپنے ذاتی کام خود کرلیا کرتے تھے۔ گھر میں کام کرنے والوں کی موجودگی کے باوجود کوئی کام اپنے ہاتھ سے کرنا عار نہ سمجھتے تھے۔ خلافت سے پہلے بعض دفعہ اپنے کپڑے بھی خود دھو لیتے تھے۔ خلافت کے بعد مصروفیت کی وجہ سے ایسے کام تو نہیں کرتے تھے مگر اپنا ناشتہ بیماری شروع ہونے تک خود ہی بنا لیتے تھے۔ حسب ضرورت ہر قسم کا کام کرلیتے۔ چیزیں بھی مرمت کرلیتے۔ میں نے بارہا ابا کو گھر کی چھوٹی چھوٹی چیزیں خود مرمت کرتے دیکھا ہے۔

ابا نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جب میں انگلینڈ میں پڑھتا تھا تو میں نے ساری ساری رات مزدوری کی ہوئی ہے۔ بہت بھاری سامان مزدوروں کی طرح اپنی کمر پر لادکر دوسری جگہ منتقل کیا کرتا۔ یہ بھی بتایا کہ بعض دفعہ اتنی محنت کرتا تھا کہ گھر جا کر بخار ہو جاتا مگر اگلی صبح پھر وہی کام کرنے پہنچ جاتا۔ ابا کی انکساری اس لحاظ سے غیر معمولی تھی کہ آپ نے آنکھ ہی خلیفہ وقت کے گھر کھولی تھی۔ قادیان کا تمام ماحول ان بچوں کے لئے بھرا ہوا تھا اور ایسے ماحول میں غالب امکان تھا کہ اپنی ذات کو برتر سمجھنے کا احساس پیدا ہو جاتا مگر اسکے برعکس میں نے ایسی انکساری کسی اور میں نہیں دیکھی

جیسی آپ میں تھی۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص45)

اعلیٰ نمونہ

مکرم محمد یوسف بقاپوری صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

خلافت سے پہلے ایک مرتبہ آپ سائیکل پہ جا رہے تھے راستے میں ایک کتا مرا پڑا تھا۔ اس سے ماحول سخت بدبودار تھا۔ آپ نے اسے سڑک کے بیچ سے دور ہٹا دیا اور اس کام کو کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کی حالانکہ ٹریفک رواں دواں تھی لوگ آ جا رہے تھے لیکن آپ نے کسی کی پرواہ کئے بغیر کہ کون کیا کہے گا فوراً راستہ صاف کر دیا۔

(الفضل روزنامہ 3 دسمبر 2003 ص5)

یہ بھی ناقۃ اللہ ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت میاں صاحب نے اپنی گاڑی مرمت کیلئے ماڈرن موٹرز دی تھی آپ معلوم کرنے وہاں تشریف لے گئے جاوید چوہدری صاحب مرحوم کو علم ہوا اور وہ فوراً حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ابھی گاڑی کے ٹھیک ہونے میں دو تین روز لگیں گے جب میاں صاحب رخصت ہونے لگے اور خاکسار کے ساتھ ایک پرانی کار میں بیٹھنے لگے تو جاوید چوہدری صاحب نے عرض کی کہ میاں صاحب ایک منٹ انتظار فرمائیے۔ ساتھ ہی مکرم صغیر احمد چیمہ صاحب کو اشارہ کیا وہ جلد ہی

ایک بالکل نئی گاڑی pony جس پر AppliedFor لگا ہوا تھا لے کر آئے کہ یہ گاڑی حضرت میاں صاحب استعمال فرمائیں۔

حضرت میاں صاحب نے شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اتنے روز سے یہ گاڑی میرا ساتھ دے رہی ہے اب بھی یہی ساتھ دے گی۔ میں نے سوچا کہ کوئی اور ہوتا تو شکریہ ادا کر کے نئی گاڑی میں چلا جاتا۔ حضرت میاں صاحب کتنے عظیم کردار کے مالک ہیں ظاہری شان کی کوئی پرواہ نہیں ان کو تو کام سے غرض ہے کہ کسی طرح دینی خدمت ادا ہو جائے۔

کسی نے کہا کہ یہ گاڑی ہے تو پرانی لیکن کراچی کے ایک حصہ سے دوسرے تک دوڑی پھرتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بھی ناقۃ اللہ ہے۔

(الفضل 26 جون 2003 ص 4)

سادگی

مکرم محمد صدیق صاحب ڈرائیور لکھتے ہیں:

حضور رحمہ اللہ خلیفہ بننے سے پہلے جب کبھی صبح سویرے بغیر ناشتے کے لاہور جانے کیلئے گھر سے نکلتے تو مُسکھیکی کے چھوٹے سے ہوٹل پر ناشتہ کرتے اور واپسی پر جب کبھی چائے کا موڈ ہوتا تو وہیں رکتے اور چائے پیتے تھے۔ سفر کے دوران جب کھانے کا وقت ہو جاتا تو حضور بالکل عام سے ہوٹل پر رُکتے اور کھانے کے لئے دال ماش کو تڑکا لگواتے اور ساتھ ہری مرچ پسند فرماتے تھے۔ ایک بار خاکسار کو کہنے لگے کہ ڈرائیور حضرات تو مرغ پسند کرتے ہیں اور ساتھ ہی ہوٹل والے کو کہہ دیا کہ

نہیں مرغ دے دو اور ہمیں دال ماش۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص320)

آج چادر ہی سہی

مکرم عبدالماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن تحریر فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضورؒ ہمارے ہاں آئے نماز کا وقت ہوا تو حضورؒ وضو کیلئے باتھ روم میں گئے۔ ادھر خاکسار کو پریشانی لاحق ہوئی کیونکہ تولیہ نہیں تھا۔ ہم نے سب تولیے دُھلنے کیلئے بھجوائے ہوئے تھے۔ کوئی ٹشو پیپر بھی نہ تھا۔ اتنے میں حضور انورؒ وضو کر کے باہر تشریف لائے اور پوچھا تولیہ ہے؟ خاکسار نے عرض کی کہ دُھلنے کیلئے بھجوائے ہوئے ہیں اور کوئی ٹشو پیپر بھی نہیں ہے۔ اس پر آپ نے بستر کی چادر لے کر چہرہ اور ہاتھ صاف کیے اور فرمانے لگے آج چادر ہی سہی۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص88)

مکرم محمد یوسف بقاپوری تحریر کرتے ہیں:

غالبًا جنوری 1967ء کا واقعہ ہے۔ خاکسار بسلسلہ ملازمت راولپنڈی کناٹ لائن ویسٹرج میں رہائش پذیر تھا۔ ایک مرتبہ دفتر کے سیمینار کے سلسلہ میں میری ریلوے سٹیشن پر ڈیوٹی لگائی گئی۔ محکمہ کے چند افسران کراچی سے بذریعہ چناب ایکسپریس راولپنڈی آ رہے تھے۔ چناب ایکسپریس راولپنڈی میں علی الصبح فجر کی نماز سے پہلے پہنچتی ہے۔ میں جب افسران کو لے کر ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب اکیلے کھڑے ہیں۔ ان دنوں آپ صدر

خدام الاحمدیہ مرکزیہ تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تعارف کرایا اور پوچھا کہاں تشریف لے جانا ہے۔ فرمایا کہ مکرم ایم۔ ایم۔ احمد صاحب کے ہاں جانا ہے۔ خاکسار نے پیش کش کی کہ میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔ چنانچہ میں نے آپ کا سوٹ کیس اٹھانا چاہا تو انہوں نے منع کیا۔ اور خود ہی سوٹ کیس ہاتھ میں پکڑ کر گاڑی کی طرف آئے۔ میں نے افسران کا تعارف آپ سے کرایا۔ اور پہلے آپ کو حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کی رہائش گاہ واقع ہارلے اسٹریٹ پر پہنچایا۔ آپ اس وقت تک اندر داخل نہیں ہوئے۔ جب تک کہ ہمیں رخصت نہ کر دیا۔ حالانکہ اس وقت اندھیرا تھا۔ اور ابھی فجر کی اذان بھی نہ ہوئی تھی۔

(الفضل 3 دسمبر 2003ء)

ایک سبق آموز واقعہ

مکرم ضیاء الرحمٰن صاحب وقف جدید تحریر کرتے ہیں:

حضورؒ لنگر خانہ نمبر ۳ کے ناظم ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہم معاونین نے لنگر خانے میں ایک وقت کا کھانا کھالیا تو کھانے کے بعد حضورؒ تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ تم نے کھانا کھالیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی میاں صاحب فرمانے لگے میرے لئے کیوں نہیں رکھا۔ میں نے عرض کیا۔ میاں صاحب ابھی اور لے آتے ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا یہاں کچھ نہیں ہے اور سامنے نظر پڑی تو دیکھا کہ تازہ روٹیوں کے کچھ کنارے اور ٹکڑے پڑے ہوئے تھے جو ہم نے کھانا کھاتے ہوئے بچائے تھے۔ انہیں دیکھ کر فرمانے لگے۔ وہ سامنے جو ہے۔ چنانچہ حضورؒ وہ کنارے

کھانے لگ گئے۔ اسے دیکھ کر ہمیں سخت شرمندگی ہوئی کہ ہم نے کس طرح روٹیوں کے کنارے الگ کر کے کفران نعمت کیا ہے۔ اس طرح حضورؒ نے ہمیں ایسا سبق دیا جو ہمیں کبھی نہیں بھولتا۔

(سیدنا طاہر نمبر رسالہ مارچ، اپریل 2004 ص 172)

مکرم محمد احمد دارالفتوح جنہوں نے کچھ عرصہ حضور کی زمینوں پر کام کیا بیان کرتے ہیں کہ:

جب حضرت صاحبزادہ صاحب نے پہلی مرتبہ طاہر آباد کی زمینوں پر گندم بوئی تو اس وقت کا مجھے یاد ہے کہ حضورؒ عموماً عصر کے بعد اپنے گھر سے پیدل ہی طاہر آباد آیا کرتے تھے۔ آپ نے لمبے بوٹ پہنے ہوئے ہوتے تھے اور طبیعت میں کوئی تکلف نہ تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس سے پہلے سال جب گندم کی کٹائی مکمل ہو گئی بوریاں تیار ہو گئیں اور ان کو اٹھانے کے لئے ٹرالی بھی آ گئی تو اس وقت مزدور موجود نہ تھے۔ حضرت میاں صاحب نے خاکسار سے فرمایا کہ آؤ تم اور میں مل کر بوریاں لادتے ہیں۔ چنانچہ حضورؒ نے میرے ساتھ بازو پکڑ کر ساری بوریاں ٹرالی پر لادیں اور پھر وہاں سے گھر میں لا کر ان بوریوں کو ٹرالی سے اتارا بھی۔

(سیدنا طاہر نمبر رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004 ص 321)

گاڑی میں ایک قیمتی جان

مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب تحریر کرتے ہیں:

حضرت میاں صاحب کراچی انصاراللہ کے دورہ پر تشریف لے گئے واپسی پر فیصل آباد ائیرپورٹ پر انصاراللہ کی گاڑی لینے گئی ڈرائیور کی بجائے خود سٹیئرنگ پر

بیٹھ گئے۔ میں بھی ساتھ تھا گاڑی کی رفتار تیزی کی طرف مائل تھی۔ فیصل آباد کے جھنگ اور کارخانہ بازاروں میں بھیڑ ویسے ہی بہت ہوتی ہے میں نے یہ صورت حال دیکھ کر عرض کیا کہ میاں صاحب گاڑی ذرا آہستہ رکھیں کیونکہ گاڑی میں ایک بہت ہی قیمتی جان سفر کر رہی ہے۔ میری طرف مسکرا کر دیکھا اور فرمایا کہ فکر نہ کریں مجھے آپ کی قیمتی جان کا بہت خیال ہے۔ ہنستے ہنستے یہ کہہ کر بات کو ٹال دیا۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 25)

مکرم محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

حضورؒ کی طبیعت بہت سادہ اور تکلّفات سے پاک تھی لباس بہت عمدہ ہوتا تھا لیکن تکلّفات کا رنگ نہیں ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار نماز جمعہ کیلئے تشریف لائے تو آپ کی قمیض پر بٹن نہیں لگا ہوا تھا۔ خطبہ جمعہ کے دوران جب M.T.A پر قریب سے تصویر دکھائی گئی تو عُشّاق کی باریک بین نظر نے اس بات کو نوٹ کیا۔ اور بھی فون اسی روز آ گئے کہ آج حضور انور کی قمیض پر بٹن نہیں لگا ہوا تھا۔

(سیدنا طاہر نمبر رسالہ مارچ و اپریل 2004 ص 304)

مکرم محمود احمد شاہد صاحب مشنری انچارج آسٹریلیا تحریر فرماتے ہیں:

آپ اپنے عزیزوں کے گھر ملنے جلنے کیلئے آتے جاتے ہوئے آپا آصفہ کو سائیکل پر بٹھا کر لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اسی طرح کے واقعہ پر ہم دور ہی سے چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ میاں صاحب بھانپ گئے، نزدیک پہنچ کر فرمایا کہ میں اپنی بیوی کو سائیکل پر بٹھا کر لے جا رہا ہوں تم لوگ کیوں جلتے ہو۔ جب تم لوگ اپنی بیویوں کو ہوائی جہاز پر سیر کرواؤ گئے تو مجھے تو خوشی ہوگی۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004 ص 186)

مہمان نوازی

محترمہ سیدہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ فرماتی ہیں:

مہمان نوازی آپکے کردار کا ایک نہایت ہی نمایاں وصف تھا قلم خشک ہو جائیں مگر یہ داستانیں ختم نہ ہوں۔ جتنا آپ اپنی ذات کے لئے کم سے کم اہتمام کروانے ولے تھے۔ اتنا ہی آپ مہمان کے لئے کمال اہتمام کروانے والے تھے بے انتہا خاطر مدارت کرنے والی طبیعت تھی۔ لیکن بے تکلفی کے ساتھ۔ کھانے کی میز پر اس حد تک دوسروں کی مدارت میں مشغول ہوتے کہ لگتا تھا کہ سارا وقت آپ کو یہی گھبراہٹ ہے کہ مہمان کی کسی طرح زیادہ سے زیادہ مدارت ہو۔ کبھی اپنے ہاتھ سے کھانے پیش کرتے، کبھی مزید لینے کی طرف توجہ دلاتے کبھی سب کو پھل کاٹ کاٹ کر پیش کرتے۔ اور ایسا کبھی ایک دو مرتبہ نہ ہوتا بلکہ ہمیشہ ہوتا اور سب مہمانوں کے ساتھ ہوتا۔ آپ کئی مرتبہ خود بھی کھانوں کے تجربات کرتے اور مہمانوں کی اچھی طرح تواضع کرتے۔

(روزنامہ الفضل 11 اکتوبر 2003 ص 3)

محترم سید ساجد احمد صاحب تحریر کرتے ہیں:

ایک روز جمعہ کی نماز کے بعد ہم آپ کی رہائش گاہ پر جا وارد ہوئے۔ آپ نے بڑی خوشی سے ہمیں اپنی بیٹھک میں بٹھایا اور اندرون خانہ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں ہی رنگ برنگی ٹرالی ہماری لطافت طبع کیلئے لے آئے جو مٹھائیوں سے بھری پلیٹوں سے لدی تھی۔

آپ ان دنوں دنیا بھر کے خدام کے صدر کے عہدے پر فائز تھے۔ اس وقت کی آپ کی گفتگو آپ کے دعوت الی اللہ اور نشر و اشاعت کے دلی شوق کی آئینہ دار تھی جو آپ کی ساری عمر آپکا طرہ امتیاز رہا۔ بجائے اسکے کہ آپ اپنے علم و فضل کا ہم نو آموزوں پر رعب، جماتے، آپ نے پیغام حق پہنچانے کی اہمیت و ضرورت دل میں جاگزین کرنے اور ذہن میں بٹھانے کے لئے متفرق مسائل پر قرآنی حوالے پوچھے اور سکھائے اور دعوت الی اللہ کے شوق کی روح مہمیز دی اور پیغام حق کو پھیلانے کے عزم اور جوش کے ساتھ ہم آپ کے در سے روانہ ہوئے۔

(الفضل اکتوبر 2003ء)

مہمان نوازی کا نہایت اعلیٰ نمونہ

مکرم عبدالماجد طاہر صاحب تحریر کرتے ہیں:

ایک روز خاکسار حضورؒ کی اچکن لے کر حاضر ہوا حضورؒ اپنے دفتر میں نیچے ایک چادر پر تشریف فرما تھے۔ آئس کریم کی ایک بالٹی سامنے رکھی ہوئی تھی اور اس میں شہد اور ایک پھل کا مربع جو خود تیار کیا ہوا تھا Mix کر رہے تھے۔ دائیں بائیں vanila آئس کریم کے ڈبے پڑے ہوئے تھے۔ مکرم سلیم ظفر صاحب کارکن دفتر پرائیوٹ سیکرٹری حضور انور کی مدد کر رہے تھے۔ فرمایا آجاؤ بیٹھ جاؤ۔ خاکسار چادر پر ہی بیٹھ گیا۔ ایک کپ میں آئس کریم ڈال کر دی۔ فرمایا کیسی تیار ہوئی ہے۔ خاکسار نے عرض کیا حضورؒ بہت مزیدار ہے فرمایا اب میں مختلف ڈبوں میں ڈال کر انہیں Freez کرلوں گا۔ جلسہ پر مہمان آئیں گے تو اس وقت کام آئیں گی۔

(ماہنامہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ و اپریل 2004ء ص98)

محترم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول تحریک جدید بیان کرتے ہیں:

وقف کی منظوری کے بعد 1951ء میں خاکسار ربوہ میں اقامت پذیر ہو چکا تھا۔ کچھ سالوں کے بعد حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کو ناظم ارشاد وقف جدید کی حیثیت میں دیکھنے کا موقع ملا۔ خلافت سے پہلے ابتدائی یادوں میں سے روح پرور یاد یہ ہے کہ دفتر وقف جدید میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی صدارت میں ایک اجلاس تھا جس میں خاکسار کے علاوہ محترم نسیم صفی صاحب مرحوم اور دیگر ممبران مدعو تھے۔ اس موقع پر محترم صاحبزادہ صاحب کی مہمان نوازی اور اکرام ضیف کی صفات دیکھنے میں آئیں۔ دفتر کا ماحول بالکل سادہ مگر صاف ستھرا اور تکلف سے پاک نظر آیا۔ ایک کمرے میں نماز باجماعت کیلئے صفیں بھی بچھی ہوئی تھیں صاحبزادہ صاحب نے خود اپنے دست مبارک سے سب مہمانوں کی خدمت کی اور حاضرین میں سے یہ معلوم کر کے کہ بعض پان کے بھی عادی ہیں مددگار کارکن کے ذریعے پان بھی منگوائے اور ایک صاحب جو پان میں تمباکو کے عادی تھے ان کیلئے تمباکو والا پان منگوایا۔ غلطی سے میرے حصے میں آ گیا تمباکو کے باعث میں قدرے چکرا گیا صاحبزادہ صاحب نے میری تکلیف کو فوراً بھانپ گئے۔ ٹھنڈے پانی سے اس تکلیف کو رفع کر دیا۔

اس اہتمام سے مجھے یاد آیا کہ حضرت مسیح موعود بھی مہمانوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے تھے حتیٰ کہ اگر پان بٹالہ یا امرتسر سے منگوانے کی ضرورت پڑتی تو حضور مہمانوں کی خاطر اس کا بھی اہتمام فرماتے۔

(الفضل روزنامہ مورخہ 5 جولائی 2003ء ص5)

محترم سید پیر محمد عالم صاحب تحریر کرتے ہیں:

مہمان نوازی کے سلسلہ میں ایک اور دلچسپ واقعہ بیان کرتا ہوں۔ عید کے موقع پر حضور اپنے عزیزوں اور چند دیگر احباب کی محمود ہال میں دعوت کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر منتظم مہمان نوازی اطلاع نہ کر سکے۔ جب حضور ہال میں تشریف لائے تو حضور کی دور بین نگاہ نے فوراً بھانپ لیا کہ میں وہاں موجود نہیں۔ حضور نے اسی وقت میرے گھر آدمی بھیجا کہ اسے بلا کر لاؤ۔ میں یہ اطلاع ملتے ہی فوراً حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اطلاع نہ ہو سکی۔ اور پھر از راہ شفقت اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھایا اور فرمایا کہ سیر ہو کر کھاؤ اور ساتھ ساتھ حضور باتیں کرتے رہے۔ اللہ اللہ کہاں ایک حقیر خادم اور کہاں آپ کی شفقت۔

(روزنامہ الفضل دسمبر 2003 ص3)

محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ اپنے ایک انٹرویو میں بیان فرماتی ہیں کہ:

حضرت صاحب میں مہمان نوازی کی صفت بہت پائی جاتی تھی۔ حضرت آصفہ بیگم صاحبہ کہا کرتی تھیں کہ مجھے لگتا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی اسٹیشن پر مقرر کیا ہوا ہے اور ایک بس کے اڈے پر کہ کوئی بھی مہمان آئے تو اسے گھر لے آؤ۔ بے حد مہمان نواز تھے۔

(ماہنامہ خالد۔ سیدنا طاہر نمبر مارچ و اپریل 2004 ص48)

محترمہ امتہ العزیز صاحبہ بیگم شمس الدین مرحومہ فرماتی ہیں:

1990ء میں میں نے قادیان جانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن ویزہ نہ لگ سکا اسکے بعد میں نے قادیان جانے کے لئے بہت دعائیں کیں تو میں نے خواب میں

دیکھا کہ بہت سی خواتین قطار میں کسی کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے جا رہی ہیں اور میں بھی اس قطار میں کھڑی ہوں کسی نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر قطار سے نکال دیا کہ آپ کی خاص ملاقات ہوگی۔ اور اس طرح اگلے سال 1991ء میں مجھے قادیان دارالامان جانے کی سعادت ملی اور اسی سال ہمارے پیارے حضور بھی تشریف لائے حضور پُرنور بیت مبارک میں لجنہ اماءاللہ سے خطاب فرمانے تشریف لائے تو حضور کے دائیں طرف کھڑے ہونے کی سعادت میرے حصے میں آئی۔ یہ حضرت چھوٹی آپا کی مہربانی تھی۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے مجھے فرمایا کہ آپ حضور کی کرسی کے دائیں جانب کھڑی رہیں اور یوں مجھے اپنے محبوب آقا کے قریب ہونے کا موقع ملا حضور نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور فرمایا آپ بھی آئی ہیں اور پھر پوچھا پشاور سے کتنے لوگ آئے ہیں میں نے بتایا کہ اٹھہتر (78) افراد آئے ہیں اور پھر میرے بچوں کا حال پوچھا اور میرے چھوٹے بیٹے طارق کا خاص طور پر پوچھا اس کا کیا حال ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرا خواب سچا کر دکھایا اور میری سپیشل ملاقات ہوگئی۔

(روزنامہ الفضل۔ 5 دسمبر 2003ء ص 6)

محترم خلیفہ صباح الدین مرحوم تحریر کرتے ہیں:

حضور نے خلافت کی ابتداء میں از راہ شفقت ہم سب گھر والوں کو مدعو کیا اور اس موقع پر فرمایا مجھے علم ہے صباح الدین کو بالائی بہت پسند ہے۔ آؤ دونوں مل کر کھائیں حضور کو یہ علم بھی تھا کہ خاکسار کافی کا بھی شوقین ہے اس لئے اکثر کافی عنایت فرمایا کرتے تھے۔

(روزنامہ الفضل 26 جون 2003ء)

محترم مظہر احمد چیمہ صاحب تحریر کرتے ہیں:

18 اپریل 2003ء کو حضور نے جب لندن میں آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا تو خاکسار اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بار بار کہتا کہ حضور کی طرف دیکھو، حضور کی طرف دیکھو اور سب بچوں نے بڑے غور سے حضور کو دیکھا پھر اس کے بعد حضور کی مجلس سوال و جواب دیکھی حضور نے اپنی تکلیف کو پسِ پشت ڈال کر سب دوستوں کو سوال کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ اس دوران حضور کا چہرہ کس قدر دمکتا اور روحانیت سے لبریز منظر پیش کر رہا ہے۔ اللہ اللہ پیار کے یہ کیسے انداز تھے کہ ہر کوئی اس پر فدا ہونا چاہتا تھا۔

(روزنامہ الفضل 7 جولائی 2003ء)

آپ انشاء اللہ خود چل کر جائیں گے

محترم عبدالرشید صاحب تحریر کرتے ہیں:

ایک مرتبہ 1995ء میں بڑے بھائی جان نوبیل لارئیٹ ڈاکٹر محمد عبدالسّلام صاحب اپنے بیٹے احمد سلام اور میرے ساتھ حضور کو ملنے گئے حضور کے دفتر میں بیٹھے تھے اور حضور سے مکرم بھائی جان نے درخواست کی حضور میری دلی خواہش ہے کہ میں ایک بار پھر پاکستان کا چکر لگا آؤں اور اپنے عزیزوں کو مل آؤں۔ ان دنوں مکرمی بھائی جان Wheel Chair استعمال کیا کرتے تھے۔ حضور پُر نور نے ان کی طرف بے تابی سے دیکھا اور فرمایا ”ڈاکٹر صاحب میں آپ کو Wheel Chair پر پاکستان جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا آپ انشاء اللہ خود چل کر جائیں گے۔ اسوقت حضور پُرنور کی

اور ہم سب کی آنکھوں میں آنسو تھے یہ محض ان دونوں شخصیتوں کا پاکستان سے انس ہی تھا حضور کی بھی دلی خواہش تھی کہ وہ پاکستان جا کر اپنے سب محبوب دوستوں کو ملیں اور مل کر بیٹھیں۔

(الفضل سالانہ نمبر دسمبر 2003ص 62)

ناشتے کا سامان لے کر آئے

محترم پیر محمد عالم صاحب تحریر کرتے ہیں:

کافی عرصہ حضور کے لئے ہومیو ادویات تیار کرنے کی سعادت مجھے ملتی رہی۔ جب بھی حضور کو دوائی کی ضرورت ہوتی تو اکثر آپ مجھے ہی حکم دیتے کہ فلاں دوائی تیار کر دو ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں دفتر میں کسی کام کے سلسلے میں مقررہ وقت سے پہلے پہنچ گیا اس دن میں نے ابھی ناشتہ نہیں کیا تھا۔ سیر سے واپس آ کر حضور دفتر میں تشریف لائے۔ تو لائٹ ہونے پر اندر گیا تو حضور نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا کہ پیر جی کیا آپ نے ناشتہ کر لیا ہے؟ اس پر میں خاموش رہا تو حضور نے ازخود ہی فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ نے ابھی ناشتہ نہیں کیا اور فرمایا کہ آپ یہیں بیٹھیں میں آپ کو ناشتہ کرواتا ہوں چنانچہ حضور اوپر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو ناشتے کے سازوسامان کا ٹرے آپ کے ہاتھوں میں تھا۔ (روزنامہ الفضل دسمبر 2003ء)

دلجوئی و دلداری

محمد اشرف کاہلوں صاحب تحریر کرتے ہیں:

دوسروں کی دلجوئی اور دلداری آپ کے کردار کا طرہ امتیاز رہا شفقت وعنایت کا آپ ایک ابر باراں تھے ہر کس ناکس نے اپنی ہمت اور استعداد کے مطابق سیرابی اور شادابی کا سامان کیا۔ جائز خواہش کو ممکنہ حد تک پورا کرنے کی سعی فرماتے رہے۔ کسی نے تبرک مانگا۔ خالی ہاتھ جانے نہ دیا۔ شفقتوں اور محبتوں کے چراغ آپ نے روشن کیے ہوئے ہیں۔ وہ دلوں کو بصیرت اور آنکھوں کو روشنی دے رہے ہیں۔ آپ کی عنایات بے بہا کا کیا ذکر کروں۔ چند ذاتی واقعات عرض کیے دیتا ہوں۔ میری بیٹی مکرمہ ھبۃ النور صاحبہ ایم۔ ٹی۔ اے پر حضور کا پروگرام ''بچوں کی اردو کلاس'' دیکھ رہی تھی کلاس کے اختتام پر دعوت کا اختتام ہوتا تھا۔ اس دن شائد مرغ روسٹ اور دیگر ماکولات تھے۔ بے ساختہ منہ سے نکلا۔ کتنے خوش نصیب بچے ہیں جو حضور کے ساتھ شریک دعوت ہیں اور ادھر میں ڈبل روٹی کھا رہی ہوں اتفاق سے اس دن گھر میں دال ہی پکی تھی۔ یہی بات اس نے معصومانہ انداز میں حضور کی خدمت میں خط لکھ دیا۔ ہمیں کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اچانک ایک دن ڈاکیا پانچ صد روپے کا منی آرڈر لے آیا جو محترم پرائیوٹ سیکرٹری صاحب ربوہ کی جانب سے ارسال کردہ تھا سمجھ نہیں آرہا تھا کہ معاملہ کیا ہے؟ اور کیوں یہ رقم مرکز سے بھجوائی گئی ہے۔ بعد میں ایک خط موصول ہوا کہ معصوم بچی نے جس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ حضور نے ہدایت فرمائی تھی کہ ایسی ضیافت کا اہتمام کر کے وہ خواہش پوری کی جائے۔ آج بھی ہم اس واقعہ کو یاد کرتے ہیں تو حضور انور کی بے پایاں شفقت سے ہماری آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں اور دل فرط محبت سے جھوم اٹھتے ہیں۔ خاکسار کی بڑی بیٹی عطیۃ العلیم صاحبہ نے حضورِ انور کی خدمت اقدس میں تبرک ارسال کرنے کی درخواست کی۔ پیارے آقا

نے خوشبو سے معطر ایک رومال از راہ شفقت عنایت فرمایا اسی طرح حضور انور کی ارسال کردہ اپنی ایک خوبصورت تصویر جو ہمارے غریب خانہ کو شان سکندری دے رہی ہے۔ کرم نوازی کا ایک نشان ہے۔ نہ جانے کتنے خوش نصیب ہیں جو ان شفقتوں کا مورد بنے ہیں۔

(روزنامہ الفضل 8 جون 2003ء)

محترمہ امتہ العزیز بیگم صاحبہ اہلیہ شمس الدین خان صاحب مرحوم تحریر فرماتی ہیں:

ہمارے بہت ہی پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع کے ساتھ وابستہ تمام یادیں آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح چل رہی ہیں مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے جب میں نے آپ کی پرنور ہستی کو پہلی بار دیکھا تھا۔ ہم پشاور کی ممبرات لجنہ اجتماع پر ربوہ گئی تھیں تو محترمہ امتہ الشافی سیال ہمیں حضور پرنور کے گھر لے گئیں اس وقت میاں طاہر تھے۔ میری چھوٹی بیٹی ہما بھی ساتھ تھی۔ ہم ایک کمرے میں بیٹھ گئے کہ اچانک حضور کا مسکراتا چہرہ نظر آیا۔ آپ نے السلام علیکم کہا اور بیٹھ گئے اور امتہ الشافی صاحبہ سے فرمایا کہ ان مہمانوں کا تعارف کرائیں جب امتہ الشافی صاحبہ نے میرا تعارف کروایا کہ یہ صوبائی امیر شمس الدین خان کی بیگم ہیں تو حضور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور میری بیٹی ہما کو کہا کہ جا کر میری بیٹیوں کے ساتھ کھیلو۔ پھر حضور خود کچن میں گئے فروٹ لے کر آئے اور انار کے دانے نکال نکال کر پیش کرتے رہے پھر ڈرائی فروٹ لے کر آئے وہ پیش کیا پھر آئس کریم سے ہماری تواضع کی ابھی تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ حضور خود کچن کے لوازمات کے ساتھ چائے لے کر آ گئے۔ خود چائے بنائی اور ہمیں پیش کی۔ اسکے بعد اپنی بیگم صاحبہ کو

آواز دی کہ آصفہ بیگم آپ بھی آجائیں اوریوں میں آپ کی خوبصورت یادیں لے کر گھر واپس آئی۔

1982ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کا تاج پہنایا اور ہر احمدی کے دل کی دھڑکن بن گئے خوش قسمتی سے ان دنوں میری بیٹی نصرت جہاں اور داماد ملاقات کے لئے گئے تو چائے پلائی تواضع کی۔ اور داماد سے پوچھا کہ کھانا کھایا ہے کہ نہیں اس نے کہا کہ نہیں تو سرائے محبت کے باورچی کو بلا کر فرمایا کہ ان کے لئے کھانا تیار کریں لیکن پٹھان مرچ کم کھاتے ہیں اس لئے مرچ کھانے میں نہ ڈالیں اور ہم نے بڑے مزے سے کھایا۔

(اخبار الفضل روزنامہ 5 دسمبر 2004 ص5)

بچوں سے پیار و محبت

پیارے حضور حضرت خلیفۃ الرابع کو بچوں سے بھی بہت پیار تھا اس ضمن میں آپ کے تاثرات اور چند واقعات پیش ہیں۔

حضور کے دفتر کے میز کے پاس ایک ڈبہ سا رکھا ہوا ہے جو ملاقاتیوں کو نظر نہیں آتا۔ یہ ان بچوں کیلئے ٹافیوں سے بھرا رہتا ہے جو حضرت خلیفہ رابع سے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ ملاقات سے قبل والدین کی طرف سے بچوں کو بار بار اور بڑی پر زور تاکید کی جاتی ہے کہ وہ ملاقات کے وقت بڑے مؤدب اور بیبے بن کر رہیں۔ چنانچہ جب وہ ملاقات کے لئے آتے ہیں تو غریب سہمے ہوئے سے لگتے ہیں اور ملنے سے پہلے ہی سخت مرعوب ہو چکے ہوتے ہیں۔ حالانکہ خلافت کے کڑے منصب پر فائز ہونے کے بعد جو عظیم خوشیاں اور مسرتیں قدرت نے مجھے عطا کی ہیں ان میں سے ایک دلی مسرت اور سچی خوشی وہ ہے جو مجھے بچوں سے مل کر حاصل ہوتی ہے۔ بچوں سے گفتگو کرنا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ ان کی معصومیت سے مجھے بے پناہ محبت ہے۔ ان سے بات کر کے مجھے تو مزہ آجاتا ہے اور ساری کوفت دور ہو جاتی ہے۔

(ایک مرد خدا صفحہ نمبر 310.309)

امیر جماعت ہائے احمدیہ انگلستان بیان کرتے ہیں کہ مجھے خوب یاد ہے کہ حضور مسلسل بارہ گھنٹے سے سوال وجوب کی مجالس اور تبلیغ میں مصروف تھے۔ میں نے ایک علیحدہ کمرے میں ان کے لئے کھانے کا بندوبست کیا تا کہ آپ تنہائی میں سکون

سے کھانا تناول فرما سکیں لیکن پہلے تو آپ نے مجھے فرمایا کہ آئیں کھانا کھانے میں میرے ساتھ شامل ہوں۔ اس کے بعد میرے تین ننھے منے بچے بھی آدھمکے اور حضور کے ایک ایک لقمے کا بغور جائزہ لینے لگے۔ میں پریشان ہو کر معافی مانگنے لگا اور بچوں کو بھی سختی سے منع کیا کہ وہ حضور کی کہنیوں اور بازوؤں سے نہ چمٹیں۔ لیکن حضور نے فرمایا۔ بچوں کو نہ ٹوکیں اور فکر نہ کریں۔ بچے تو میرے دل کی راحت ہیں۔ مجھے بچوں سے بے حد محبت ہے۔ ان کی موجودگی میں مجھے دلی سکون اور بڑے ہی سکھ اور مسرت کا احساس ہوتا ہے۔

(ایک مرد خدا صفحہ نمبر 338)

اس ضمن میں مکرم و محترم عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن فرماتے ہیں۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کا آغاز ہوا اور عالمگیر جماعت احمدیہ نے سجدات شکر بجالاتے ہوئے عجیب روحانی کیفیت میں نئی صدی کا استقبال کیا۔ جماعت نے مختلف سوونیئر اس موقع کی یادگار کے طور پر تیار کروائے ان میں رنگا رنگ غبارے بھی تھے جن پر جوبلی کا نشان چھپا ہوا تھا۔ ایک روز حضور نماز عصر کے بعد بیت الفضل لندن سے باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ دو یا تین سال کا ایک چھوٹا بچہ احاطہ کی سلاخوں والی دیوار کے ساتھ ایک سلاخ کے ساتھ لٹکا ہوا اپنی خوشیاں منا رہا ہے۔ حضور اس بچے کے قریب سے گزرے تو اس بچے نے ہاتھ ہلا کر حضور کو سلام کہا حضور نے اس کا جواب دیا۔ حضور جب مزید قریب آئے تو بچہ کی بے تکلفی دیکھئے کہ وہ بولا: "حضور! کیا آپ کے پاس غبارہ ہے"

حضور مسکرائے اور بچہ کا مطلب خوب جان گئے کہ یہ سوال نہیں بلکہ حسن طلب ہے لیکن آپ نے غالبًا یہ دیکھنے کے لئے کہ بچہ کیا جواب دیتا ہے صرف اس قدر

فرمایا: "ہاں میرے پاس ہے" بچہ جس سلاخ کو پکڑے ہوئے لٹکا ہوئے تھا اس کو چھوڑ کر نیچے آیا اور بڑی بے تکلفی سے کہا "حضور کیا میں ایک غبارہ لے سکتا ہوں" حضور نے فرمایا ہاں۔ یہ جواب سن کر بچہ نے حضور کی انگلی پکڑی اور بڑے شوق سے قدم بقدم آپ کے ساتھ چلنے لگا۔ یہ نظارہ بہت ہی بھلا لگا کہ ایک چھوٹا معصوم بچہ پیارے آقا کی محبت کا مورد بنے حضور کے ساتھ ساتھ دفتر کی طرف جا رہا تھا۔ حضور اس بچہ کو دفتر کے اندر لے گئے۔ حضور نے اپنی میز کی دراز میں بچوں کو دینے کے لئے چاکلیٹ کے پیکٹ رکھے ہوتے تھے۔ اس جگہ ضمنا یہ ذکر کر دوں کہ حضور کا طریق یہ تھا کہ آپ ہر ملاقاتی بچہ اور بچی کو چاکلیٹ بطور تحفہ دیا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ دو پیکٹ دیتے تھے۔ حضور نے کئی بار بیان فرمایا کہ میرے نزدیک بچہ وہ ہے جس کی ابھی شادی نہ ہوئی ہو۔ ایسے سب بچوں اور بچیوں کو جن کی شادی نہ ہوئی ہو ہمیشہ حضور کے دست شفقت سے چاکلیٹ کے دو پیکٹ (دو مختلف قسموں کے) بطور تحفہ ملا کرتے تھے۔ جن بچوں یا بچیوں کی شادی ہونے والی ہوتی تو ان سے فرماتے کہ آؤ اور آج آخری بار یہ چاکلیٹ لے لو۔ شادی ہوگئی تو پھر یہ نہیں ملیں گے! حضور اس بچہ کو لے کر اپنے دفتر میں تشریف لے گئے۔ میز کی دراز کھول کر اس بچہ کو ایک غبارہ دیا۔ بچہ نے بڑے شوق سے لیا۔ اور بڑی معصومیت سے حضور سے ایک اور مطالبہ کر دیا۔ بچہ نے کہا "حضور کیا آپ اس میں ہوا بھی بھر سکتے ہیں؟"

بچہ کے اس بے ساختہ مطالبہ پر حضور نے کیا لطف اٹھایا ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حضور کی شفقت اور محبت کا کرشمہ تھا کہ بچے اس بے تکلفی اور جرأت سے یہ باتیں اپنے شفیق آقا سے بے حجاب عرض کر دیتے تھے۔ حضور نے دھاگہ منگوایا

اور اس خوش نصیب بچے کے لئے از راہ تلطف خود ایک غبارے میں ہوا بھری، دھاگہ باندھا اور دھاگہ کا ایک کنارہ اس بچے کے ہاتھ میں تھما دیا۔ حضور نے اس بچہ کو حسب معمول دو چاکلیٹ بھی دیئے جو اس نے دوسرے ہاتھ میں پکڑ لئے۔ کیا ہی خوش بخت تھا وہ بچہ جو اس حال میں حضور کے دفتر سے باہر آیا کہ ایک ہاتھ میں غبارہ تھا اور دوسرے ہاتھ میں دو چاکلیٹ!

(27 دسمبر 2003 الفضل روزنامہ صفحہ 43)

تربیت کے رنگ

مکرم عبدالقدیر قمر صاحب مربی سلسلہ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

گرمیوں کے دن تھے۔ ہم پانچ چھ دوست سکول سے واپس آ کر سڑک پر کھڑی ایک بیری سے بیر اتار اتار کر اپنی جھولیاں بھرنے لگے۔ سبھی ننگے سر تھے۔ اتنی دیر میں حضرت صاحب تشریف لائے اور فرمایا ادھر آؤ۔ ہم سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور سمجھنے لگے کہ شاید سزا دیں گے۔ اور دل میں ڈرنے لگے دوبارہ فرمایا ادھر آؤ، ڈرتے ڈرتے گئے فرمانے لگے دیکھو گرمیوں میں بیروں کے اندر کیڑا ہوتا ہے جس کے کھانے سے پیٹ خراب ہو جاتا ہے اور پھر تم سب لوگ ننگے سر دھوپ میں پھر رہے ہو اس طرح تمہیں لو لگ جائے گی اور بیمار ہو جاؤ گے۔ اتنی دیر میں سائیکل پر ایک آئس کریم بیچنے والا آ گیا۔ ان دنوں چار آٹھ اور بارہ آنے کا ایک ایک کپ ہوتا تھا آپ نے اسے فرمایا کہ ان بچوں کو بارہ آنے والا ایک ایک کپ دے دو۔ جب ہم سب نے آئس کریم کھالی تو نصیحتا فرمانے لگے۔ "آئندہ میں آپ کو ننگے سر اس طرح

دھوپ میں پھرتے ہوئے اور بے احتیاطی سے ایسے کیڑوں والے بیر کھاتے نہ دیکھوں" اللہ! اللہ تربیت اور سمجھانے کا یہ انداز۔ کیسا دلنشیں اور دلربا اور بات بھی دل سے نکلی تھی اسلئے اثر انداز ہوئی! اور ہم نے آئندہ دھوپ میں اس طرح پھرنا اور بیریوں سے بیر اتارنا چھوڑ دیا۔ (اخبار الفضل 2 اگست 2003)

"اگر ڈر کی وجہ سے بچوں کا دل بند ہو جاتا تو"

اس طرح کا ایک واقعہ مکرم میاں احمد صاحب ولد سلطان محمد صاحب آف برجی جو کہ ایک غیراز جماعت دوست ہیں بیان کرتے ہیں:

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے جب شروع میں طاہر آباد کی زمین آباد کی تو کچھ حصے میں ککڑی کی بیلیں لگائیں۔ ایک دفعہ میرا چھوٹا بھائی اور ایک بچہ مل کر گئے اور ککڑیاں وغیرہ کھائیں۔

میاں صاحب کی ان زمینوں کے منشی نے دیکھا اور بچوں کو بھگایا اور بندوق کندھے سے لٹکا کر ان کے پیچھے گیا وہ دونوں بچے سخت گھبراہٹ کے عالم میں گھر میں جا گھسے۔ اس پر میں باہر نکلا تو ساری بات کا علم ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم جاؤ میں کل خود ہی بچوں کو لے کر میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اگلے دن میں ان دونوں کو لے کر میاں صاحب کے پاس پہنچ گیا۔ میاں صاحب نے مجھے دیکھ کر بڑے پیار سے پوچھا کہ کیسے آئے۔ میں نے سارا قصہ سنایا اور بچوں کو آگے کر دیا کہ یہ مجرمان حاضر ہیں۔ اس پر میاں صاحب نے منشی کو بلایا اور اسے بہت ڈانٹا کہ اگر خدانخواستہ ڈر کی وجہ سے بچوں کا دل بند ہو جاتا تو پھر۔ ساتھ ہی بچوں کو پیار

سے فرمایا کہ آئندہ ان کو کوئی نہیں روکے گا۔ یہ جب مرضی آئیں اور جتنا چاہے کھائیں

(سیدنا طاہر نمبر مارچ واپریل 2004 ص 321)

بچوں کو وقت دیتے

مکرم منیر احمد اظہر صاحب لاہور تحریر فرماتے ہیں۔:

آپ کو بچوں سے بے پناہ محبت تھی ایم ٹی اے پر بچوں کے پروگرام کرتے تھے مصروفیت کے باوجود بچوں کے لئے بھی خاصہ وقت نکالتے تھے۔ بچوں کو دو دو کہانیاں سنا دیتے تھے کئی گھنٹے بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف رہتے بچوں کی تربیت کا یہ بہت ہی پیارا انداز تھا ہم اپنے بچوں کے ساتھ دس منٹ بھی نہیں کھیل سکتے ہمارے پاس بچوں کی بات سننے کا بھی وقت نہیں ہوتا آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص ہمت اور صبر عطا کیا ہوا تھا۔ ڈش انٹینا کی برکت سے گھر گھر میں رونق اور گھر گھر آپ کی بات سنی جاتی اور ہم ہر روز آپ کو کسی نہ کسی پروگرام میں دیکھ کر اپنی اداسی دور کرتے تھے۔

(روزنامہ الفضل 12 دسمبر 2003 صفحہ 3)

پاکیزہ جذبات

ایک موقعہ پر حضورؒ فرماتے ہیں:

چھوٹے چھوٹے بچوں سے مل کر بھی مجھے دلی سکون اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ ان سے باتیں کرکے ان کی باتیں سن کر اور ان کی محبت اور معصومیت سے لبریز گفتگو سے دل پیار اور اطمینان سے بھر جاتا ہے۔

(ایک مرد خدا۔ ص 224)

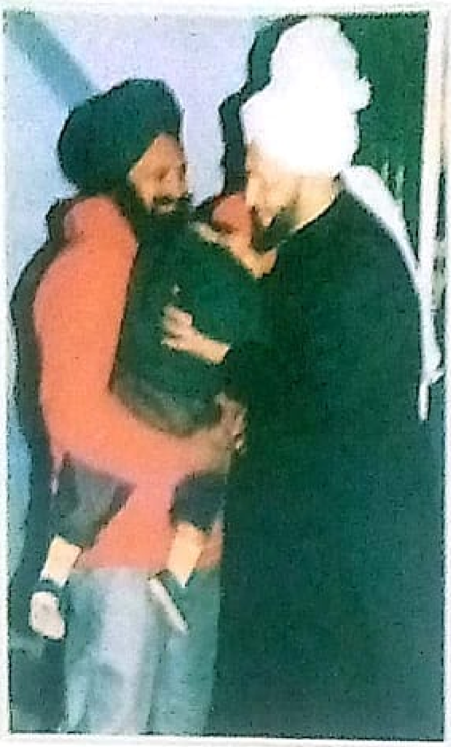

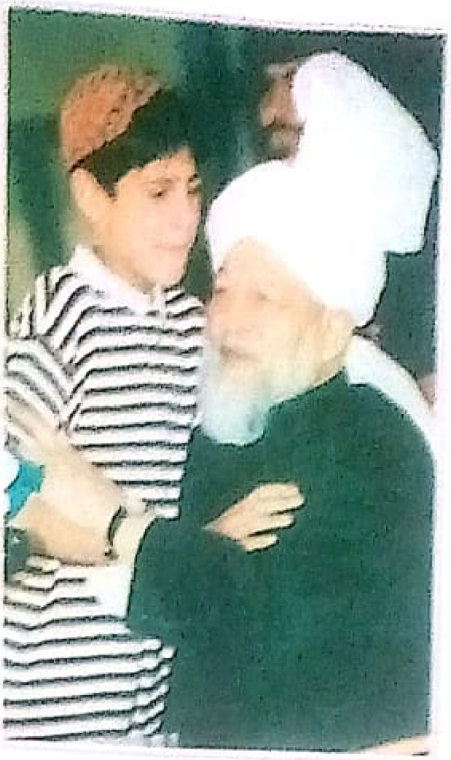

بچوں پر شفقت کے مختلف مناظر

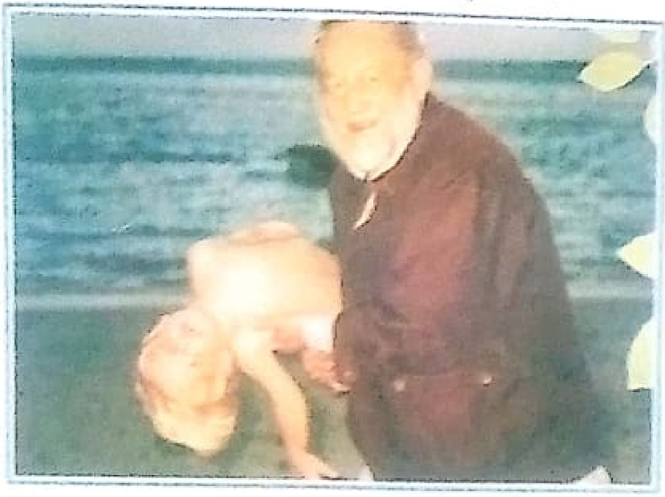

تربیت اولاد کے عملی نمونے

پیارے آقا نے تربیت کے جو رنگ ہمارے سامنے بطور نمونہ چھوڑے ہیں وہ رہتی دنیا تک لائحہ عمل ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ کی مقدّس اولاد کی تحریریں اور کچھ واقعات پیش ہیں آپ کی ایک صاحبزادی محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ تحریر فرماتی ہیں۔

بچوں کی تربیت کے انداز

ہمیں زمینوں پر جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ وہاں فصلوں کے متعلق اور زمینوں کی دیکھ بھال کے بارہ میں ہمیں بتایا کرتے۔ شاید ایک عام انسان چھوٹی بچیوں سے ایسی گفتگو غیر ضروری خیال کرے۔ لیکن ابّا ہم سے ہر وہ بات کرتے تھے جو آپ کی زندگی کا حصہ ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کو یہ نقطہ معلوم تھا کہ بچہ کے ذہن پر ہر چیز نقش ہو رہی ہوتی ہے اور اپنے وقت پر باہر آتی ہے۔ یہ بھی آپ کی تربیت کا ایک انداز تھا۔ رات سونے سے پہلے ہمیں کہانیاں سناتے تھے جو ہمیشہ قرآن کریم سے اخذ کی ہوتی تھیں میں نے بچپن میں سب نبیوں کے واقعات جو قرآن کریم میں آتے ہیں حضور سے کہانیوں کی شکل میں سُنے ہیں۔ بچوں کی تربیت کا کیا خوبصورت انداز تھا۔ یہی نصیحت آپ نے خلافت کے بعد احمدی ماؤں کو کی کہ بچوں کو کہانیوں کی شکل میں قرآن کریم کے واقعات سنایا کریں۔ یہ بات جہاں ان کے دل میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرے گی وہاں وہ خوبیاں بھی پیدا کرے گی جو قرآن نے انبیاء علیہم السّلام کے واقعات کی صورت میں مثال کے طور پر ہمارے سامنے پیش کی ہیں۔

(اخبار الفضل روزنامہ دسمبر 2003 صفحہ 45)

ایک روحانی باپ

آپ مزید تحریر فرماتی ہیں:

اب میں سمجھتی ہوں کہ آپ کا کچھ ذکر بطور ایک روحانی باپ کے بھی کروں جس طرح شروع میں میں نے کہا تھا کہ مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا تھا کہ ابا جتنا پیار مجھ سے کرتے ہیں شاید اتنا یا اس سے بھی زیادہ ہر احمدی بچی سے کرتے ہیں۔ آپ نے اپنی خلافت کے بعد نہ صرف ان بچیوں کی تربیت فرمائی بلکہ ان میں خدا کی راہ میں اپنا وقت اور اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرنے کی ایک نہ ختم ہونے والی لگن بھی پیدا کر دی۔ آپ احمدی خواتین کے دلوں میں جھانک کر ان کے دکھوں تک بھی پہنچے اور پھر جس طرح ایک باپ کا دل بے چین ہو کر کبھی خدا کے حضور تڑپ کر ان دکھوں کا مداوا مانگتا ہے اور عملی کوشش بھی کرتا ہے۔ اسی طرح آپ نے دعائیں بھی کیں اور عملی کوشش کو بھی اپنی انتہا تک پہنچا دیا کرتے تھے۔

(الفضل دسمبر 2003 صفحہ 46)

بیمار پرسی کا عالم

آپ مزید لکھتی ہیں:

مجھے یاد ہے کہ جب میری بیٹی بچپن میں بیمار ہوئی۔ ابا نے اس طرح میرا اور میری بیٹی کا خیال رکھا کہ میں کبھی بھول نہیں سکتی۔ نہ صرف مسلسل دعاؤں میں لگے رہے بلکہ رات کو بھی کئی کئی دفعہ اٹھ کر نیچے آتے اور مجھ سے بچی کا حال پوچھتے۔

ضرورت ہوتی تو دوائیاں بھی تبدیل کرتے جاتے۔

(الفضل سالانہ، دسمبر 2003ء، ص46)

ماں کا پیار

پھر آپ فرماتی ہیں:۔

مجھے یاد ہے بچپن میں ابا ہمارا ایسا خیال بھی رکھتے تھے جو عموماً ماؤں کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ میری بڑی بہن بچپن میں دمہ کی وجہ سے بیمار ہو جایا کرتی تھی۔ بعض اوقات ابا اس کے لئے ساری ساری رات جاگتے۔ کبھی میری آنکھ کھلتی تو دیکھتی ابا شوکی کو گود میں اٹھائے ہوئے ٹہل رہے ہیں۔ امی کی وفات کے بعد اپنی بقیہ زندگی میں باپ کے ساتھ ساتھ ہمیں ماں کا پیار بھی دیا۔ اس وقت میری چھوٹی دونوں بہنیں ابھی غیر شادی شدہ تھیں۔ ان کا بے حد خیال کیا۔ ان کی شادیوں کے موقع پر مجھے بار بار بلا کر کہتے تھے کہ دیکھو کوئی بھی کمی نہ رہے۔ جو یہ چاہیں اور جس طرح چاہیں ان کے لئے کرو۔ بے انتہا مصروفیت کے باوجود شادی کی تمام تقریبات کے ہر پہلو پر نظر رکھی اور بعض معاملات جو صرف خواتین کی دلچسپی کے سمجھے جاتے ہیں ان میں بھی حصہ لیتے رہے۔

(الفضل حوالہ نمبر 27 دسمبر 2003 صفحہ 46)

عادت نماز

صبح صبح آپ بچیوں کو نماز فجر کے لئے جگاتے تھے۔ پھر اس کے بعد کسی اور کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس بات کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ آپ بچیوں کو جگا کر

ان پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے پھر واپس یہ دیکھنے نہیں آتے کہ وہ بیدار ہوئیں یا نہیں۔ ایک بار جگانے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ آپ کی ایک صاحبزادی بیان کرتی ہیں۔

"مجھے یاد ہے مجھے بہت نیند آرہی تھی۔ ابا جان نے مجھے نماز کیلئے جگایا لیکن مجھے اونگھ آگئی۔ ابا جان نے مجھے کہا تک کچھ بھی نہیں لیکن میں دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہی تھی مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہو۔ آپ نے مجھے کچھ بھی تو نہیں کہا۔ لیکن میں بخوبی جانتی تھی کہ نماز میں میری سستی کی وجہ سے انہیں سخت صدمہ ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے تہیہ کر لیا کہ آئندہ کبھی ایسی سستی نہیں کروں گی ایک دفعہ بہت سی لڑکیوں نے ابا جان کی خدمت میں لکھا کہ ان کی امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کریں۔ آپ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی نے بھی دعا کی درخواست کی اس پر اگلے دن آپ نے بہت اظہار خوشنودی فرمایا۔ کہنے لگے کہ میں تمہاری اور تمہاری سہیلیوں کی کامیابی کے لئے ضرور دعا کروں گا۔ ہر قدم پر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہی رہنا چاہئے۔"

(ایک مرد خدا صفحہ نمبر 222)

اولاد سے دوستانہ تعلق

آپ کی صاحبزادی محترمہ شوکت جہاں صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:۔

بچپن کی بڑی ہی پر لطف یادیں ہیں۔ کس کس کا ذکر کروں ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ بھی چلتی۔ ہم بہنیں ابھی بہت ہی کم عمر تھیں کہ ایک دن ابا جان دفتر سے واپس آئے اور کہنے لگے آؤ تمہیں جادو کا کرتب دکھائیں۔ بتاؤ کون سی مٹھائی کھانے کو

تمہارا دل چاہتا ہے اور یہ مٹھائی تمہیں کس جگہ پر رکھی ملے۔ میں نے فورا جواب دیا۔ کہ میرا دل تو پیلے رنگ کی ایک مٹھائی کھانے کو چاہ رہا ہے اور اگر وہ مجھے ایک خاص الماری میں پڑی ہوئی مل جائے تو کتنا مزہ آئے۔ میری چھوٹی بہن فائزہ بولی مجھے تو مٹھائی چاہئے جس میں شکر ہی شکر اور کریم ہی کریم ہو۔ اور یہ مٹھائی مجھے ڈائننگ روم کی الماری کے تیسرے خانے میں رکھی ہوئی ملنی چاہئے۔ ابا جان نے ہوا میں بازو لہرا کر کہا۔ ٹھیک بالکل ٹھیک۔ تمہاری من کی مرادیں پوری ہو گئیں۔ جاؤ اور اپنی اپنی مقررہ جگہ پر سے مٹھائی اٹھا لو۔ یہ سنتے ہی ہم دونوں بہنیں تیر کی طرح سیدھی اپنی اپنی مقررہ جگہ کی طرف لپکیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ ہماری دل پسند مٹھائیاں ہماری بتائی جگہوں پر پڑی ہیں۔ بس پھر کیا تھا ہم نے شور مچا دیا اور اپنی سہیلیوں کو بڑے فخر سے بتایا کہ ہمارے ابا جان کو جادو آتا ہے۔ بڑی ہوئیں تو ہم نے ابا جان سے پوچھا کہ آپ نے یہ کارنامہ کیسے سرانجام دیا تھا؟

وہ مسکرائے اور فرمانے لگے یہ تو سیدھی سی بات تھی مجھے یہ تو پتا تھا کہ تمہیں کون کون سی مٹھائی پسند ہے اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ تم اپنی قیمتی اشیاء کہاں کہاں رکھتی ہو۔ بس میں نے تمہاری پسندیدہ مٹھائیاں وہیں رکھ دیں اور اشاروں کنایوں سے تمہیں آمادہ کر لیا کہ تم ان ہی جگہوں کا نام لو جہاں میں نے مٹھائیاں رکھی تھیں۔

(ایک مرد خدا صفحہ نمبر 211، 212)

بے مثال واقعہ

اسی طرح ایک رسالہ میں آپ نے ایک اور واقعہ تحریر فرمایا، کہتی ہیں کہ ربوہ

میں گرمیوں کے دنوں میں اکثر بجلی بند ہو جانے کی وجہ سے کمروں میں سخت گھٹن ہوتی تھی تو باہر صحن میں سونا پڑتا۔ مجھے یاد ہے میں بہت چھوٹی سی تھی۔ بجلی غائب ہونے پر رات کو اٹھ کر باہر صحن میں گئے تو ابا کے ساتھ چار پائی پہ سوئی جس پہ کوئی بستر وغیرہ نہیں تھا۔ ابا نے اپنا بازو میرے سر کے نیچے تکیہ کے طور پر رکھا ہوا تھا۔ صبح جب میری آنکھ کھلی تو آپ کا بازو اسی طرح میرے سر کے نیچے تھا۔ ابا ساری رات اسی کروٹ پہ لیٹے رہے اور بازو پر چار پائی کے نشان پڑ چکے تھے۔ معلوم نہیں اس حالت میں آپ سو بھی سکے یا نہیں لیکن اپنے بچے کی تکلیف کے خیال سے بازو ہلانا پسند نہیں کیا۔

(سیدنا طاہر نمبر مارچ اپریل 2004 صفحہ 43)

تربیت کے انداز

چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب جو ایک سادگی پسند، مرتاض، اور محتاط احمدی بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ (حضرت صاحبزادہ مرزا) طاہر احمد کے ہاں کھانے کی دعوت میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔ یہ انتخاب خلافت سے پہلے کی بات ہے۔ (حضرت) صاحبزادہ کے ہاں ٹیلی ویژن سیٹ دیکھا تو بہت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور بے ساختہ پکار اٹھے:۔

"میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ بھی ان فضول مشاغل کا شکار ہو گئے ہیں؟"

(حضرت) خلیفہ رابعؒ فرماتے ہیں میں نے انہیں کچھ یوں جواب دیا:

"نہیں میں ان مشاغل کا شکار نہیں ہوا۔ البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کے نقطہ نظر اور میرے نقطہ نظر میں فرق ہے۔ میری سوچ آپ سے بہت مختلف ہے۔ میں یہ

ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ ٹیلی ویژن میں فقط خرابی ہی خرابی ہے۔ کوئی خوبی سرے سے ہی نہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے کچھ پروگرام یقیناً نامناسب ہوتے ہیں لیکن اگر آپ ٹیلی ویژن پر مکمل قدغن لگا دیں اور اسے دیکھنا ممنوع قرار دے دیں تو جانتے ہیں کیا ہوگا؟ ذرا سوچئے تو سہی۔ کیا اس صورت میں ہم نوجوانوں کی فطرت کے خلاف اعلان جنگ نہیں کر رہے ہوں گے؟ اگر بچوں کے لئے اپنے گھر میں ٹیلی ویژن دیکھنا شجر ممنوعہ بن جائے تو وہ اسے اپنے گھر میں دیکھنے کی بجائے کسی ہمسائے کے گھر میں جا کر دیکھ لیں گے۔ اس طرح ہم انہیں منافقت اور دوغلے پن کی تربیت دے رہے ہوں گے اور بچے ماں باپ کی نظریں بچا کر ایک مجرمانہ احساس کے ساتھ چوروں کی طرح اپنے جذبات کی تسکین کے سامان تلاش کرنے لگیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت خطرناک راستہ ہے جس پر قدم مارنے کے نتائج بھیانک اور افسوس ناک ہو سکتے ہیں۔

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اپنے بچوں کو اپنے گھر میں اپنی نظروں کے سامنے ٹیلی ویژن دیکھنے کی اجازت دے دوں تاکہ ضرورت پڑنے پر میں ان کی راہنمائی کر سکوں اور بچے بھی جب چاہیں مجھ سے مشورہ کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم سب اکٹھے بیٹھتے ہیں اور ٹیلی ویژن پر دکھائے جانے والے کچھ ڈراموں اور پروگراموں کو مل کر دیکھتے ہیں۔ ٹھیک ہے کچھ پروگرام ناپسندیدہ ہوتے ہیں جنہیں دیکھنا میں ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا۔ لیکن ہوتا یوں ہے کہ میں پروگراموں پر تبصرہ بھی کرتا جاتا ہوں۔ اس طرح پسند یا ناپسند کا معقولی رنگ میں اظہار بھی ہو جاتا ہے اور بچوں کو علم ہو جاتا ہے کہ میری ان پروگراموں کے بارے میں کیا رائے ہے اور میری رائے اور میرے نقطہ نظر

کے مناسب اظہار سے نہ صرف متاثر ہوتے ہیں بلکہ ان کی اس قسم کے پروگراموں میں دلچسپی ماند پڑ جاتی ہے اور وہ ان کے کھو کھلے پن کے قائل ہو جاتے ہیں۔ ان کی دلچسپی اور زوق وشوق کا رخ بدل جاتا ہے۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ اگر میں ان پر خشک سختی کرتا تو وہ میری پسند نا پسند کا احترام کرنے کی بجائے اس کے خلاف بغاوت کے مرتکب ہو جاتے"

حضرت خلیفہ الرابعؒ فرماتے ہیں کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو میرے اس جواب سے اندازہ ہو گیا کہ میں کس خطوط پر اپنے بچوں کی تربیت کرنے کی کوششیں کر رہا ہوں۔

(ایک مرد خدا صفحہ 236 تا 238)

تربیت کا ایک اور عجیب انداز

محترمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

آپ کی تربیت کا ایک اور بہت عجیب انداز تھا جو میں نے عام طور پر باقی گھروں میں نہیں دیکھا۔ جب آپ کہیں باہر سے تشریف لاتے تو پہلے دن وہ تحائف نہ دیتے جو آپ بچوں کے لئے لائے ہوتے بلکہ اگلے دن وہ چیزیں ہمیں ملا کرتیں ایک دفعہ میں نے ابا سے آتے ہی پوچھ لیا آپ ہمارے لئے کیا لائے ہیں۔ آپ نے کہا دیکھو! تمہاری بڑی بہن نے تو مجھ سے یہ نہیں پوچھا بس اسے تو مجھے ملنے کی خوشی ہی کافی لگ رہی ہے۔ پھر فرمایا میں تمہیں تحائف پہلے دن اس لئے نہیں دیتا کہ اصل خوشی کی بات تمہارے لئے یہ ہونی چاہئے کہ باپ اتنی دیر کے بعد گھر آیا ہے اور تم سے

ملا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل اہمیت اور محبت دینے والی ہستی کی ہونی چاہئے اس مادی چیز کی نہیں یہ میں اس لئے کرتا ہوں کہ جب بھی خدا کی کوئی نعمت تمہیں ملے تو اس نعمت کی شکرگزاری تمہیں خدا کی محبت کی طرف لے جائے کیونکہ اصل دینے والا اور تمام نعمتوں کا مالک خدا ہی ہے۔

(حوالہ سیدنا طاہر نمبر مارچ واپریل 2004 صفحہ نمبر 223)

تحفہ اور خواہش میں فرق

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (مرحوم) تحریر فرماتے ہیں:

ایک معاملہ میں حضور نے خاکسار کی اس طرح تربیت فرمائی کہ خاکسار نے ایک دوست سے خواہش کی کہ فلاں چیز میں خریدنا چاہتا ہوں وہ لے آئیں، جب وہ لے آئے تو انہوں نے اس کی قیمت وصول نہ کی اور تحفہ دینی چاہی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعود کا طریق تو یہ تھا کہ اگر کسی کو کوئی چیز لانے کے لئے کہتے اور وہ آپ کی خواہش پر وہ چیز لاتا تو ایسی چیز کو آپ تحفہ کے طور پر قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی قیمت ادا کر کے وصول کرتے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004 صفحہ 57)

تیز قدم اٹھاتے ہیں

مکرم ملک محمد اسلم صاحب کارکن خدام الاحمدیہ بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دوپہر کو ایک بجے کے قریب صدر صاحب مجلس کی

ڈاک ان کے گھر پہنچانے جا رہا تھا۔ میں ڈاک کا تھیلا اپنے کندھے پر لٹکائے آہستہ آہستہ جا رہا تھا کہ محترم صدر صاحب یعنی پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سائیکل پر میرے پیچھے سے آئے (ابھی آپ خلیفہ منتخب نہیں ہوئے تھے) اور اچانک میرے کندھے سے ڈاک کا تھیلا پکڑ لیا اور تیز تیز روانہ ہو گئے۔ میں حیران رہ گیا کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب کیا کروں۔ تھوڑی دور جا کر حضورؒ نے بریک لگائی اور دست مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے بلایا۔ بندہ ناچیز شرمندہ شرمندہ قریب پہنچا تو بڑے پیار سے فرمایا۔ ایسے نہیں چلتے۔ تیز قدم اٹھاتے ہیں اور فرمایا کہ جاؤ ڈاک میں خود لے جاؤں گا۔

(رسالہ خالد مارچ و اپریل 2004 صفحہ نمبر 320,321)

ماؤں کو نصیحت

محترمہ امتہ العزیز صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ

ایک موقعہ پہ ہمارے پیارے آقا نے عورتوں سے خطاب فرمایا اور قرآن مجید اور اس کا ترجمہ پڑھنے پر زور دیا۔ نماز پڑھنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ بچوں کو بچپن سے نماز کی عادت ڈالیں۔

(5 دسمبر 2003 الفضل روزنامہ صفحہ 4)

"خواتین پر شفقت"

محترمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ جماعتی کام کرنے والی بچیوں کے متعلق تحریر فرماتی ہیں کہ:

آپ جب بھی ان بچیوں سے کوئی کام لیتے تھے تو وہ کام کرنے والیاں آپ کی خاص توجہ اور محبت کی حقدار بن جاتی تھیں۔ آپ ہر کام تمام تفصیل سے خود بتاتے اور بہت باریک بینی سے ان کی تربیت کرتے اور ان کو سکھاتے۔ بعض دفعہ بار بار غلطیاں کرنے پر بھی آپ بڑی ہمت اور حوصلہ سے ان کی اصلاح فرماتے یہاں تک کہ وہ کام کو سیکھ کر آپ کی منشاء کے مطابق اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دیں۔ مجھے یاد ہے آپ جب بھی کسی بچی سے کام لیتے تو اس دوران اس کا بے حد خیال رکھتے اس کے کھانے پینے اور ذاتی ضروریات پر بھی نظر رکھتے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی ایک بچی جو ابا کے ساتھ کام کروا رہی تھی اس کی شادی کا موقع آیا تو آپ نے شادی سے چند دن پہلے بلا کر مجھے کہا میرا خیال ہے اس بچی نے اپنی شادی کی صحیح طور پر تیاری نہیں کی مگر یہ بتا بھی نہیں رہی۔ میں چاہتا ہوں کہ جو چیزیں اب تک تیار نہیں ہو سکیں وہ پتا کر کے تم خود ان کی شاپنگ کرو۔ آپ نے خاص طور پر کہا کہ شادی کا جوڑا اس نے اب تک تیار نہیں کروایا۔ ابا کے کہنے پر جب میں اس سے ملی تو پتہ چلا کہ واقعی شادی کا جوڑا اب تک نہیں بنا تھا وقت شائد 4-3 دن شادی میں رہ گئے تھے۔ مگر اللہ کے فضل سے اس کے لئے بہت اچھا بنا بنایا جوڑا مل گیا۔ ابّا بھی سن کر بے حد خوش ہوئے۔ اس بات نے مجھے حیران کیا کہ جب وہ بتا بھی نہیں رہی تھی تو ابّا نے کیسے اندازہ کر لیا کہ اس کے پاس

شادی کا جوڑا نہیں ہے۔ بعد میں شادی کے بقیہ کام بھی خود اپنی نگرانی میں کروائے اور اپنی کار میں اسے رخصت کیا۔ یہ واقعہ تو میں نے مثال کے طور پر بیان کیا ہے بارہا میں نے آپ کو ایسے کام کرتے ہوئے یا دوسروں سے کرواتے دیکھا ہے۔ یہ آپ کی محبت ہی تھی جو اس سوسائٹی میں پلنے والی بچیوں کو دیگر دلچسپیوں کو چھوڑ کر دین کے کاموں کی طرف کھینچ لاتی۔ آپ کی حوصلہ افزائی تو ایسی تھی اور تعریف کا انداز اتنا پیارا تھا کہ جو کام مکمل طور پر سمجھا کر خود کرواتے اس کی یوں تعریف کرتے جیسے آپ کا اپنا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام اس شخص کی محنت ہے جس نے آپ کی مدد کی ہے۔ حضور نے اپنے دور خلافت میں ان بچیوں کی تربیت کیلئے ہر ممکن کوشش کی احمدی بچیوں اور ماؤں پر ایسی نظر رکھی جو شاید ایک پیار کرنے والا باپ بھی اپنے بچوں پر نہ رکھتا ہو۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خاص فراست اور دور اندیشی سے نوازا تھا اس لئے آپ خطرے کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے ہی صورتحال کو بھانپ لیتے اور پھر سنبھالنے کے لئے عملی کوشش بھی کرتے۔ آپ نے اپنی تحریر و تقریر اور عمومی نصیحتوں سے احمدی خواتین کی تربیت کا ہر حق ادا کیا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے دل میں عورت ذات کی ایک خاص ہمدردی رکھی تھی۔

مریم شادی فنڈ

محترمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:۔

یہ آپ کا آخری لمحوں میں اپنی والدہ کو یاد کرنا ہی تو تھا۔ الحمد اللہ یہ بھی مدنظر رکھیں کہ آپ کے دل میں عورت کے لئے جو خاص ہمدردی اور محبت کے جذبات

موجزن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی کہ آپ نے آخری اہم کام بھی ہم عورتوں کی ہمدردی اور بہبود کے لئے کیا۔

(الفضل 27 دسمبر 2003 صفحہ 48)

لجنہ اماء اللہ سے تعلق اور ان کی رہنمائی

محترمہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث تحریر فرماتی ہیں:

حضور کے دور خلافت کا ایک نہایت روشن باب لجنہ کے تعلق میں ہے۔ لجنہ سے متعلق اپنی ایک رویا کا ذکر دو تین مرتبہ خود بھی بعض مواقع پر فرمایا تھا جس سے ظاہر تھا کہ حضور کے دور خلافت میں لجنہ اماء اللہ کو خاص طور پر جماعت کی خدمت کی توفیق ملے گی۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ حضور کے دور میں لجنہ کی ممبرات نے ہر ملک میں نہ صرف یہ کہ نمایاں ترقی کی بلکہ دینی جماعتی کاموں میں بہت زیادہ معاونت کی۔ خاص طور پر 1989 میں جب حضور نے ذیلی تنظیموں کو کل ملکی مرکزیت سے ہٹا کر ایک ملکی مرکزیت قائم فرمائی تو ہر ملک میں لجنہ خوب پھیلی اور بے مثال خدمت کی توفیق پائی۔ ہر ملک کی لجنہ حضور سے براہ راست ہدایات لیتی اور حضور کو رپورٹ کرتی۔ 1992 میں خاکسار کے سپرد لجنہ ربوہ کی صدارت کی خدمت ہوئی تو اس پہلو سے بھی حضور کے ساتھ ایک خاص تعلق قائم ہوا۔ خاکسارہ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ خلیفۂ وقت جو بھی ہدایات جماعت کو دیں خواہ وہ دنیا میں کسی بھی جماعت کو مخاطب فرما رہے ہوں اس پر بدل و جان پوری طاقت اور دیانت داری سے عمل کروں لجنہ کے کاموں میں بھی میں نے کبھی اس بات کا انتظار نہ کیا کہ ہمیں براہ راست جب ہدایت ملے تو کام شروع

کریں بلکہ جب بھی کان میں آواز پڑی تو حسبِ توفیق اس پر عمل شروع کر دیا خاکسارہ دعا اور رہنمائی کی غرض سے حضور سے اس سلسلے میں باقاعدہ رابطہ رکھتی اللہ کے فضل سے حضور نے نہ صرف ہمیں اپنی بھرپور دعاؤں سے نوازا بلکہ ہمیشہ ہر معاملہ میں بہت تفصیل میں جا کر ہدایات دیں۔ حضور ہر خط اور ہر رپورٹ کا بہت باریکی سے مطالعہ فرماتے اور پھر حسبِ حالات ہدایت دیتے۔ حضور کی طرف سے عطا فرمودہ ہدایات اتنی گہری ہوتیں کہ یہ میرا ایک دفعہ کا نہیں بار بار کا تجربہ ہے کہ اپنی طرف سے خط پڑھ کر ہم ان ہدایات پر عمل کر چکے ہوتے لیکن پھر جب بھی اور خطوں کو پڑھتے کوئی نہ کوئی نقطہ ان میں نیا ہوتا۔ (الفضل 2003 ستمبر 24)

آپ بیان فرماتی ہیں:۔

حضور کے دل میں لجنہ کی اہمیت بہت زیادہ تھی آپ مردوں کی تربیت کا ایک ذریعہ عورتوں کو بھی سمجھتے تھے میری ایک رپورٹ کے جواب میں تحریر فرمایا۔

" آپ لجنہ ربوہ کی مساعی کی جو رپورٹیں بھجواتی ہیں وہ ماشاءاللہ بڑی خوشکن ہوتی ہیں اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی محنت زیادہ باثمر اور باسلیقہ ہے۔ خطبات سننے کیلئے آنے والی عورتوں کی تعداد پہلے کم ہوا کرتی تھی لیکن اب خدا کے فضل سے مردوں سے بھی زیادہ تعداد میں وہ سننے کیلئے آتی ہیں ماشاءاللہ عورتوں کی اچھی تربیت ہو جائے تو پھر مردوں کو وہ انشاءاللہ خود ہی سنبھال لیں گی۔ اللہ آپ کی کوششوں کے توقع سے بہت بڑھ کر اچھے نتائج ظاہر فرمائے اور آپکے ساتھ کام کرنے والی تمام کارکنات کو بھی بہترین جزاء عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل 24 ستمبر 2003ء)

لجنہ کی ملاقات

مکرم پیر افتخار الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

16 اپریل 1984 کو صبح جلدی بیت الفضل پہنچا آج لجنہ کی حضور سے ملاقات تھی جیسا کہ مجھے خیال تھا ہمارے انتظام سے بڑھ کر ملاقات کے لئے خواتین آئی ہوئی تھیں انتہائی رش تھا پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا پروگرام یہ تھا کہ کہ لجنہ کی عام ملاقات سے قبل پانچ فیملیز کی ڈرائینگ روم میں حضور سے ملاقات کروا دی جائے۔ اسکے بعد دو ہال کمروں میں خواتین کو بٹھا کر حضور سے ملوا دیں گے خاکسار کی والدہ نے خاکسار کو بتایا کہ ایسا ہوا کہ حضور اچانک اوپر سے سیڑھیاں اتر کر نیچے hall stair میں آ گئے۔ اس وقت خواتین کو خیال بھی نہیں تھا کہ حضور اس طرح اچانک تشریف لے آئیں گے۔ ان کی خوشی کا عالم حیرت انگیز تھا۔ ان کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ اس قدر اچانک خدا نے کس طرح ان کی جھولی میں ان کی مرادیں بھر دی ہیں۔ حضور جب نیچے تشریف لائے تو اس قدر رش دیکھا تو دوڑتے ہوئے واپس اوپر تشریف لے گئے خواتین کے دل حضور کے اس طرح جانے پہ بجھ سے گئے کہ شاید حضور نے خواتین کے اس قدر رش سے گھبراہٹ محسوس کی ہے۔ لیکن ابھی وہ اپنی پریشان کن سوچوں میں ہی بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضور ائیر فریشنر لئے واپس تشریف لے آئے اور ہر طرف ائیر فریشنر کے ذریعہ فضا کو معطر کیا۔ اللہ اللہ کس قدر احساس تھا کہ اس غریب طبقے کا۔ اللہ آپ کے درجات

بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ (آمین)

(الفضل 15 دسمبر 2003)

لجنہ ربوہ کی ریسرچ ٹیم کا قیام

محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

حضور مختلف اوقات میں جماعت کو ریسرچ کیلئے توجہ دلاتے رہتے تھے۔ لندن میں حضور نے مردوں اور عورتوں کی علیحدہ علیحدہ ریسرچ ٹیمیں تیار کیں اور بنفس نفیس انھیں راہنمائی سے نوازتے۔

(الفضل اخبار روزنامہ 15 دسمبر 2003)

جانوروں اور پرندوں پر شفقت و رحمت

مکرم احسان اللہ صاحب بیان کرتے ہیں:

جب حضور رحمہ اللہ بیمار تھے ان ایام میں وہاں ایک لومڑی آتی تھی۔ حضور رحمہ اللہ نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کا خیال رکھا کریں۔ چنانچہ حضور رحمہ اللہ کے پُرشفقت ارشاد کی تعمیل میں ہم اسے سالن اور روٹی وغیرہ ڈالتے تھے لیکن وہ اسے کھاتی نہیں تھی۔ ایک دن میں نے اسے کچا گوشت ڈالا تو اس نے کھا لیا اس کے بعد ہم روزانہ اسے کچا گوشت ہی ڈالا کرتے تھے جسے وہ بڑے شوق سے کھا لیتی تھی۔ شفقت کا یہ سلسلہ مستقل طور پر جاری ہو گیا تو اسے دیکھ دیکھ کر چھ سات لومڑیاں وہاں آنا شروع ہو گئیں اور ہم انہیں باقاعدہ گوشت ڈالتے تھے اور حضور انور رحمہ اللہ باقاعدگی کے ساتھ پوچھتے تھے کہ آج کتنی لومڑیاں آئیں تھیں اور انہیں کتنا گوشت ڈالا تھا۔ میری اس لومڑیوں کو گوشت ڈالنے کی ترکیب پر حضور انور رحمہ اللہ نے پیار سے میرا نام لومڑی سپیشلسٹ رکھ دیا چنانچہ وہ لومڑی جو نہایت کمزور تھی ان لازوال شفقتوں سے وافر حصہ پا کر بڑی موٹی تازی ہو گئی۔

(رسالہ خالد مارچ و اپریل 2004 صفحہ 317)

صبح کی سیر اور پرندوں کا کھانا

محترم عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن تحریر فرماتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا یہ معمول تھا کہ آپ نماز فجر کے بعد سیر کے لئے

تشریف لے جاتے تھے۔ چند احباب بھی آپ کے ہمراہ ہوتے۔ بالعموم آپ ومبلڈن کامن کے علاقہ میں سیر کو جایا کرتے وہاں ایک تالاب بھی ہے جس میں مرغابیاں اور بطخیں بھی ہوتی ہیں۔ حضور کا طریق تھا کہ آپ ان پرندوں کو اپنے دست مبارک سے روٹی ڈالا کرتے تھے۔ اس غرض سے ہر روز کافی تعداد میں ڈبل روٹیاں آپ کے ہمراہی اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ روزانہ کے اس معمول کی وجہ سے یوں لگتا تھا کہ پرندے ہر صبح اپنی اس مبارک ضیافت کے لئے منتظر ہوتے تھے۔ جونہی حضور اور آپ کے ہمراہی تالاب کے قریب پہنچتے تو یہ پرندے ایک عجیب والہانہ انداز میں ہر طرف سے اڑ کر یا تیزی سے تیرتے ہوئے آپ کے اردگرد جمع ہو جاتے۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ پرندے جن کو حضور کے بابرکت ہاتھوں سے، محبت وشفقت کے ساتھ کھانا ملتا تھا۔ حضور سیر میں بہت باقاعدہ تھے اگر کسی روز بارش یا ناسازی کی وجہ سے مجبوراً سیر پر تشریف نہ لے جاتے تو آپ کی ہدایت ہوتی کہ کوئی نہ کوئی ضرور صبح کے وقت جا کر ان پرندوں کو ان کا کھانا ڈال کر آئے۔ اس میں ہرگز ناغہ نہ ہو۔ سفر پر جاتے وقت بھی آپ یہ ہدایت فرما جاتے کہ میری غیر حاضری میں ان پرندوں کو ان کا کھانا بلا ناغہ باقاعدگی سے ملتا رہے۔

(27 دسمبر 2003 روزنامہ الفضل سیدنا طاہر نمبر صفحہ 43)

کبوتر کا مشہور واقعہ

مکرم عبدالغنی جہانگیر صاحب اپنی ایک تقریر میں حضور رحمہ اللہ نے پرندوں سے شفقت کا ایک نہایت دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بیت الفضل لندن کے

ایک مستقل رہائشی کبوتر کا واقعہ ہے کہ چند سال پہلے اکتوبر کی ایک شدید سرد شام کے وقت مکرم میجر محمود احمد صاحب کی طرف سے ایک فون موصول ہوا جس میں مجھے ایک عجیب وغریب کیس سے نپٹنے کے لئے بیت الفضل کے ویٹنگ روم میں پہنچنے کی تاکید کی گئی۔ میں حیران تھا کہ کس آدمی کی طرف سے ان کا اشارہ تھا۔ اس شش و پنج میں مَیں وہاں پہنچا تو کیا دیکھا کہ آدمی نہیں وہ تو ایک کبوتر تھا جو میرا انتظار کر رہا ہے میجر صاحب نے بتایا کہ اس کبوتر کو لنگر خانے اور بیت الفضل کے کچن کے برتنوں میں چھلانگ لگا کر بچی کھچی چیزیں کھانے کی عادت ہے۔ مگر اس مرتبہ اس نے بدقسمتی سے چھلانگ لگانے سے پہلے برتن میں نہیں دیکھا، جب کہ برتن صفائی کے لئے پانی اور تیل سے بھرا ہوا رکھا تھا۔ اس وجہ سے کبوتر بیچارا تیل سے لت پت ہو گیا اور چونکہ اپنے پر خشک نہ کر سکتا تھا اس لئے اڑنے کے قابل نہ رہا اور اسی حالت میں گھسٹتے اور ٹھٹھرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر کے دروازے تک پہنچا اور وہاں کونے میں بیٹھ کر کانپنے لگا۔

مغرب کی نماز سے واپس آتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے اچانک دیکھا اور میجر صاحب سے فرمایا کہ ابھی اس کا بندوبست کریں۔ میجر صاحب نے عرض کیا کہ میں (جہانگیر۔ ناقل) اس کی دیکھ بھال کروں اور ساتھ ہی مجھے یہ بھی بتا دیا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اس کی رپورٹ بھی دینی ہے کہ اس کا کیا حال ہے۔

میں نے کبوتر کو تین مرتبہ شیمپو کیا تا کہ اس کے پروں سے تیل صاف ہو جائے اور پھر اس کو اچھی طرح سے خشک کیا۔ اس کے بعد اس کو میں نے تین دن کے

لئے اپنے دفتر میں رکھا اور کھلایا پلایا۔ تین دن بعد جب اسے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا: ''کیا یہ وہی کبوتر ہے؟ آپ نے تو اسے مکمل طور پر بدل دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ آج رات اسے فرنچ ملاقات پروگرام میں لے کر آئیں اور اس پر ایک مختصر ڈاکومنٹری بنائیں کہ اس کو کیا ہوا تھا اور کس طرح اس کی دیکھ بھال کی گئی ہے''۔

چنانچہ اس رات فرنچ ملاقات پروگرام میں وہ خوش قسمت کبوتر star of the show بن گیا۔ اس پروگرام میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو کبوتر کی ساری کہانی سنائی گئی اور کبوتر بھی دکھایا گیا اور بعد میں اسے آزاد کر دیا گیا۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004 صفحہ 147-148)

مرغابیاں بیت الفضل پہنچ گئیں

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضور کسی وجہ سے دو تین روز سیر کے لئے تشریف نہ لے جا سکے اور غالباً ان پرندوں کے کھانے میں بھی کچھ ناغہ ہو گیا۔ حضور نماز فجر کے لئے تشریف لائے اور جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی رہائش گاہ کی طرف واپس جانے کے لئے بیت الفضل سے باہر نکل کر روانہ ہوئے تو آپ نے یہ محسوس کیا کہ بعض پرندوں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ مڑ کر دیکھا تو بیت الذکر کے قریب لگے ہوئے پھولوں کے پودوں کے قریب کچھ مرغابیاں تھیں جو ایک عجیب کیفیت میں آوازیں نکال رہی تھیں۔ حضور کو دیکھتے ہی یہ مرغابیاں باہر نکل آئیں اور حضور کی طرف بڑھنے

لگیں۔ حضور ان مرغابیوں کو دیکھ کر حیران ہوئے کہ کس طرح یہ یہاں آگئی ہیں اور کس طرح انہیں حضور کی رہائش گاہ کا پتہ چل گیا ہے۔ ان کی بے قرار آوازوں کو سن کر حضور نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ان کی روٹیاں نہیں مل سکیں اسی لئے یہ اڑ کر خود یہاں آگئی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی کچن کھول کر ان مرغابیوں کے لئے روٹیاں لائی جائیں چنانچہ فوری طور پر خدام نے کچن کھلوایا اور مرغابیوں کے حصہ کی روٹیاں لے کر آئے۔ اس میں چند منٹ لگ گئے اور اس سارے عرصہ میں یہ ساری مرغابیاں حضور کے اردگرد بڑی محبت اور مانوسیت سے گھومتی رہیں اور ایک خاص انداز میں آوازیں نکالتی رہیں۔ یہ ایک عجیب نظارہ تھا ایسا لگتا تھا کہ یہ مرغابیاں اپنے محسن اور مہربان وجود کے قدموں میں آکر بے حد خوش اور مطمئن ہیں اور منتظر ہیں کہ اب اس کے مقدس ہاتھوں سے روز کی طرح انہیں ان کا کھانا ملنے والا ہے۔ حضور بھی مرغابیوں کی اس کیفیت سے بہت متاثر تھے اتنی دیر میں روٹیاں آگئیں اور حضور انور نے اپنے دست مبارک سے ان مرغابیوں کو ڈالنی شروع کیں۔ دو تین دنوں کے وقفہ کے بعد اس مبارک ضیافت پر مرغابیوں کی حالت بھی دیکھنے والی تھی مرغابیاں بڑی بے تابی کے ساتھ روٹیاں کھا جاتی تھیں اور حضور ان کو برابر روٹیاں ڈال رہے تھے سب خدام جن میں یہ عاجز بھی شامل تھا، کھڑے اس نظارہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پرندوں پر حضور کا یہ لطف و کرم اور پرندوں کا حضور کے ساتھ یہ والہانہ تعلق واقعی دیکھنے والا تھا۔ جب حضور نے سارا کھانا ان مرغابیوں کو دے دیا اور انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھا لیا تو اس کے بعد ایک اور واقعہ ہوا جس کو دیکھ کر تو سب ہمراہی حیرت میں ڈوب گئے ہوا یہ کہ حضور اس کے بعد اپنی رہائش گاہ کی طرف جانے لگے تو یہ

مرغابیاں بھی حضور کے پیچھے پیچھے چل پڑیں۔ میں آج بھی سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو محسن شناسی کی کیسی عمدہ خصلت عطا فرمائی ہے جو بعض اوقات انسانوں میں بھی نظر نہیں آتی۔

(الفضل سالانہ نمبر 27 دسمبر 2003 صفحہ 43)

پسندیدہ جانور

حضور اقدس کا جانوروں میں سب سے پسندیدہ جانور گھوڑا تھا۔

(الفضل 22 دسمبر 2001ء)

حضور کی پسندیدہ گھوڑی سابحہ

محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

حضور کی ایک گھوڑی ہوا کرتی تھی جس کا نام حضور نے "سابحہ" رکھا ہوا تھا۔ اچھی خوش شکل شریف گھوڑی تھی۔ سب بچے اس پر سواری کیا کرتے تھے۔ وہ گھوڑی مر گئی تو میں نے اپنے خط میں تعزیت کی۔ جواباً حضور نے تحریر فرمایا:

"سابحہ کی موت پر آپ کی تعزیت کا شکریہ۔ مجھے یہ بہت اچھی لگتی تھی۔ لیکن صدموں میں اس بیچاری کا صدمہ نقار خانہ میں 'طوطی کی آواز' ہے پھر یہ آواز دردناک ہے۔ بنت سابحہ کو کبھی کبھی میری طرف سے بھی پیار کر دیا کریں"

(مکتوب 23.5.1987)

ایک مرتبہ قبل ازیں سابحہ کے بارے میں لکھا:

"میری سابحہ کا کیا حال ہے اور اس کے بچے کا؟ کیا سدھانے کی عمر کو پہنچا

ہے یا نہیں''۔

(4.2.19198 مکتوب 17)

سا بحہ ہلکے رنگوں کی خوش شکل گھوڑی تھی اور اس کی اکلوتی اولاد بنت سا بحہ کالی بھبکڑ تھی۔ میں نے اپنے خط میں یونہی ان گھوڑیوں اور انکی نئی نسل کا ذکر کر دیا جواباً آپ نے تحریر فرمایا۔

''آپ نے گھوڑیوں کے رشتوں اور رشتہ داروں کا جو نقشہ کھینچا ہے بہت دلچسپ ہے۔ سخت دل چاہ رہا ہے۔ کہ جلد تر آپ کی پسند اور ناپسند گھوڑوں کے بچے دیکھوں۔ دیکھیں اللہ کب دکھاتا ہے۔''

(مکتوب 17.3.1987)

اصطبل کی دیگر خبریں بھی بعض اوقات میں حضور کو دیا کرتی۔ ایک مرتبہ ایسے ہی ایک خط کے جواب میں حضور کا بہت دلچسپ خط ملا۔

تحریر فرمایا:

''آج آپ کے خط کی جو 'چہکار' آئی اس چہکار میں بھی غبار خاطر شامل تھا اللہ اس چہکار کو دوبالا کرے اس غبار خاطر کو دھو ڈالے۔''

(الفضل 6 دسمبر 2003)

بہتر طریق سے دیکھ بھال

جانوروں کے علاوہ حضور رحمہ اللہ درختوں اور پودوں کے بارے میں بھی

بہت حساس تھے۔ ایک مرتبہ ایک یورپی ملک کی مجلس عاملہ کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

”یہاں کے پھل دار درخت مجھے بتا رہے ہیں کہ ان کی مناسب نگہداشت نہیں کی جا رہی۔“ اس کے بعد حضور انور نے ان کو عملی نصائح کیں کہ کس طرح آپ ان کی زیادہ سے زیادہ اور بہتر طریق سے دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔

(رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 37)

مغربی دنیا کے لئے پیغام

حضور رحمہ اللہ نے ایک دفعہ فرمایا: مغربی دنیا میں آنحضور ﷺ کی جانوروں پر شفقت کے متعلق فولڈرز کثرت سے تقسیم کئے جائیں۔

(رسالہ خالد سیدنا طاہر نمبر مارچ اپریل صفحہ 149)

خدمت دین کا جذبہ

خدمت دین کا شوق اور جذبہ اور جنون اس واقعہ سے خوب عیاں ہوتا ہے کہ ابھی آپ کی عمر صرف 9 سال تھی کہ تحریک جدید کے مطالبہ پر لبیک کہتے ہوئے وقف کی درخواست حضرت خلیفہ ثانی کی خدمت اقدس میں پیش کر دی۔

(ایک مرد خدا۔ صفحہ 51)

میں لوگوں کا گلہ بان بنوں گا

خدمت دین کے جذبہ وعشق کا عملی اظہار ہمیں دور خلافت ثانیہ میں نصف النہار کی طرح ملتا ہے۔ 1958ء کو حضرت خلیفہ ثانی نے آپ کو وقف جدید کا ناظم ارشاد مقرر فرمایا۔ حضرت مصلح موعود کی رہنمائی اور دعاؤں کے طفیل آپ کی مساعی میں ایسی محیر العقول برکت پڑی کہ اس کے شاندار نتائج نے ایک عالم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ جون 1982ء میں آپ مسکن خلافت پر متمکن ہوئے۔

خدا گواہ ہے کہ آپ نے ’’لوگوں کی گلہ بانی‘‘ کا حق ادا کر دیا۔ جس خواہش کا اظہار آپ زمانہ معصومیت میں کیا کرتے تھے۔ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ آپ کی ہمشیرہ محترمہ بیان کرتی ہیں۔ ’’جب ننھے طاہر سے پوچھا جاتا کہ آپ بڑے ہو کر کیا بنیں گے۔ تو بڑی سنجیدگی سے جواب دیتے ’’میں لوگوں کا گلہ بان بنوں گا‘‘۔ (ایک مرد خدا صفحہ 37)

قدیم مذہبی محاورہ کے مطابق ’’گلہ بان‘‘ کے معنی دینی رہنما امام اور پیشوا

’’کے ہیں جو لوگوں کی دینی و اخلاقی تربیت پر مامور کیا گیا ہو۔ بائبل میں بکثرت اس محاورہ کا استعمال ہوا ہے۔ آپ میں بدرجہ اتم وہ صفات موجود تھیں جو ایک منصب خلافت سے سرفراز وجود میں پائی جانی لازم ہیں۔ آپ کی سوانح عمری پُر بہار چمنستان کی مانند ہے۔ جس کا ہر پھول خوشنما، ملائم اور تر و تازہ ہے جس کی خوشبو روح کو معطر کرتی اور مہک دلوں کو لبھاتی ہے۔ ان کی نفاست اور نزاکت جاذب نظر ہے۔ سدا بہار کیفیت اپنا رنگ دکھا رہی ہے۔

میں کبڈی کا کھلاڑی ہوں آپ کو اِدھر اُدھر بھاگنے نہیں دوں گا

محترم مظہر احمد چیمہ صاحب تحریر کرتے ہیں:

حضور ایک دفعہ خلافت سے پہلے دارلضیافت میں ایک سوال و جواب کی مجلس میں رونق افروز تھے اور اپنی شیریں بیانی اور روانی و سلامت سے ساری محفل کو محو کئے ہوئے تھے اس مجلس کے دوران حضور کا ایک فقرہ مجھے اب بھی یاد ہے ایک صاحب جو بار بار اٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں میں سوال کو الجھانے کی کوشش کر رہے تھے اس پر حضور نے فرمایا:

’’میں کبڈی کا کھلاڑی رہا ہوں میں آپ کو ادھر ادھر بھاگنے نہیں دوں گا‘‘۔

مجلس جب برخاست ہوئی تو حضور تیز قدموں سے روانہ ہوئے خاکسار بھی تیزی سے حضور کے پیچھے چل پڑا اگرچہ بچپنا تھا لیکن خدا جانے وہ کون سی کشش تھی جو مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس دوران بارش بھی شروع ہو چکی تھی حضور نے اپنی سائیکل پکڑی۔ دارضیافت کے ایک کارکن نے بے حد اصرار کیا کہ میاں صاحب

چائے پی کر جائیں۔ لیکن حضور جزاکم اللہ کہہ کر سائیکل پہ سوار ہوئے اور چلے گئے۔ آج بھی اس واقعہ کو یاد کر کے یہ سوچنے پہ مجبور ہوں کہ حضور کس قدر انتھک اور محنت کرنے والے وجود تھے لمبی مجلس سوال وجواب کے بعد بھی آپ پہ تھکاوٹ کے کوئی آثار نہیں اور بارش میں بھیگنے کا کوئی خوف نہیں۔ اگر کوئی خواہش، کوئی تمنا، کوئی جذبہ ہے تو صرف یہی کہ زندگی کا لمحہ لمحہ خدمت دین کے لئے قربان ہو۔“

(الفضل روزنامہ 7 جولائی 2003ء)

محترم ڈاکٹر سید محمد ابراہیم منیب صاحب تحریر کرتے ہیں:

جب آپ کی نہایت عزیز اور محترم بیگم صاحبہ اپنی آخری بیماری میں ہسپتال میں داخل تھیں تو رمضان المبارک کے دن تھے۔ ان دنوں میں ویسے بھی آپ پر کام کا دباؤ غیر معمولی حد تک بڑھ جاتا تھا۔ تیمارداری کے سب تقاضے نبھانے کے ساتھ ساتھ آپ جماعت کی تعلیم و تربیت میں بھی اسی طرح مصروف رہے۔ بلکہ جب بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی تو یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا آپ نے جمعہ پڑھایا اور پھر ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے فرائض سے فارغ ہو کر اگلے دن عید الفطر کی نماز بھی اسی طرح پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا:

اور جماعت کو جو آپ کے غم میں خود ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔ اپنے عملی نمونے سے یہ درس دیا کہ اناللہ کی قرآنی تعلیم جب عمل کے سانچوں میں ڈھلتی ہے تو صبر اور تسلیم رضا کے کیسے کیسے پیکر ابھرتے ہیں۔ اپنے رب کے حضور کچھ عرض کیا تو یہی کیا کہ:

یہ تیرے کام ہیں مولی مجھے دے صبر و ثبات

ہے وہی راہ کٹھن ، بوجھ بھی بھارے ہیں وہی

آپ کا خود اپنی شدید بیماری اور میجر آپریشن کے بعد بھی یہی حال تھا۔ جونہی بیماری کی شدت میں کچھ افاقہ ہوا۔ آپ خدام کا سہارا لئے کشاں کشاں بیت الذکر پہنچے اور صفات باری تعالیٰ کے بیان میں پُرمعارف خطبات جمعہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ نیز اپنی وفات سے پہلے روز بھی خدا تعالیٰ کی صفت خبیر پر خطبہ دیا اور مجلس عرفان میں شامل ہوئے یوں آخری سانس تک خدمت دین کرنے کے اپنے عزم کو پورا کرتے ہوئے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اے نفس آرام یافتہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہے۔

(پھر تیرا رب کہتا ہے کہ) آ میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنتوں میں بھی شامل ہو جا۔ (آمین)

(الفضل 19 ستمبر 2003)

قربانی کا عظیم جذبہ

قادیان کے دفاع کی عظیم اور نازک ذمہ داری جو دوسرے افراد کے ساتھ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے سپرد کی گئی تھی اس کو نہایت احسن رنگ میں آپ کو نبھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہی ایام میں آپ نے ایک خط اپنی آنٹی کو لکھا اور اپنے ساتھیوں کے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا یہ قادیان کے دفاع کا معاملہ ہے ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں اس خدمت کا موقعہ مل رہا ہے۔ اس کے لئے ہم

نہ صرف مرنے کے لئے تیار ہیں بلکہ موت کا خوف بھی دل سے نکال چکے ہیں۔ بے شک ہم سخت خطرناک حالات میں رہ رہے ہیں لیکن اس پر ہمیں کسی قسم کی گھبراہٹ یا افسوس نہیں ہے نہ ہی ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی بڑی قربانی دے رہے ہیں یہ جان تو اللہ کی دین ہے۔ جان دی دی ہوئی اسی کی ہے اور ہم تو یہ احساس تک دل سے نکال چکے ہیں کہ ہم اس دنیا میں کبھی اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے مل سکیں گے۔

(الفضل سالانہ نمبر 27 سمبر 2003 صفحہ 18)

عالمگیر داعی الی اللہ

ڈاکٹر محمد ابراھیم صاحب تحریر کرتے ہیں:

دعوت الی اللہ کی جو جوت اور لگن آپ کے مولیٰ نے آپ کے قلب میں لگائی تھی اور جسے آپ نے جماعت کے دلوں میں پھونکا۔ اسے لئے ہوئے آپ نگر نگر، بستی بستی، اور ملک ملک پھرے۔ آپ نے یورپ کے اکثر ملکوں، اور شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، مغربی اور مشرقی افریقہ، اور ایشیا، آسٹریلیا اور جزائر کے بہت سے ملکوں کا دورہ فرمایا۔ ان دوروں میں آپ جہاں بہت سے سربراہان مملکت اور عمائدین سے ملے۔ وہاں لاکھوں کی تعداد میں احمدی اور غیر احمدی عوام سے بھی ملاقات کی۔ آپ حق کا پیغام لے کر ناروے کے انتہائی شمال میں قطب شمالی سے قریب ترین شہر نارتھ کیپ تک بھی پہنچے اور الاسکا کی یخ بستہ وسعتوں کو بھی درس توحید دیا۔ آپ نے ان قوموں کو بھی دین محمد ﷺ کی طرف بلایا جنہیں دنیا قدیمی اور پسماندہ اقوام کہہ کر رد کر چکی تھی ان میں آسٹریلیا کے قدیم باشندے اور نیوزی لینڈ

کے مایا قوم کے افراد بھی شامل ہیں۔ اور یوں اپنے دل کی اس تمنا کو پورا کیا کہ:

تیری بے حساب بخشش کی گلی گلی ندا دوں
یہ نوید تیرے چاکر گنہگار تک تو پہنچے

(الفضل 19 ستمبر 2003ء)

حق پہنچانے کا زبردست شوق

مکرم ملک جمیل الرحمان صاحب رفیق تحریر فرماتے ہیں:

سیدنا طاہر کے دل میں صداقت کو جلد از جلد اور دور دور پہنچا دینے کی تڑپ شروع ہی سے تھی۔ خلافت ثالثہ کے بابرکت دور میں ایک بار آپ قائم مقام وکیل التبشیر مقرر ہوئے۔ ان دنوں خاکسار تنزانیہ میں امیر و مشنری انچارج کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ خاکسار کی ماہانہ رپورٹ ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ کا تبصرہ جو خاکسار کو موصول ہوا یہ تھا کہ پورے مہینے میں بیعتوں کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ اس رفتار سے تو پورے ملک کو صداقت کا قائل کرنے کے لئے کئی صدیاں درکار ہوں گی۔ یہ تو ان دنوں کی بات ہے مگر بعد میں خلافت پر متمکن ہو کر آپ کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور لاکھوں کی تعداد میں تنزانیہ بلکہ سارے ممالک میں بیعتوں کا سلسلہ چل پڑا۔

(الفضل 25 دسمبر 2003ء)

دعوت حق پہنچانے کیلئے نئے نئے گُر سوچتے

محترم سید ساجد احمد صاحب لکھتے ہیں:

میں ضلع گجرات کی مجلس خدام الاحمدیہ کا معتمد تھا کہ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد

مجلس کے صدر (1966 تا1969) کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے ماہانہ سہ ماہی اور سالانہ رپورٹوں کے پیش کرنے کے انداز میں یہ نمایاں تبدیلی فرمائی کہ دنوں، ہفتوں، مہینوں کی کارکردگی کی تفصیلات سے صفحوں پر صفحے بھرنے کی بجائے کہ دعوت الی اللہ کے لئے اتنے میل سفر کیا اور اتنے پمفلٹ تقسیم کئے، بس صرف یہ لکھا جائے کہ کتنی سعید روحوں کو قبول حق کی توفیق ملی اور بارگاہ عالی میں پیش کی گئی قربانیوں کو فضل باری کے کیا کیا پھل لگے۔ اس تبدیلی کا مقصد یہ تھا کہ دعوت الی اللہ کے وہ طریقے استعمال کئے جائیں جو زیادہ بارآور ہوں۔ رپورٹوں کے انداز میں اس تبدیلی سے کارکنوں کی توجہ نتائج کی طرف مبذول ہوئی اور آہستہ آہستہ جیسے جیسے یہ مطمح نظر کارکنوں کے دل و دماغ میں بیٹھتا گیا دنیا بھر میں بیعتوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور آپ کے دورِ خلافت میں ایک سال بھر میں احمدیت کو قبول کرنے والوں کی تعداد لاکھوں افراد فی سال سے بڑھتے بڑھتے کروڑوں افراد فی سال تک پہنچی۔

(الفضل 4 جولائی 2003ء)

محترم چوہدری عبدالرشید صاحب تحریر کرتے ہیں:

ایک موقعہ پر مکرمی برادرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے مجھے فرمایا کہ ”حضور انگلستان میں اپنے ملک پاکستان سے بڑی دور ہیں ان کے دل میں اپنا دیس بستا ہے اور احمدیوں کے مسائل کا سوچ سوچ کر اپنے ملک کی یاد میں تڑپ جاتے ہیں اور اپنے ملک جانے کے لئے بے چین رہتے ہیں ان کی خواہش اور کوشش ہے کہ جلدی اڑ کر پاکستان چلنے جائیں اور اپنے مرکز میں قیام پذیر ہوں۔ اپنے عزیز اقربا سے ملیں اور ان سے اپنے دل کی کیفیت کا اظہار کریں

لیکن افسوس صد افسوس حالات نے آپ کو اپنے ملک میں آزادی کے ساتھ نہ رہنے دیا اب تم مجلس عرفان میں ان سے اپنے سوالات پوچھنا بند نہ کرنا اور ان سے سوالات پوچھ کر ان کا دل بہلاتے رہنا آپ ایسے انسان ہیں کہ اکیلے نہیں رہ سکتے آپ کو ہر وقت جماعتی کام کاج کرنا اور اپنے آپ کو مصروف رکھنا اچھا لگتا ہے میں نے چوہدری صاحب سے درخواست کی ”قبلہ آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ لیکن اس عاجز کی بھی ایک عرض ہے وہ ہے کہ آپ حضور کے اتنے قریب ہیں آپ حضور سے درخواست کریں کہ خدارا جماعتی کاموں کے کرنے میں کچھ رفتار کم کر دیں اور اپنی صحت کا خیال رکھیں اور آرام کریں ان کے لئے آرام کرنا ضروری ہے“ مکرم چوہدری صاحب فرمانے لگے کہ ”یہ کام میں نہیں کر سکتا وہ جماعتی کام کاج کر کے خوش رہتے ہیں ۔ حضور نے ایک موقعہ پر فرمایا۔ ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا، ایک رات بھی مجھ پر ایسی نہیں آتی جس میں یہ فکر نہ ہو کہ خدا کے دین کی یہ ضرورت ہے اسے کہاں سے پورا کروں۔

(الفضل انٹرنیشنل، 1 جولائی تا 16 جولائی 1998ء)

ہومیو پیتھی کا فیضان

مکرم منیر احمد اظہر صاحب لاہور لکھتے ہیں کہ:

حضور پرنور نے ہومیو پیتھک طریقہ علاج کا فیض عام کیا اور گھروں میں ڈاکٹر پیدا ہونے لگ گئے غریب لوگوں کے لئے سستا علاج فراہم ہوگیا۔ میرے ابا جان کے پھوپھا جان فرنیفکرٹ میں ہوتے ہیں انہوں نے حضور کی ہومیو پیتھک کی کتاب ابا جان کو تحفہ کے طور پر بھجوائی اسکا مطالعہ شروع کیا سب سے پہلا تجربہ ابا جان نے اپنے پر کیا ابا جان کی آنکھ میں کالا موتیا اتر آیا جس سے آنکھ کا کچھ حصہ خراب ہوگیا آپ ڈاکٹر کے پاس گئے اس نے آنکھ کا معائنہ کیا اور کہا جتنا حصہ خراب ہوگیا ہے اس کا علاج ممکن نہیں یہ دوائی آنکھ میں ڈالیں۔ پھر ابا جان نے حضور کا نسخہ استعمال کیا آٹھ دن کے بعد ابا جان کی آنکھ کافی حد تک ٹھیک ہوگئی نیز دور کی عینک بھی اتر گئی الحمدللہ حضور کے نسخہ کا یہ پہلا معجزہ تھا۔ اس کے بعد ابا جان نے امی جان کا علاج شروع کیا ان کی آنکھ کے ڈیلے میں بہت درد تھا بالکل ٹھیک ہوگیا۔ اس طرح ایک عزیز کو مرگی کے دورے پڑتے تھے، ان کو بھی آرام آگیا اور عزیز کے جوڑوں میں بہت درد تھا آرام نہیں آتا تھا بیٹھ کر اٹھا نہیں جاتا تھا ان کو بھی مختصر علاج سے آرام آگیا۔ اسی طرح ایک دو تجربے اور کئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے حضور کے نسخوں سے آرام آیا۔

(الفضل 12 دسمبر 2003ء ص3)

مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب لکھتے ہیں کہ:

حسب معمول میں ایک دن دفتر وقف جدید میں حاضر ہوا تو مجھے شدید قسم کا

زکام تھا چھینکیں آرہی تھیں اور سر میں شدید درد تھا۔ میری یہ حالت دیکھ کر ڈسپنسری سے مکرم منظور احمد صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ ان کو فلاں دوائی بنا کر دیدیں۔ منظور صاحب دوائی کی شیشی بنا کر مجھے دے گئے میں نے حضرت صاحب کی میز پر بیٹھے بیٹھے اس کی ایک خوراک بھی لے لی مگر ساتھ ہی اپنی کوتاہ فہمی اور عدم علم کی بنا پر میاں صاحب سے یہ بھی کہہ دیا کہ مجھے ان میٹھی گولیوں پر کوئی یقین نہیں۔ میں نے بے تکلفی میں یہ بات ایک ایسے شخص کو کہہ دی جو روزانہ ڈسپنسری میں بیٹھ کر بیماروں کو دیکھتے اور ان کو ہومیوپیتھی کی ادویات عنایت فرماتے اور مریض اس سے شفا پاتے لیکن میری بات بڑے حوصلے اور بغیر غصے میں آئے، سنی اور فرمایا کہ exactly میرا بھی شروع میں یہی خیال تھا مگر مجھے اس وقت اعتماد پیدا ہوا جب بچپن میں ایک دفعہ میرے سر میں شدید درد ہوا اور ہومیوپیتھی سے ٹھیک ہو گیا۔

(الفضل 27 دسمبر 2003 ص 25)

مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ خاکسار شہد کی مکھیوں میں گھِر گیا۔ حملہ اتنا شدید تھا کہ دارالصدر سے اپنے گھر واقع دارالرحمت غربی میں پہنچتے پہنچتے بندہ بے ہوش ہو گیا ایک عزیز نے مجھے گھر پہنچایا۔ میرے بیٹے ظفر احمد سرور، جو آج کل امریکہ میں مربی ہیں، نے دعا کی غرض سے اس کی اطلاع سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو کردی جس کی نتیجے میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بغرض علاج فوراً غریب خانہ پر پہنچ گئے۔ ان کی ہومیو دوائی کی ایک ہی خوراک سے خدا تعالیٰ کا فضل ہو گیا۔ بندہ کے ہوش وحواس بحال ہو گئے۔ یہ سارا واقع خاکسار کی طرف سے نظم کی صورت میں ''خالدیا

تشحیذ الاذہان میں شائع ہو چکا ہے۔

(الفضل 5 جولائی 2003ء)

ایک دوست لکھتے ہیں کہ:

حضور کے اس جوش کو خداوند قدیر نے آسمان سے دیکھا اور آپ کیلئے اپنی جناب سے ایسے عظیم الشان سامانوں کا اعلیٰ انتظام مہیا فرمایا کہ آپ نے ٹیلی ویژن پر دنیا بھر میں علاج بالمثل کے علم کو پھیلایا اور چند سالوں میں بلا مبالغہ سینکڑوں اس علم کے ماہر ہو گئے اور رنگا رنگ لوگوں کو دنیا بھر میں اس طریقہ علاج کا فیض پہنچنے لگ گیا ہے آپ کے اسباق خوبصورت تحریر میں دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔

ان درسوں کے طفیل ہم سالوں سے اپنے گھر میں کئی موسمی بیماریوں کا مقابلہ معمولی قیمت کی ادویہ سے کر رہے ہیں ایک بار ایک ڈاکٹر نے مجھے ایک آپریشن کا اندازہ ہزاروں امریکی ڈالر کا بتایا میں نے سوچا کہ پہلے ہومیو پیتھی کو آزمانا چاہیے جو کچھ مجھے حضور کے لیکچروں اور کتاب سے سمجھ آیا، اس کے مطابق دوا شروع کی، اور دعا کی اور کچھ عرصے بعد اسی ڈاکٹر نے ناک کا معائنہ کیا تو بہت حیران ہوا کہ سب پالپس (Polyps) مفقود ہو چکے تھے۔ اسے اس بات سے مزید حیرت ہوئی کہ دوا چند ڈالر سے زیادہ کی نہ تھی۔ (الفضل 4 جولائی 2003ء ص 4)

محترم مظہر احمد چیمہ لکھتے ہیں:

حضور نے M.T.A پر نشر ہونے والی ہومیو پیتھک کلاسز کے ذریعے میڈیکل سائنس کی عظیم الشان خدمت کی ہے۔ اور اس طریقہ علاج کو جو کہ آسان ترین اور سستا بھی ہے اسقدر عام کیا ہے کہ کم از کم احمدی گھرانے اس سے بھرپور فائدہ

اٹھا رہے ہیں۔ حضور کی ان کلاسز کو دیکھ کر خاکسار کو بھی ہومیوپیتھی طریقہ علاج میں دلچسپی پیدا ہوئی اور اس کے نتیجہ میں باقاعدہ امتحان دے کر اس کورس کو مکمل کرنے کا خیال ہوا چنانچہ خاکسار آخری سال کا امتحان دے چکا ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ''

(الفضل 7 جولائی 2003ء)

سفر میں متلی ہونے کی وجوہات

ایک مرتبہ مکرم ومحترم سلطان محمود انور صاحب کے ساتھ پیارے آقا نے سفر کیا ان کو متلی ہونے کے خدشہ کے پیش نظر ساتھ دوا رکھنے کی نصیحت کی اور ساتھ فرمانے لگے: کیا تمہیں یہ علم ہے کہ سفر میں متلی کیوں ہوتی ہے؟ خاکسار نے نفی میں عرض کیا تو فرمانے لگے کہ سفر میں متلی کی عام طور پہ ایک اہم وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ انسانی جسم میں ایک نظام ہے اور یہ کہ انسان کے دونوں کانوں کے ساتھ اندر کی جانب دونوں طرف گھڑیوں کے پنڈولم کی طرح ایک ایک پنڈولم لٹک رہا ہے۔ اس پنڈولم کا انسان کے معدے کے ساتھ کنکشن ہوتا ہے۔ جب سفر کی حالت میں جھٹکے وغیرہ لگنے سے تو پنڈولم اپنے توازن میں نہیں رہتا اور بار بار ایسا ہونے لگتا ہے تو پنڈولم کی توازن کی خرابی سے معدے میں تیزابیت پیدا ہونے لگتی ہے اور یہ عمل مسلسل جاری رہے تو تیزابیت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس سے انسان کو متلی اور قے کی تکلیف لاحق ہو جاتی ہے۔

(سیدنا طاہر نمبر رسالہ مارچ و اپریل 2004ء ص 240)

لندن بیت الذکر سے ملحقہ آپ کے پرائیوٹ سیکرٹری کے دفتر میں ایک

الماری رکھی ہوتی جس میں سٹیشنری اور دفتری سامان کے ساتھ سینکڑوں شیشیاں قرینے سے رکھی ہوتیں تھیں یہیں سے آپ نسخہ جات تجویز فرماتے تھے۔ روزانہ سینکڑوں خطوط آتے۔ لوگ بذریعہ ڈاک اپنے اپنے مرض کی علامتیں لکھ کر دوائی کیلئے درخواست کرتے تھے۔ ان میں اکثریت احمدیوں کی ہوتی تھی۔ لیکن کچھ غیر از جماعت لوگ بھی آپ کی شہرت سن کر آپ کی خدمت میں لکھتے کہ ہمارے لئے بھی نسخہ تجویز کیا جائے۔ آپ مفت علاج کرتے تھے۔

(ایک مرد خدا ص399)

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:۔

وقف جدید کے زمانہ میں نے بھی بڑی بڑی لمبی مجلسیں لگائی ہیں بعض دفعہ صبح سے لے کر رات تک میں مریضوں کا انتظار کرتا تھا کیونکہ دفتر کے وقت میں وقت نہیں ملا کرتا تھا، شروع میں وقت نکال لیا کرتا تھا آخر پر پھر بالکل ممکن نہیں رہا تو لوگ تو شام کو سیروں پر چلے جایا کرتے تھے اور میں وہاں دفتر میں مریضوں کا انتظار کیا کرتا تھا اور آتے بھی بہت کثرت سے تھے اور اس لئے میں نے اپنی کھیلوں کا وقت بھی عشاء کے بعد رکھ لیا تھا۔ چنانچہ خدام الاحمدیہ کا ہال ساتھ ہی تھا وہاں بیڈمنٹن وغیرہ کھیلنے کیلئے میں عشاء کی نماز کے بعد جایا کرتا تھا حالانکہ لوگ تو شام کے وقت کھیلیں کھیلتے ہیں۔ اور بعض دفعہ چونکہ مجھے بعد میں ضرورت پڑتی تھی احمد نگر جانے کی بھی اپنے کام دیکھنے کیلئے تو مریضوں کو بہرحال میں کچھ نہ کچھ وقت ایسا ضرور دے دیا کرتا تھا مثلاً جب میں احمد نگر باقاعدگی سے جاتا رہا تو مغرب کے معاً بعد اپنے گھر میں مریضوں کا مجمع لگا لیا کرتا تھا لیکن ایک ادنیٰ بھی شوق نہیں تھا کہ مریض میرے گرد

اکٹھے ہوں۔ ایک خدا نے دل میں جذبہ پیدا کیا تھا کہ غریب لوگ باہر سے علاج نہیں کروا سکتے، ہسپتالوں یا ڈاکٹر کے پاس جانا ان کے لئے مشکل ہے اس لئے وہ بے تکلفی سے آجایا کریں۔

(الفضل یکم مارچ 1999ء)

محنت ومشقت اور مصروفیت کا عالم

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کوئی میرے بارے میں شاید خیال کرتا ہو کہ میں نے محنت کا کوئی کام نہیں کیا۔ فرمایا جتنی خدا نے مجھے توفیق دی ہے اس کے مطابق محنت کرتا ہوں۔ اصل برکت محنت میں ہے محنت کے وقار کو قائم کریں۔ اتنی محنت کریں کہ دنیا محنت کا طریق ہم سے سیکھے۔ (الفضل 7 جولائی 2000ء)

محنت کی موجودہ صورتیں

ایک اور بات میں آپ کو سمجھاؤں کہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ لوگوں کی خاطر ہر قسم کی محنت کرتا ہوں جسمانی محنت بھی، آپ مجھ سے ملاقاتیں کرتے ہیں آپ کو شاید اندازہ نہیں اس میں کتنی محنت کرنی پڑتی ہے اور پھر رات کو دن کو دعائیں کرنا اور آپ کے غم میں غمگین ہونا آپ کی خوشیوں میں شریک ہونا جتنی خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی ہے میں کبھی باز نہیں آیا۔ تو خیال نہ کریں کہ ایک نصیحت کرنے والا کوئی ایسی نصیحت کر رہا ہے جس سے خود نا آشنا ہے۔

(الفضل 21 جولائی 2001ء)

محنت کی انتہاء

حضورؒ فرماتے ہیں:۔

میں نے خود زمیندارہ کیا ہوا ہے احمد نگر میں اتنی محنت کیا کرتا تھا کہ آپ میں سے بہت سے نہیں کر سکتے اکیلا مزدوروں کی طرح ڈھائی من کی بوری اپنی پیٹھ پر اٹھا کر ٹرالی میں لادا کرتا تھا اور مسلسل لادتا رہتا تھا۔ تاکہ ان مزدوروں کو بھی پتہ چلے کہ یہ کوئی کام ایسا نہیں جو میں ان کو دیتا ہوں اور آپ نہیں کر سکتا اور اسی طرح وہاں سے اپنی زمین کی پیداوار اپنے سائیکل کے پیچھے لاد کر خود اپنے گھر پہنچایا کرتا تھا اور بعض دفعہ فصلوں کے پکنے کے وقت 18-18 گھنٹے اپنی زمینوں پر جا کر محنت کرتا تھا تو یہ نہ خیال کریں کہ میں آپ کو وہ باتیں کہہ رہا ہوں جن سے خود نا آشنا ہوں۔ بلکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بہت سی ایسی محنتیں جو میں نے کی ہیں وہ آپ میں سے اکثر نہیں کر سکتے۔

اب یورپ کی بات ہے وہاں تو ماحول اور تھا۔ یورپ کے ماحول میں میرا یہ دستور تھا کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں ایک مہینہ سیر کی خاطر محنت کر کے کمائی کرتا تھا اور ایسی سخت محنت کی ہوئی ہے جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اخبار کے بہت بھاری پیکٹ گاڑیوں پر لادنے ہوتے تھے۔ اور رات سے صبح تک پورے آٹھ گھنٹے مسلسل یہ کام کرنا پڑتا تھا اور ہم سمجھتے تھے کہ اب یہ ٹرک ختم ہوا تو عین اس وقت دوسرا ٹرک پہنچ جاتا تھا۔ ساری رات صبح آٹھ بجے تک کمر اتنی دکھنے لگتی تھی کہ واپس اپنے گھر آ کر بخار چڑھ جاتا تھا۔ اور میں سوچا کرتا تھا کہ شاید اب مجھے دوبارہ جانے کی توفیق نہ مل سکے لیکن کچھ آرام کر کے جب تھکاوٹ کچھ دور ہو جاتی تھی تو رات کو پھر دوبارہ وہی کام مسلسل ایک مہینہ میں نے انگلستان میں اس قسم کے کام کئے ہوئے ہیں یہ نہ سمجھیں کہ میں محنت کی قیمت نہیں جانتا اور اپنے ہاتھ کی کمائی میں جو

برکت ہے اس سے نا آشنا ہوں۔

(الفضل 27 دسمبر 2003 صفحہ 79)

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ صرف تین چار گھنٹے سوتے تھے

مولانا سلطان محمود انور صاحب بیان کرتے ہیں:

یہ 62-1961ء کی بات ہے جب خاکسار باندھی ضلع نواب شاہ میں بطور مربی سلسلہ متعین تھا۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب وہاں وقف جدید کی طرف سے ضلع نواب شاہ کے دورہ پر تشریف لائے۔ پورے ایک ہفتہ کا دورہ تھا رات جس جگہ قیام ہوتا۔ اردگرد علاقہ کے اور مقامی چیدہ لوگ غیر از جماعت مدعو ہوتے۔ مغرب وعشاء کی نماز اور کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد علمی مجلس کا انعقاد ہوتا۔ ایک مجلس میں ہندو متمول افراد بھی موجود تھے اور سندھ کے حوالہ سے اپنے ملکیتی حقوق کا اظہار کرتے رہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب سندھ میں اسلام کی ابتدائی رسائی کا تاریخ کے حوالہ سے پس منظر بیان فرمایا تو ہندو اور دیگر حاضرین پر گہرا اثر ہوا۔

دوران سفر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر تاریخی واقعات سناتے یا وقف جدید کے پروگراموں پر تفصیلاً گفتگو رہتی۔ کبھی مساعی پر تبصرے اور ...... جائزہ اور اس دوران دلچسپ واقعات اور لطائف کا تذکرہ بھی سفر کی کوفت کا تدارک کرتا رہتا۔

اس سفر کا ایک عدیم المثال پہلو یہ مشاہدہ میں آیا کہ پورا ہفتہ دن رات رفاقت رہی لیکن خاکسار کو یہ علم نہیں ہونے پایا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ رات کس وقت سوتے اور کس وقت جاگتے۔ ہاں اتنا ادراک ضرور ہوا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ رات

تین چار گھنٹے سے زیادہ ہرگز نہیں سوتے تھے۔ علمی مجالس بعض اوقات عروج پر پہنچی ہوتی۔ مجھے تھکاوٹ اور نیند کا دباؤ ہوتا تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ خاکسار کا بھی جائزہ لیتے رہتے اور مجھے ہلکی سی آواز سے فرماتے کہ سلطان صاحب! آپ جا کر سو جائیں اور اس طرح مجھے علم نہیں ہو پایا تھا کہ مجلس کب اختتام کو پہنچی۔ صبح تہجد وغیرہ سے فارغ ہو کر مجھے جگاتے کہ نماز کے لئے اٹھ کر تیاری کریں۔ اس طرح مجھے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے جاگ اٹھنے کا بھی علم نہیں ہوا تھا۔

(رسالہ خالد مارچ واپریل 2004 صفحہ 236، 237)

لندن میں آ کے صلاحیتوں میں مزید نکھار اور حضور کا ٹائم ٹیبل

مصنّف ایک مرد خدا حضور کی مصروفیت کے ذکر میں تحریر کرتے ہیں:

لندن آ کے (حضرت) خلیفہ رابع کی کام کرنے کی زبردست صلاحیت مزید کھل کر سامنے آئی۔ ربوہ میں کم وبیش ایک ہزار خطوط روزانہ موصول ہوتے تھے۔ اب وہ خطوط لندن آنے لگے۔ دفتری عملہ حسب سابق ان خطوط کی مضمون وار فہرست مرتب کر کے اور نمبر لگا کر ملاحظے کے لئے پیش کرنے لگا۔ کچھ خط تو دعائیہ ہوتے ہیں جن میں کسی مقصد کے حصول کے لئے دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔ اگرچہ ایسے خطوط کا تو ایک حد تک مستقل عمومی جواب بھی ہو سکتا ہے لیکن ہر جواب پر آپ خود دستخط فرماتے ہیں۔

''دوروں کے دوران قسما قسم کے لوگوں سے میری ملاقات ہوتی ہے۔ بعد ازاں وہ مجھے خط لکھتے ہیں۔ جب وہ کسی ملاقات کے حوالے سے کوئی بات تحریر کرتے

ہیں تو خط پڑھتے ہی لکھنے والے کا چہرہ میرے سامنے آجاتا ہے۔ بعض اوقات ان خطوط میں بعض واقعات کا اشارۃً ذکر بھی ہوتا ہے لیکن دفتر کا عملہ اسے سمجھ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں ہر خط کو ایک نظر دیکھ لیتا ہوں۔ اب مجھے اتنی مشق ہو گئی ہے کہ اہم مقامات پر آکر میری نظر خود بخود ٹھہر جاتی ہے اور کوئی ضروری امر نظروں سے اوجھل نہیں ہونے پاتا''۔

پھر مصنف لکھتے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو بیک وقت تین تین کام کرنے پر بھی قدرت حاصل ہو گئی ہے۔

حضورؒ فرماتے ہیں:

''ہوتا یوں ہے کہ میں دستخط کے لئے ساری ڈاک اپنے کمرے میں لے جاتا ہوں وہاں اللہ کا نام لے کر ایک دو کی بجائے تین تین کام بیک وقت شروع کر دیتا ہوں احمدی احباب مجھے خط ہی نہیں کیسٹ بھی بھیجتے رہتے ہیں جس پر انہوں نے اپنے خیالات کے علاوہ نظمیں ریکارڈ کی ہوتی ہیں۔

بعض خطوط تو جذبات سے اتنے لبریز ہوتے ہیں کہ ان کا زبانی جواب لکھوانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر میں اکیلا ایک الگ کمرے میں جا بیٹھتا ہوں اور کمرہ بند کر کے اپنے ہاتھ سے جواب لکھنے لگتا ہوں۔ میں جانتا ہوں لکھنے والوں نے کس اپنائیت سے یہ خطوط لکھے ہیں۔ لہٰذا میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کی خواہشات کے مطابق ان خطوں کے جواب میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر دوں۔

کام کی رفتار کو تیز تر کرنے کے لئے ابتداء میں ٹیپ ریکارڈ کے استعمال کا

تجربہ بھی کیا گیا لیکن جلد ہی اسے ترک کر دیا گیا۔

باقی ڈاک مختلف محکموں کے ناظمین کے حوالے کر دی جاتی ہے تا کہ وہ اپنی آراء اور خطوط کے خلاصوں کو فیصلے کے لئے (حضرت) خلیفہ رابع کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدی ایسے خطوط بھی لکھتے رہتے ہیں اور درخواست کرتے رہتے ہیں۔ کہ (حضرت) خلیفہ رابع اپنے دست مبارک اس کا جواب تحریر فرمائیں خواہ جواب ایک جملے کا ہی کیوں نہ ہو۔ ان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اس تحریر کو خاندان بھر کے لئے باعث برکت سمجھ کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیں۔

..........آرام کی زیادہ سے زیادہ وہی گنتی کی گھڑیاں ہوتی ہیں جو باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جاتے وقت میسر آتی ہیں۔ اس دوران آپ زیر لب دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ بس آرام اور ستانے کے یہی چند ایک لمحات ہوتے ہیں۔ اوقات کار کے بعد دفتر کا عملہ تو رخصت ہو جاتا ہے لیکن آپ مسلسل اسی انہماک سے کام میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ شام کے کھانے کا وقت ہو جاتا ہے۔ لیکن گھر جاتے وقت بھی باقی ماندہ ڈاک آپ ایک تھیلے میں بھر کر اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ کھانا کھاتے ہی اپنے مطالعے کے کمرے میں چلے جاتے ہیں جہاں ڈاک کا مذکورہ تھیلا پہلے سے آپ کا منتظر ہوتا ہے۔ حسب معمول ایک ایک خط کو پڑھ کر اس پر ہدایات نوٹ کرتے جاتے ہیں۔ کبھی عشاء کی نماز کے بعد سونے سے پہلے ٹیلی ویژن پر خبروں کا پروگرام بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اگر پوچھا جائے کہ آپ سوتے کس وقت ہیں تو جواب دینے میں خاصا حجاب محسوس کرتے ہیں۔

لندن کی احمدی بچیوں نے ایک دفعہ سوال کیا کہ آپ صبح صبح کام شروع

کرنے سے پہلے کس وقت بیدار ہوتے ہیں تو ایک کمسن بچہ بے اختیار چلا کر بولا میں بتاتا ہوں۔ مجھے پورا پتہ ہے حضور کب بیدار ہوتے ہیں۔ آپ صبح صبح تین بجے جاگتے ہیں۔ کیونکہ تین بجے حضور کے مکان کی بتی روشن ہو جاتی ہے۔ مجھے اس کا پتہ تب چلا جب میں اپنے چچا جان کے ہمراہ پہرے کی ڈیوٹی دے رہا تھا۔ اس پر (حضرت) خلیفہ رابع مسکرائے اور کہنے لگے:۔

‘‘اچھا یہ بات ہے! اگر تم اسی طرح میرے راز افشاء کرتے رہے تو مجھے تمہارے چچا جان سے بات کرنی پڑے گی’’۔

سب جانتے ہیں کہ (حضرت) خلیفہ رابع رات بھر میں صرف تین گھنٹے آرام کرتے ہیں اور دن کے وقت دو مرتبہ تیس تیس منٹ قیلولہ ایک سہ پہر کے وقت اور دوسرا ساڑھے چھ اور سات بجے شام کے درمیان فرماتے ہیں۔

‘‘میرے اندر بھی ایک طرح کا ٹائم پیس ہے جب چاہوں اس کا الارم مجھے عین وقت پر جگا دیتا ہے’’۔

صبح کے وقت جب دفتر کھلتا ہے اور سیکرٹری صاحبان دفتر میں پہنچتے ہیں تو ملاحظہ کی ہوئی ڈھیروں ڈاک کو اپنا منتظر پاتے ہیں یہی روزانہ کا معمول ہے۔ ہفتے بھر میں صرف جمعہ کے دن اس میں کچھ فرق پڑتا ہے۔ اس دن آپ خطبہ جمعہ کی تیاری کرتے ہیں۔ اگر آپ دوسرے ممالک میں احمدی مشنوں کے دورے پر جائیں تو بھی اس معمول میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ آپ کے ایک محافظ نے بتایا: ‘‘ڈاک ملاحظہ کرنے کا یہ طریق تو دوران سفر بھی جاری رہتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ سکنڈے نیویا کے دورے پر کار میں بھی حضور مسلسل ڈاک ملاحظہ کرتے رہے۔ ایک دفعہ کشتی پر سوار

ہونے سے رہ گئے۔ یوں لگتا تھا کہ رات کی رات سر چھپانے کے لئے کسی جگہ کا ملنا تو در کنار کھانے کے لیے بھی شاید کچھ نہ مل سکے مگر آپ نے فرمایا کہ جاؤ کوششیں کر دیکھو۔ ممکن ہے جگہ مل جائے اور خود کار ہی میں بیٹھے بیٹھے بڑے سکون اور اطمینان سے ڈاک دیکھنے میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ آخر کار بڑی تگ و دو کے بعد رات گزارنے کے لئے ہمیں ایک ہوٹل میں جگہ مل گئی۔

(ایک مرد خدا صفحہ 314-316)

آپ کے ساتھ کام کرنے والے ایک کارکن لکھتے ہیں:

(۱) حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے کپڑے جب دھل کر آتے تو بعض دفعہ قمیض کے کفوں کے بٹن ٹوٹے ہوئے ہوتے۔ حضور انورؒ پیغام بھیجتے کہ سوئی دھاگہ اور بٹن وغیرہ لے آؤ۔ خاکسار حسب ارشاد حضور انورؒ کے دفتر حاضر ہوتا فرماتے یہ بٹن لگا دو۔ خاکسار اس حالت میں بٹن لگا رہا ہوتا کہ ساتھ ساتھ حضورؒ ڈاک بھی ملاحظہ فرما رہے ہوتے جس کی وجہ سے ہاتھ اور بازو ہلتے تھے اور بٹن لگانا مشکل ہوتا تھا۔ ایسے میں خاکسار کو یہی خوف دامنگیر رہتا کہ کہیں ہاتھ ہلنے کی وجہ سے سوئی حضور انورؒ کے ہاتھ پر نہ چبھ جائے۔

(رسالہ خالد مارچ اپریل 2004 صفحہ 98)

آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو اس وقت آپ کی بڑی صاحبزادی شوکت جہاں کی عمر یہی کوئی بائیس برس کے لگ بھگ ہوگی۔ میں نے عرض کی کہ اپنے ابا جان کی گھریلو زندگی پر کچھ روشنی ڈالئے۔ تو انہوں نے بڑی حسرت سے بار بار کہا کہ اب تو ابا جان سے ملاقات ہی نہیں ہوتی۔ ہم تو ان کی صورت کو ترس گئے ہیں۔ اکثر گھر سے باہر رہتے

ہیں۔ کھانے کا وقفہ بھی بہت مختصر ہو کر رہ گیا ہے لیکن ان کے علاوہ گھر کے ماحول میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔

کیا بحیثیت باپ آپ سخت گیر تو نہیں تھے؟

''ہرگز نہیں۔ آپ تو نہایت پیارے اور مزیدار قسم کے ابا جان ہیں۔ بیکار بیٹھنا تو آپ کو آتا ہی نہیں۔ کچھ نہ کچھ کرتے ضرور رہتے تھے۔ وہ دن بھی کتنے اچھے دن تھے۔''

(ایک مرد خدا صفحہ 210)

محترمہ صاحبزادی شوکت جہاں صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

لمبے سفروں میں تو اکثر یوں ہوتا کہ ابّا جان گاڑی روک لیتے اور ہماری تھکن اور اکتاہٹ دور کرنے کے لئے خوش الحانی سے کوئی نظم پڑھنی شروع کر دیتے ایک ایک کر کے ہم بھی شامل ہو جاتے اور ہم سب مل کر نظم پڑھتے۔ ہماری سب سے چھوٹی بہن طوبیٰ نے ابّا جان کی ایک نظم زبانی یاد کر لی اور اسے ترنّم سے سنایا تو ابّا جان بے حد خوش ہوئے۔

چھٹیاں ہوتیں تو آپ مزے مزے کے پروگرام بناتے اور گھر کے چھوٹے بڑے کو اس میں شامل کرتے۔ ایک بار یوں ہوا کہ ہمیں ایک اور خاندان کے ہمراہ چھٹیاں گزارنے کا اتفاق ہوا۔ بدقسمتی سے ان کا چھٹیاں گذارنے کا فلسفہ ہم لوگوں سے ذرا ہٹ کر تھا۔ بس یہی کہ رات گئے تک جاگتے رہو اور پھر سارا دن لمبی تان کر سو رہو۔

ظاہر ہے ابّا جان اس نکمے پن کو کیسے پسند کر سکتے تھے۔ بے کار تو آپ بیٹھ ہی

نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے طور پر سیر وتفریح کا ایک دلچسپ پروگرام تشکیل دے لیا۔ اس میں لمبی سیر قابل ذکر مقامات کی زیارت۔ پک نک کھلی ہوا میں گوشت بھوننے کے مقابلے ٹینس اور دیگر مختلف قسم کے کھیل سبھی کچھ تھا ہماری دیکھا دیکھی ہمارے ساتھی خاندان کے لوگ بھی جلد ہی اس پروگرام میں شامل ہو گئے''

(ایک مرد خدا صفحہ 213)

حضورؒ فرماتے ہیں:

میری زندگی کے معاملات خدا نے سنبھالے ہوئے ہیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 13 فروری 2001ء)

تحسین تیری عمر کہ جس عمر میں تو نے   صد خضر کی عمروں سے سوا کام کیا ہے

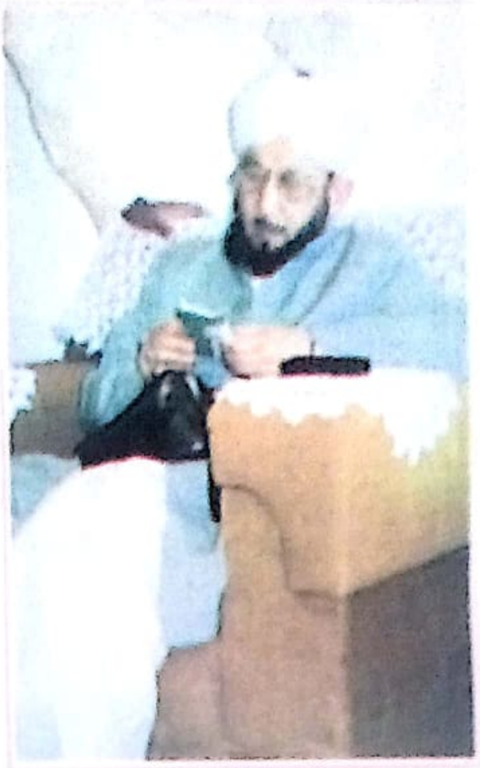

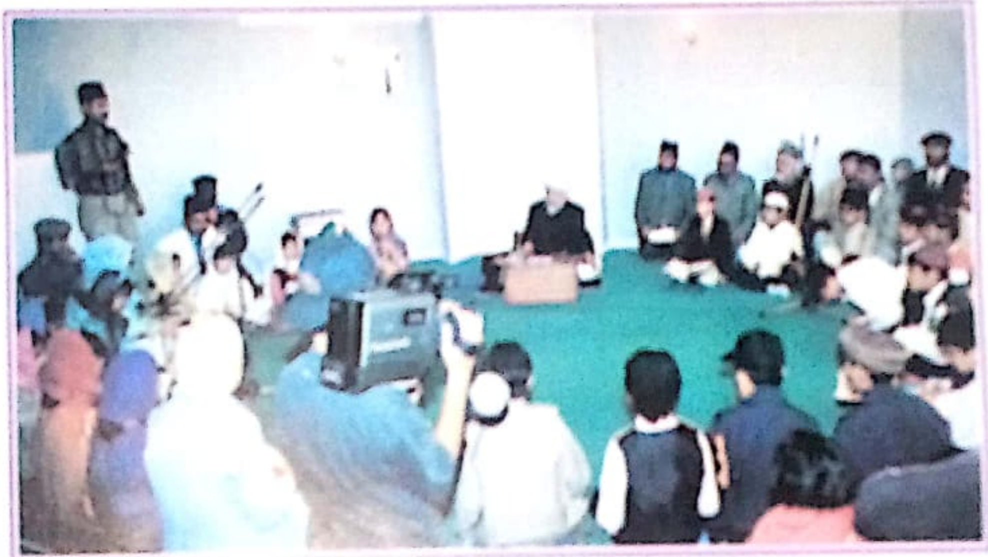

”شخصیت کے نمایاں پہلو“

☆ تحقیق کا شوق

مکرم عبدالمومن طاہر صاحب لندن بیان کرتے ہیں:

حضور تحقیق کی آخری حدوں کو چھوتے تھے۔ عام طور پر ابھی تک جو نقل در نقل یا حوالہ در حوالہ معلومات دینے کا رواج ہے حضور اس کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ اصل علم کا اسلوب نہیں۔ اصل کتاب ڈھونڈ کر اس سے اصل عبارت درج کرنی چاہیے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004 ص 330)

☆ مطالعہ کی رفتار

ایک مجلس میں سوال ہوا کہ آپ کے مطالعہ کی رفتار بے حد تیز ہے؟ جواباً فرمایا۔ ”مجھے نہیں معلوم کہ میری پڑھنے کی رفتار کیا ہے۔ نہ ہی میں نے کبھی اسے ماپا ہے۔ البتہ میں خاصی تیز رفتاری سے پڑھ سکتا ہوں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ میں نے مطالعہ بڑی وسعت سے کیا ہے“۔

(ایک مرد خدا، ص 234)

☆ علم کا سمندر

مکرم چوہدری غلام احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ بہاولپور

محکمہ آبپاشی میں ریونیو آفیسر تھے۔ بہاولپور میں مجلس سوال و جواب کا اہتمام تھا جس میں اکثر غیر از جماعت ڈاکٹرز، انجینئرز، تاجر اور پروفیسروں کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس مجلس کے مہمانِ خصوصی محکمہ آبپاشی کے چیف انجینئر کو بنایا گیا۔ حضرت میاں صاحب اس خصوصی مجلس میں تشریف لے گئے۔ جاتے ہی مہمانِ خصوصی سے تعارف کروایا گیا تو حضرت میاں صاحب نے آبپاشی کے بارہ میں باتیں شروع کر دیں۔ نہر کے پانی کا بہاؤ، موگے کا سائز، پانی کا اخراج اور ٹیل کر ماڈلنگ وغیرہ کے سلسلے میں اتنی پر از معلومات گفتگو فرمائی کہ مہمان خصوصی صاحب گھبرا گئے۔ حضرت میاں صاحب نے ان کی اس حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے جلد ہی فرمایا کہ اچھا اب ہم اس موضوع کو چھوڑتے ہیں اور اس موضوع پر بات کرتے ہیں جس کیلئے ہم اکٹھے ہوئے ہیں۔

اگلے دن چیف انجینئر صاحب نے دفتر میں آتے ہی چوہدری غلام احمد صاحب کو بلایا اور کہا یار میرا خیال تھا کہ ربوہ سے تمہارا کوئی مولوی آئے گا اور دینی باتیں کریگا مگر وہ صاحب جن سے آپ نے مجھے ملوایا وہ تو کوئی علم کا سمندر تھے میں محکمہ کے اندر رہتے ہوئے ان باتوں کو نہیں جانتا تھا جو وہ جانتے تھے انہوں نے کھل کر حضرت میاں صاحب کی ذہانت اور معلومات کی تعریف کی۔

(الفضل سالانہ 27 دسمبر 2003ء ص 27)

☆ علمی خزائن

آپ نے اللہ تعالیٰ کی براہ راست رہنمائی میں بے شمار قیمتی موتی اکٹھے کئے اور ہمارے لئے انمول قیمتی علمی خزانوں کی شکل میں چھوڑے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قلم

اور لسان پر حکومت بخشی ہوئی تھی۔ اور آپ کا ذہن جدید سائنسی علوم اور ایجادات کو قرآن کریم اور حدیث نبویؐ میں فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق ثابت کرنے پر قادر تھا۔ آپ نے دینِ حق کی حسین اور دلرُبا تعلیمات کو دنیا پر خُوب روشن کیا۔ آپ کی مجالسِ عرفان میں ہر قسم کے سوالات کئے جاتے تھے اور خدا کے فضل سے آپ نے سب سوالوں کے نہایت موزوں اور دلائل سے پُر جوابات دیئے۔

☆ علمِ تعبیر

محترمہ آپا سیدہ طاہر صدیقہ ناصر صاحبہ فرماتی ہیں:

علمِ تعبیر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص طور پر عطا فرمایا تھا۔ کئی سال تک حضور کے پاس موصول ہونے والی خوابوں کو جمع کرنے کا کام خاکسارہ، اپنی معاونات کے ساتھ کرتی رہی۔ بسا اوقات حضور خواب پر اس کی تعبیر تحریر فرما دیتے۔ آپ کی کی ہوئی تعبیریں پڑھ کر بہت ہی لُطف آتا۔ اور وہ یوں خواب پر جمتی ہوئی محسوس ہوتیں کہ اُس کے علاوہ پھر کوئی اور بات دل کو لگتی ہی نہ تھی اور خواب ایک کُھلے پیغام کی شکل میں نظر آنی شروع ہو جاتی ان خوابوں اور ان پر درج شدہ تعبیروں کو اگر علیحدہ شائع کیا جائے تو وہ علمِ تعبیر میں ایک نمایاں اضافہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔ بعض دفعہ حضور مجھے بھی اپنے خطوط میں تعبیر بیان فرما دیتے۔ ایک بظاہر منذر خواب کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

''آپ کا ایک خط تو باغ و بہار تھا جس میں مونا طوبیٰ کو واپسی پر ساتھ لے جانے کا ذکر تھا۔ مگر ایک خط بعد میں ایسا آیا جس نے سب گل بوٹوں پر اوس ڈال

دی۔ اچھی بھلی خواب کو مُنذر بنا دیا اور پھر ڈر کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔ خواب کا مطلب تو یہ ہے کہ انشاء اللہ ایک ظالم دشمن دوسرے ظالم دشمن کو ہلاک کر دے گا اور بعد میں وہ اگرچہ ہمیں بھی نقصان پہنچانا چاہے گا مگر پہنچا نہیں سکے گا۔ کیونکہ جماعت اللہ کی نصرت پر تکیہ کئے ہوئے ہے اور مقامِ شرّ سے گُریز پا ہے۔ ڈرانے والی خوابیں اگر انجام کو پہنچے بغیر ختم ہو جائیں تو تعبیر مبشّر ہوتی ہے۔''

((مکتوب 20.5.91) الفضل 11 اکتوبر 2003ء)

☆ قلم ونطق کے بادشاہ

آپ قلم ونطق کے بادشاہ تھے۔ ذوقِ شاعری ورثہ میں پایا۔ آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحریریں اُردو ادب اور علم کا شاہکار ہیں۔ الفاظ حقِ مضمون ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ موتی ہیں جو رنگ و تناسب میں ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ نگینے ہیں جو کمال مہارت سے جڑے ہوئے ہیں۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اُسے تشنہ نہیں رہنے دیا۔ نثری خوبیاں زیورِ عبارت ہیں۔ روانی ہے۔ سلاست ہے حسنِ بیان ہے۔ حسنِ ادا ہے۔ حسنِ تحریر ہے۔ شاعری میں ذوقِ سلیم پایا سطحی موضوعات پر مضمون شاعری کی اٹھان فطرت میں نہ تھی۔ ابتدائی زمانہ کے اشعار غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ قلبی حزن وملال کا اظہار ہے۔ شاعری کے اعلیٰ فنی محاسن اور خوبیاں آپ کے کلام میں ملتی ہیں۔ لطیف مضمون کو کمال چابکدستی اور فطری استعداد سے خوب اشعار میں ڈھالا اور باندھا ہے۔ استعارہ، کنایہ اور تشبیہ کلام کی جان ہوتے ہیں۔ آپ نے ان سب سے کام لیا ہے۔ آپ کی شاعری میں انسانی کیفیات اور دینی

جذبات کا بھرپور اظہار ہے۔ نعت گوئی میں آپ یکتا نظر آتے ہیں۔ سچائی اور حقیقت کا بیان ہے۔ مبالغہ کا شائبہ تک نہیں۔

☆ کھیل سے دلچسپی

مکرم عبدالمومن طاہر صاحب لندن لکھتے ہیں:

کھیل سے حضورؒ کی دلچسپی محتاجِ بیاں نہیں لیکن اس میں بھی آپ کا مقصد اعلیٰ یہی نظر آتا ہے کہ دین کی خدمت کیلئے جسمانی صحت کا خیال رکھا جائے۔ نیز ساتھی کھلاڑیوں کی تربیت کر کے انہیں دین کی طرف لایا جائے۔ حضور کی خلافت سے قبل اکثر دل میں خیال آتا تھا کہ یہ کھلاڑی لڑکے تو اکثر دین سے دور ہیں۔ پھر بھی آپ ان کو اتنا وقت کیوں دیتے اور ان سے اتنا اظہار تعلق کیوں کرتے ہیں؟ لیکن بعد میں جب انہیں کھلاڑیوں کو دیکھا کہ آپ کے زیرِ سایہ بالکل بدل گئے ہیں اور آپ کی خلافت کے بعد تو ان میں سے اکثر دین کے شیدائی بن گئے ہیں تو اس وقت کُھلا کہ آپ تو اِن کھلاڑیوں کے ساتھ بھی فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ والا ابراہیمی نسخہ استعمال فرما رہے تھے۔

حضورؒ ایک مشاق کھلاڑی تھے اور آپ کو سکواش کا بہت شوق تھا۔ آپ ہمیشہ سکواش ٹورنامنٹ میں شرکت فرماتے اور اس دوران خود بھی کھیل میں حصہ لیتے۔ حضور کا سب سے پسندیدہ کھیل کبڈی تھا اور ماہر کھلاڑیوں کی کبڈی ٹیم کے میچز دیکھنا پسند فرماتے۔ حضورؒ کا نوجوانوں کے ساتھ اس طرح بے تکلّفی سے مل جُل جانا نوجوانوں کو خلافت کے قریب لانے میں بہت ممد ثابت ہوا۔

کھیلوں میں حضور رحمہ اللہ کو باسکٹ بال بھی پسند تھی۔ کرکٹ کا بھی حضورؒ شوق رکھتے تھے۔ آخری بیماری کے ایّام میں حضور خاص طور پر کرکٹ میچز کی ریکارڈنگ منگوا کر پرانے میچ دیکھا کرتے تھے۔ پاکستانی ٹیم کے ساتھ حضور کو خاص پیار تھا۔ ہم نے خدّام کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی۔ وہ پرانے میچ ڈھونڈتے اور نئے بھی ریکارڈ کرتے جن کو حضورؒ ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص330)

☆ صحت مند تفریحات میں شرکت کروانا

محترمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ فرماتی ہیں:

حضور نے ہمیں خود تیرنا بھی سکھایا ہے۔ ہمارے لئے اپنی زمینوں پر چھوٹا سا سوئمنگ پول بھی بنوایا کہ ہم باپردہ جگہ میں آرام سے تیراکی سے لُطف اندوز ہوسکیں گھوڑ سواری بھی حضور نے خود ہمیں سکھائی۔ ہمارے سواری کرنے پر بہت خوش ہوتے۔ اسی طرح ابّا کی خواہش تھی کہ ہم نشانہ بازی بھی سیکھیں۔

(الفضل سالانہ، 27دسمبر 2003ء، ص46)

☆ شجاعت کا واقعہ

مکرم خلیفہ صباح الدین صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

حضور کے سندھ کا سفر بھی ایک تاریخی سفر تھا۔ تمام سندھ کی جماعت اور وڈیرے ہر وقت ملاقات کے انتظار میں ہوتے۔ حضور ان سے گھل مل جاتے زمین کی

شخصیت
کے
مختلف
پہلو

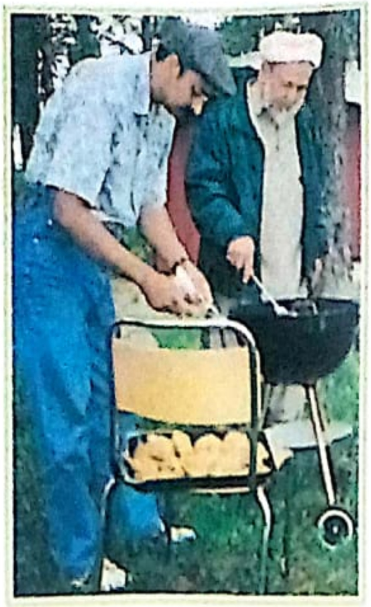

دیکھ بھال اور نگرانی فرماتے۔

ایک سندھی وڈیرہ صاحب حضور کی خدمت میں بہت سرکش گھوڑی لے کر آئے کہ یہ نہ زین کسنے دیتی ہے اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی کو سوار ہونے دیتی ہے۔ ہم سب لوگ قریب ہی کھڑے تھے۔ حضور نے اپنی پگڑی خاکسار کو پکڑائی اور چھڑی ایک اور صاحب کو اور چار چکر گھوڑی کے گرد لگائے اس کو تھپکی دی اچانک گھوڑی کی ننگی پیٹھ پر چھلانگ لگا کر سوار ہو گئے۔ ناصر آباد کے لان میں گھوڑی سرپٹ دوڑ پڑی سب کی چیخیں نکل گئیں۔ گھوڑی نے گرانے کا پورا زور لگایا لیکن حضور اسے پورے قابو میں رکھے ہوئے تھے۔ لان کے چار پانچ چکر لگا کر جب گھوڑی تھک گئی حضور نیچے تشریف لائے۔ سندھی صاحب بولے انہوں نے حضور جیسا شاہسوار نہیں دیکھا۔

(الفضل روزنامہ 26 جون 2003ء)

☆ خوش گوار حیرت

محترم جمیل الرحمان رفیق صاحب لکھتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایسٹ افریقہ میں ایک بڑا جماعتی سنٹر قائم کرنے کے امکان کا جائزہ لینے کا کام حضرت طاہر کے سپرد فرمایا۔ آپ اس وقت ناظم وقف جدید تھے۔ ان دنوں خاکسار رخصت پر ربوہ آیا ہوا تھا۔ آپ نے اس کام کے سلسلے میں مشورہ کرنے کے لئے عاجز کو طلب فرمایا۔ خاکسار آپ کے دفتر میں پہنچا۔ آپ نے اس تعلق میں مختلف استفسارات فرمائے۔ اسی اثناء میں وہاں ایک غیر ملکی آپ سے ملنے کیلئے وارد ہوا۔ گفتگو انگریزی میں شروع ہوئی۔ خاکسار کو اس وقت

تک یہ علم نہیں تھا کہ آپ روانی سے انگریزی میں اپنا مافی الضمیر ادا کر سکتے ہیں۔ مگر خاکسار ایک بہت ہی خوش گوار حیرت میں ڈوب گیا جب آپ نے نہایت سلامت اور روانی کے ساتھ نو وارد کے استفسارات پر انگریزی میں تصریحات پیش کیں۔

(الفضل 25 دسمبر 2003ء)

☆ ناقابل فراموش واقعہ

حضور سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنی زندگی کا کوئی ایسا واقعہ سنائیں جو آپ کبھی نہیں بھول سکتے فرمایا:

زندگی کا ایسا واقعہ جو کبھی نہ بھول سکوں بہت واقعات ہیں جو یاد آتے رہتے ہیں جو نظم رضیہ پڑھتی ہے ''اکثر شب تنہائی میں'' تو کئی دفعہ رات کو پرانے واقعات یاد آتے رہتے ہیں۔ بہت ہی دل پر اثر کرنے والے واقعات ہیں ایک دفعہ کراچی میں مجھے یاد ہے کہ ایک بوڑھا آدمی تھا میں اسے جانتا بھی نہیں تھا وہ دوڑ کر آ کے مجھے گلے لگ گیا۔ بہت اس نے سسکیاں لے لے کر دعائیں دیں۔ میں حیران تھا اور میں نے کہا میں تو کبھی نہیں ملا تمہیں تو اس نے بتایا کہ میری امی نے غربت میں اس کی بہت مدد کی۔ اور کسی کو پتا نہیں تھا۔ وہ لسی مانگنے آیا تھا تو اس کو مکھن بھی ڈال کے دیا کرتی تھیں۔ اور بھی اس کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ تو اسکے دل پر اتنا اثر تھا کہ اس نے کہا میرا دل چاہتا تھا کہ میں ان کے بچے کے گلے لگوں دعائیں دوں۔ تو میرا اور تو کوئی بدلا نہیں یہی بدلہ ہے اور مجھے یہ واقعہ کبھی نہیں بھولتا جو انسان نے نیکی کی ہو آگے اس کے بچے کے سامنے آ جاتی ہے۔ تو ہر وقت کے واقعات الگ الگ ہیں اور اچانک

مجھے یہ یاد آ گیا۔ کسی اور وقت پوچھتی تو کوئی اور یاد آ جاتا۔

(الفضل 25 نومبر 2000ء)

☆ موثر اور دلکش انداز تربیت

بیت اقصیٰ کی گراؤنڈ میں دو ٹیموں کے درمیان کبڈی کا میچ ہو رہا تھا۔ حضرت صاحب مہمان خصوصی تھے۔ سینکڑوں کی تعداد میں ناظرین میچ دیکھ رہے تھے۔ ایک ٹیم کا کھلاڑی کبڈی ڈالنے گیا دوسری ٹیم کے کھلاڑی مستعد ہوئے اسے پکڑنے کے لئے کبڈر نے کوشش کی ’جاپھی‘ کو ہاتھ لگانے کی تو خفیف سا ہاتھ لگا۔ جسے عام لوگ تو ایک طرف ریفری بھی محسوس نہ کر سکا۔ مگر کبڈر واپس آ گیا اور کہا میرا ہاتھ مخالف ٹیم کے کھلاڑی کو چھوٗ گیا ہے ریفری نے میچ روک کر ’جاپھی‘ سے پوچھا کیا تمہیں ہاتھ لگ گیا تھا۔ چونکہ فائنل میچوں میں ایک ایک نمبر کی بڑی اہمیت ہوتی ہے مگر یہ احمدی کھلاڑی تھے اس لئے جب پوچھا گیا تو اس نے کہا جی ہاں! ہاتھ مجھے لگا ہے۔ حالانکہ اگر وہ کہہ دیتا کہ ہاتھ مجھے نہیں لگا تو ریفری سمیت سب اس کی بات مان لیتے۔ مگر اس نے سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ خیر ان کی ٹیم میچ ہار گئی۔

جب پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے انعامات تقسیم کرنے کے بعد خطاب فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ بے شک امر واقعہ ہے کہ میچ انہوں نے جیتا ہے مگر اصل میں سچ بولنے والوں نے یہ میچ جیتا ہے۔

(الفضل 2 اگست 2003ء)

☆ آپ احسان کا علم نہیں ہونے دیتے تھے

آپ کی طبیعت ظاہری اظہار کی نہ تھی، عام نیک انسان جب کسی سے حسن سلوک کرتے ہیں تو احسان جتانا نہ سہی پر اتنا ضرور چاہتے ہیں کہ جس پر احسان کیا جائے اسے علم تو ہو۔

لیکن حضور کے حسن سلوک کی شان نرالی تھی۔ آپ احسان جتانا تو ناممکن، احسان کا علم بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔

(الفضل 8 دسمبر 2003ء)

1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران حضرت میاں صاحب ربوہ اور ماحول کی نگہداشت کے نگران تھے۔ آپ نے دن رات ایک کر کے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے ادا کئے۔ معاونین کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کے لئے آپ کی خوش خلقی آپ کا حسن اخلاق اور انتظامی صلاحتیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔

(الفضل 26 جون 2003ء)

محترم سید ساجد احمد صاحب لکھتے ہیں:

میں لاہور میں پنجاب یونیورسٹی میں پڑھتا تھا، آپ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے تو مجھے ملنے کے لئے بلایا۔ اسی روز آپ نے نئی کار سن بیم (Sunbeam) خریدی تھی۔ ایک احمدی طالب علم لیڈر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہمیں ان کی نئی کار کی سواری کی برکت بھی میسر آئی۔ مختلف معاملات پر گفتگو فرماتے رہے اور شام کو بجائے اس کے کہ ضروری باتوں کے بعد ہمیں خدا حافظ کہہ دیتے، آپ ہمیں عشائیے کے

لئے اپنے ساتھ شیزان لے گئے۔ باورچی کو بلایا اور اپنی پسندیدہ روٹی بنا کر لانے کا ارشاد فرمایا جو اپنے مزے اور ساخت میں منفرد تھی۔

(الفضل 7 جولائی 2003ء)

☆ فوری قوتِ فیصلہ

محترمہ صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ لکھتی ہیں:

ایک دفعہ مجھے یاد ہے ابّا نے زمینوں پر دعوت کا انتظام کیا ہوا تھا اور بہت سے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ میرا بیٹا عثمان دو اڑھائی سال کا تھا اور حضور کے ساتھ کھڑا ہو کر مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں دوسری مہمان خواتین کے ساتھ سیر کیلئے آگے چلی گئی تھی۔ عثمان نے مچھلی پکڑنے کے شوق میں بہت جُھک کر پانی کی طرف دیکھنا شروع کیا اور اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور تالاب میں گر گیا۔ اس وقت سیکورٹی والے بھی اردگرد موجود تھے۔ مگر کسی کو فوری طور پر یہ جرأت نہیں ہوئی کہ چھلانگ لگا کر بچے کو نکال لے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ سب ہی سناٹے میں آ گئے ہیں مگر حضور نے بغیر ایک لمحہ ضائع کئے فوراً پانی میں چھلانگ لگا دی اور بچے کو باہر نکال لائے۔ ایسے حالات میں انسان کو اپنی جان کا خوف ضرور روکتا ہے اور قوتِ حوصلہ کُند ہو جاتی ہے۔ مگر شاید حضور میں اس قسم کا کوئی خوف سرے سے تھا ہی نہیں۔ اس لئے آپ فوری طور ضرورت پڑنے پر عملی کوشش کرتے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص25)

☆ رفیق القلب انسان

حضور کی آواز میں ایک عجیب مٹھاس اور خاص قسم کا سوز و گداز ہے۔ آپ کو اپنے لب و لہجہ کے زیر و بم پر پوری قدرت حاصل ہے۔ آپ ایک قادرُ الکلام اور فصیح البیان خطیب ہیں آپ کی تقریر میں پند و نصائح کے ساتھ ساتھ ہلکے پھلکے شگفتہ مزاح کی چاشنی بھی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی کسی نقطہ کی وضاحت کیلئے آپ سنجیدہ اور مزاحیہ اشعار کا برمحل استعمال بھی فرمایا کرتے ہیں۔ آپ کو یہ استعداد اور ملکہ بھی حاصل ہے کہ آپ سامعین میں سے چھوٹے بڑے کو یہ محسوس کرا دیں کہ آپ اسی سے براہِ راست مخاطب ہیں۔

لیکن لفظوں سے جو تصویر آپ کھینچتے ہیں خود اس سے لاتعلق نہیں رہ سکتے۔ فاصلے سے اور جذبات سے عاری ہو کر اس تصویر کو دیکھنے کے آپ عادی نہیں ہیں۔ جس مضمون کو آپ بیان فرماتے ہیں۔ وہ مجسم ہو کر آپ کے سامنے آن کھڑا ہوتا ہے۔ جذّبات کا ذکر ہو تو جذّبات آپ پر وارد ہوتے ہیں اور آپ انہیں براہِ راست محسوس کرتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر آپ کی آواز بھرا جاتی ہے۔ اور اس میں لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ قریب سے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ آپ کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں۔ اور چہرہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا ہے۔

حضور خود فرماتے ہیں:

” سچی بات تو یہ ہے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کتنی بھی کوشش کیوں نہ کروں میں اپنے جذّبات کو چُھپا نہیں سکتا۔ میں نے زندگی میں اتنے دکھوں کو مشاہدہ

کیا ہے کہ اپنے کرب کو چھپانا میرے بس کی بات نہیں رہی۔ دکھوں سے مراد میرے اپنے ذاتی دکھ نہیں بلکہ اوروں کے دکھ ہیں۔ میں ایسے ایسے اُداس اور دُکھی انسانوں سے ملا ہوں جو اپنی بے بسی اور دل شکستگی میں یکسر گم ہو کر رہ گئے۔ یہاں تک کہ ان کے تصوّر ہی سے میں دُکھی اور اُداس ہو جاتا ہوں۔ اور ستم تو یہ ہے کہ ان دُکھی انسانوں کے قُرب و جوار میں کتنے ہی ایسے لوگ آباد ہیں جنہیں یہ غریب نظر تک نہیں آتے جن کے نزدیک ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔"

"نہ جانے لوگ ایسے کٹھور کیسے بن جاتے ہیں؟"

(ایک مردِ خدا، ص 10,9)

☆ اپنا کام خود کرتے

محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

حضرت صاحب رحمہ اللہ گھر کے کام کاج بھی خود کر لیا کرتے تھے۔ ناشتہ بھی خود بناتے تھے۔ آصفہ بیمار تھیں اس لئے جلدی لیٹ جاتی تھیں۔ بچے چھوٹے تھے۔ حضورؒ باہر سے آیا کرتے تھے۔ خود کچن میں جاتے کھانا گرم کیا اور کچن ہی میں چند نوالے لے لئے پانی پیا اور چلے گئے۔ اسی طرح اور بھی چھوٹے چھوٹے کئی کام گھر کے خود ہی کیا کرتے تھے۔ مہمان آتے تو آصفہ کو نہیں جگاتے تھے کہ بیمار ہیں شوگر ہے خود مہمانوں کے لئے کام کرتے تھے۔ اس وقت روٹی پکانی نہیں آتی تھی اس لئے روٹی بی بی امتہ الحکیم کے گھر سے لے آیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کھانے کی بہت سی چیزیں خود بناتے تھے۔ آئس کرم بھی خود بنا لیتے تھے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 48)

☆ جماعت کی مالی قربانی کا احساس

سفر کے دوران آپ آرام و آسائش کا بہت کم خیال رکھتے ہیں۔ شروع شروع میں تو آپ ہوائی جہاز کا سفر بھی اکانومی کلاس ہی میں کیا کرتے تھے۔ آپ کے مالی امور کے مشیروں کا مشورہ تھا کہ آپ کو بہر صورت فرسٹ کلاس میں سفر کرنا چاہیئے اول تو آپ کے عظیم منصب کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی شایانِ شان کلاس میں سفر کریں۔ دوم ضروری ہے کہ اس قسم کے سفر کے دوران آپ کے آرام کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے۔ لیکن آپ نے اپنے مالی مشیروں کے مشورے کو یکسر مسترد کر دیا...... یہاں تک کہ آپ نے سیکنڈ کلاس میں سفر کرنے سے بھی صاف انکار کر دیا۔ فرمایا یہ رقم جو کرائے پر صرف کی جاتی ہے ان احمدی مخلصین کے چندوں سے حاصل ہوتی ہے جن کی اکثریت غرباء پر مشتمل ہے۔ یہ ایک مقدّس امانت ہے جسے غیر ضروری کاموں پر خرچ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جہاں آپ کے مالی مشیر اپنی کوشش میں ناکام رہے وہاں آپ کا حفاظتی عملہ کامیاب ہو گیا۔ ان کی دلیل تھی بھی وزنی۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اکانومی کلاس کے ہجوم میں وہ اپنے فرائض منصبی یعنی (حضرت) خلیفہ رابع کی حفاظت کے فرائض تسلی بخش طریق پر ادا نہیں کر سکیں گے۔ (ایک مردِ خدا ص413)

☆ معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کی صلاحیت

مکرم محمود احمد شاہد صاحب مشنری انچارج آسٹریلیا لکھتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے آپ کو معاملہ کی تہہ تک پہنچ کر اسے حل کرنے کی صلاحیت بھی

خوب عطا فرمائی تھی۔ ایک موقع پر ایک دلچسپ اختلاف ایک بیعت پر ہو گیا کہ یہ بیعت خدام نے کروائی ہے یا انصار نے یا معلم صاحب نے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اصل مقصد کیا ہے؟ وہ تو پورا ہو گیا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کے لئے کام کیا ہے سو وہ دیکھتا ہے کہ کس نے کیا کام کیا ہے؟۔ وہ اجر عطا کرے گا۔ اس لئے میں وقف جدید اور انصار اللہ کی طرف سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اس بیعت کو خدام الاحمدیہ اپنے کھاتہ میں شمار کر لے۔ جس پر ہمیں شرمندگی ہوئی کہ بے حقیقت مسئلہ پر بحث کر رہے تھے۔ ایک اور موقع پر میں نے کہا کہ اس کام میں تو ہم شامل تھے مگر ذکر تک نہیں ہوا اس پر آپ کو ملال ہوا۔ فرمایا: ایسا پست خیال نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے امید رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان معمولی بات نہیں اس سے انسان بہت سے ابتلاء سے بچ سکتا ہے ورنہ بے حقیقت تکلیف سے دوچار رہتا ہے۔ نبیوں کی زندگیاں دیکھا کرو۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ ہم تم سے کسی اجر کے متقاضی نہیں ہمارا اجر تو خدا کے پاس ہے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004، ص188)

☆ سب کا احترام کرتے

مکرمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

حضرت صاحبؒ کی سب سے اچھی بات جو مجھے لگتی تھی وہ یہ تھی کہ ان میں ہمدردی بہت زیادہ تھی۔ سب رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ بے تکلفی اور دوستی کے ساتھ ساتھ احترام کو بھی ملحوظ رکھتے تھے۔ بڑوں کا احترام کرتے تھے اور چھوٹوں کے ساتھ بہت زیادہ بے تکلفی ہوتی تھی۔

(خالد مارچ، اپریل 2004، ص46)

☆ غور و فکر کی عادت

مکرم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب تحریر کرتے ہیں:

حضور کی سیرت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ صبح سیر کے لئے جو جگہ تجویز کی جاتی اس کے لئے حضور کی خاص ہدایت ہوا کرتی تھی کہ اس جگہ پر کوئی بُت یا مجسمہ نہ ہو کیونکہ حضور جانتے تھے کہ یہ مجسمے اور بُت کن مقاصد کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ خواہ تھوڑا خواہ زیادہ چونکہ شرک کا پہلو ان میں ہوتا ہے اس لئے حضور کی ان سے طبعاً ایک نفرت تھی۔

دورانِ سیر اکثر خاموش رہتے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ حضور سے پوچھا کہ حضور اتنا لمبا راستہ خاموشی میں کیا سوچتے ہیں۔ تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ اکثر تو میں خطبہ یا جو تقریر کرنی ہے اس کے بارہ میں پوائنٹس سوچتا ہوں اور پھر فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے بارہ میں سوچتا ہوں۔ اور مثال کے طور پر فرمایا کہ یہ میں سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کا رنگ نیلا کیوں بنایا ہے۔ گھاس کا رنگ سبز کیوں بنایا ہے۔ اور میں جب اس پر غور کرتا ہوں اور میڈیکل سائنس کے ساتھ اس کو co-relate کرتا ہوں تو وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نظر ان رنگوں سے اپنا نتیجہ اخذ کرتی ہے اور نظر کے لئے یہ دونوں رنگ سب سے زیادہ soothing رنگ ہیں۔ تو حضور کا یہ ایک خاص طریق تھا کہ اگر ہم حضور کا کوئی بھی پروگرام سن رہے ہوں یا کسی مجلس میں بیٹھے ہوں اور خواہ حضور دنیا کے کسی موضوع پر بات کر رہے ہوں تو ایک آدھ منٹ میں خدا کا ذکر، قرآن کا ذکر اور

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کر دیا کرتے تھے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 234)

☆ طبیعت میں بے حد انکساری

ایک دوست تحریر کرتے ہیں:

”تو نے کی مشعل احساس فروزاں پیارے
دل بھلا کیسے بھلا دے ترے احساس پیارے“

ایک مرتبہ ربوہ گیا نماز مغرب پر ملاقات ہوئی۔ بیت الذکر کے جنوبی طرف آپ کا سائیکل تھا فرمایا میں نے ایک ولیمہ میں جانا ہے مگر ابھی نصف گھنٹہ رہتا ہے آئیں دونوں سیر کرتے ہیں۔ جب سائیکل لینے لگے تو میں نے سائیکل پکڑنے کی کوشش کی آپ نے فرمایا میں خود پکڑوں گا۔ پھر التجا کی پھر یہی جواب تھا پھر زور سے سائیکل پکڑنے کی جسارت بھی کر دیکھی لیکن فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں میں خود ہی اپنا سائیکل پکڑوں گا۔

(الفضل روز نامہ۔ جولائی 2003ء)

☆ اظہار حق کے بیان کرنے کی صفت

حضور نے اپنے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ سنایا۔ حضور نے فرمایا: جب میں لندن پڑھا کرتا تھا تو ایک مرتبہ سؤر کے گوشت کی حرمت کا ذکر آنے پر میں نے اس جانور کی بے حیائی کا ذکر کیا کہ کس طرح اس کے کھانے سے یہی اثر کھانے والے

پر ہو جاتا ہے۔ تو ایک لڑکی کھڑی ہوئی اور اس نے کہا تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ یہی تو میں ثابت کرنا چاہتا تھا۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جائے وہی خصلتیں اور عادات کھانے والے میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 24 دسمبر تا 30 دسمبر 1999ء)

☆ منصوبہ بندی کی مثال

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا ایک نمایاں وصف آپ کی مستقبل کی پیش بینی اور منصوبہ بندی بھی ہے۔ آپ نے ہجرت کے آغاز میں ہی روس اور دیگر اشتراکی ملکوں کی زبانوں میں دینی لٹریچر تیار کروانا شروع کر دیا تھا۔ اور یوں جب کمیونزم کا زوال ہوا اور ان ملکوں کے عوام کو مذہبی آزادی نصیب ہوئی تو ان کی روحانی دعوت کرنے کے لئے جماعت احمدیہ پہلے سے ہی تیار تھی۔ اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سابقہ سوویت یونین کے آزاد ہونے والے کئی ممالک میں احمدیہ مراکز قائم ہو چکے ہیں۔

اور اس طرح حضرت مسیح موعود کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی بنیاد ڈالی جا چکی ہے کہ میں اپنی جماعت کو روس میں ریت کے ذرّوں کے مانند دیکھتا ہوں۔

(الفضل 19 ستمبر 2003ء)

☆ دستور کی پاسداری

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب لکھتے ہیں:

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ مروجہ طریق کار اور دستور کی پابندی کے قائل تھے اور اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ نہیں سمجھتے تھے۔ اس کا ایک واقعہ یہ ہے (جو کسی جگہ جماعتی لٹریچر میں شائع شدہ ہے) کہ ایک بار مجھے حضورؒ کی موجودگی میں ایک اعلان نکاح کرنے کا ارشاد ہوا جس میں حضورؒ کو لڑکی یا لڑکے کی والدہ کی طرف سے وکیل بننے کی درخواست کی گئی تھی اور حضورؒ نے از راہ شفقت قبول فرمائی تھی۔ حضورؒ کا عام طریق یہ تھا کہ جس روز نکاح کا اعلان ہوتا تو اس روز نماز سے فارغ ہو کر حاضرین کی طرف رُخ بدل کر محراب میں ہی تشریف فرما ہوتے اور دعا میں شامل ہوتے تھے۔ میرا یہی خیال تھا کہ اس روز بھی ایسا ہی ہوگا اور حضورؒ بیٹھے بیٹھے ایجاب وقبول کی کاروائی میں شامل ہو جائیں گے۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب حضورؒ نماز پڑھانے کے بعد کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے کہ آج تو میں وکیل کے طور پر شامل ہو رہا ہوں محراب سے باہر آ کر پہلی صف کے درمیان تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا کہ امام صاحب آپ نکاح کا اعلان کریں۔ میرے لئے یہ ایک مشکل مرحلہ تھا کہ ایسی صورت میں اعلان نکاح کروں جبکہ خلیفہ وقت سامنے بطور وکیل تشریف فرما تھے۔ بہر حال ارشاد کی تعمیل میں مسنون خطبہ نکاح پڑھا اور مقرّرہ آیات کی تلاوت کرنے کے بعد ایجاب و قبول کے موقع پر حضور انورؒ کا نام مع ولدیت لے کر ادب سے استفسار کیا کہ کیا آپ کو یہ نکاح بطورِ وکیل منظور ہے۔ اس پر حضورؒ مروجہ دستور کے مطابق پوری طرح کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہاں مجھے یہ نکاح منظور ہے۔ یہ مرحلہ میرے لئے بہت ہی مشکل تھا لیکن مجبوری کا عالم تھا۔ ایجاب وقبول کے بعد میں نے دعا کروائی جس میں حضور رحمہ اللہ بھی شامل ہوئے۔

(سیدنا طاہر نمبر رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء صفحہ 302,301)

☆ تحریک وقف نو

تحریک وقف نو بھی آپ کی مستقبل کی منصوبہ بندی کا ایک عظیم الشان ثبوت ہے۔ آپ نے جماعت کے قیام کی پہلی اور دوسری صدی کے سنگم پر جماعت کی آئندہ ضروریات کی پیش بینی کرتے ہوئے تحریک فرمائی تھی کہ احمدی والدین اپنے ہونے والے بچوں کو خدا کے دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور بچوں کی تعلیم و تربیت شروع سے ہی اس نہج پر کی جائے کہ وہ آئندہ پڑنے والی عظیم ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔ چنانچہ آج 20 ہزار سے زائد بچوں کی ایک فوج تیار ہو چکی ہے اور ان میں سے ہر بچہ کی زندگی اور دینی خدمات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ایک عہد ساز شخصیت ہونے کی یاد دلاتی رہیں گی۔

حضورؒ کی ہجرت کا ایک اور حسین ثمرہ یہ بھی ہے کہ اس سے قبل مغرب میں بسنے والے احمدیوں کی ایک تعداد کسی حد تک دجالی تہذیب کے اثرات قبول کر رہی تھی۔ آپ کی ذاتی تربیت کے فیض سے اب وہ پوری عزت اور وقار کے ساتھ دینی تعلیمات اور روایات پر قائم ہیں بلکہ یورپ کے سفید فام باشندے بھی احمدیت کی حسین تعلیم قبول کر رہے ہیں۔

(الفضل 19 ستمبر 2003ء)

☆ اطاعت نظام

مکرم عبدالقدیر قمر صاحب مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں:

میں جامعہ میں زیرِ تعلیم تھا۔ شوریٰ کا موقعہ تھا۔ میری ڈیوٹی ایوانِ محمود کے گیٹ پر لگی ہوئی تھی تا نمائندگان کے ٹکٹ چیک کر کے انہیں اندر جانے دیا جائے۔ نمائندگان آرہے تھے اور ٹکٹ چیک کروا کے اندر تشریف لیجارہے تھے اسی اثناء میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبیل لارئیٹ کے ساتھ تشریف لائے مکرم صاحبزادہ صاحب آگے آگے تھے اور مکرم ڈاکٹر صاحب پیچھے پیچھے۔ دونوں کی ٹکٹیں صاحبزادہ صاحب کے پاس تھیں۔ آپ نے ٹکٹ دکھایا اور اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے جب ڈاکٹر صاحب سے ٹکٹ کا مطالبہ ہوا تو وہ ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ ان کا ٹکٹ بھی حضرت صاحب کے پاس تھا۔ تھوڑا سا آگے جا کر جب آپ نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب ساتھ نہیں ہیں واپس پلٹے اور ہمارے پاس آ کر صرف یہ فرمایا کہ یہ دیکھیں ڈاکٹر صاحب کا ٹکٹ میرے پاس ہے۔ اس لئے انہیں آنے دیں اور کچھ بھی تو نہ کہا واقعی عظیم لوگوں کی یہی نشانیاں ہوتی ہیں۔

(الفضل 2 اگست 2003ء)

☆ خلوت کا جذبہ

حضورؒ نے فرمایا:

مجھے یاد ہے ربوہ میں ہمیشہ جب بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطبہ ہوا کرتا تھا تو میری کوشش ہوتی تھی کہ کسی ایسی جگہ کونے میں بیٹھوں، دیوار کے ساتھ، کہ نماز ختم ہوتے ہی نکل سکوں اور سنتیں گھر میں ادا کیا کرتا تھا۔ اس کا مجھے یہ فائدہ پہنچتا تھا کہ لوگوں کا میری طرف کسی قسم کا بھی خیال نہیں منتقل ہوتا تھا۔ کوئی ہجوم نہیں تھا کہ وہ

اکٹھے ہو جاتے۔ تو طبیعت میں ایسی نفرت تھی اس بات سے کہ وہاں خلیفۃ المسیح کی موجودگی میں میری کوئی الگ مجلس لگ رہی ہو کہ ہمیشہ نکل جایا کرتا تھا اور جب یہ مشکل ہوتی تھی تو باہر ہمیشہ جوتیوں میں نماز پڑھا کرتا تھا، پاس ہی سائیکل رکھی ہوتی تھی، نماز پڑھتے ہی بہت تیزی سے اپنے گھر واپس چلا جایا کرتا تھا۔ وہاں پہنچ کر پھر سنتیں ادا کرنے کی توفیق ملا کرتی۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 19)

☆ استقلال

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب لکھتے ہیں کہ

جب حضور رحمہ اللہ پاکستان سے سفر کر کے لندن ائیر پورٹ پر جہاز سے باہر تشریف لائے تو حضور رحمہ اللہ کے چہرہ پر لمبے سفر اور نیند کی کمی کے آثار تو ضرور تھے لیکن ایک عجیب اطمینان، نُور اور عزم کی کیفیت تھی جس کے بیان کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں مل رہے۔ حضور رحمہ اللہ کے چہرہ پر مسکراہٹ نمایاں تھی اس مسکراہٹ نے تھکان اور کوفت کے سب نقوش کو چھپایا ہوا تھا۔ لمبے سفر اور کئی راتوں کی بے آرامی کے سبب حضور کی آنکھوں میں سُرخی اور تھکاوٹ بھی تھی لیکن آپ کا چہرہ بہت ہشاش بشاش اور پُر عزم تھا۔ ایک ایسے عظیم قائد کی طرح جو ایک خاص مہم کے لئے پابہ رکاب ہو اور ہر مشکل اور روک کے باوجود آگے سے آگے بڑھنے کی قسم کھا چکا ہو۔

(سیدنا طاہر نمبر رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء۔ ص 78)

☆ پسندیدہ کھانا

”کھانا نہ تو زیادہ مرغن ہو بلکہ جس قدر کم مرغن ہو اتنا ہی اچھا ہے نہ ہی حد سے زیادہ خشک ہو اور اگر خشک ہو تو فقط اتنا جتنا خوب سنکا ہوا مرغ کا تکہ، ادھ سنکا نہیں۔ لیکن دراصل نمک مرچ وغیرہ کا توازن ہی سب سے زیادہ ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ میں یہ مہارت بھی ہونی چاہئے کہ آپ کھانا پکاتے وقت بعض کھانوں کی مخصوص بو کر مار سکیں۔ جب میں گوشت یا مچھلی پکاتا ہوں تو کوشش کرتا ہوں کہ ان کی منفرد بو کو ختم کردوں۔ کیونکہ اور لوگوں کی طرح بعض کھانوں کی بو مجھے پسند نہیں“

(ایک مرد خدا، ص126)

اطفال سے ملاقات میں دریافت کیا گیا حضور کا پسندیدہ ڈرنک کون سا ہے؟

فرمایا کوکا کولا نہیں ہے۔ سب سے اچھا ڈرنک ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔ اس سے بہتر کوئی ڈرنک نہیں۔ دوسرا ٹھنڈا دودھ، اور اگر ٹھنڈے دودھ میں شہد ملا ہو تو پھر بہت اچھا ڈرنک بن جاتا ہے تو مجھے یہی دو ڈرنک زیادہ پسند ہیں۔ پانی یا شہد ملا دودھ اور ایک اور ڈرنک وہ ہوتا ہے جو ناریل کے اندر پانی ہوتا ہے۔ وہ بہت اچھا ہوتا ہے۔

(الفضل 31 اگست 2000ء)

☆ امرود کی پسندیدگی

محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ فرماتی ہیں:

حضور کو امرود بہت پسند تھے۔ ایک مرتبہ مجھے لکھا کہ جیسے اجناس میں سے

میری کمزوری مکئی ہے پھلوں میں سے میری کمزوری امرود ہیں۔ چنانچہ میں کوشش کر کے حضور کو اکثر امرود بھی بھجواتی رہتی تھی۔ حضور کے اپنے ہی باغ کے امرود بھجوائے تو تحریر فرمایا۔

''آپ نے ہمارے ربوہ اور احمد نگر کے جو امرود بھیجے ہیں تو واقعی کمال کر دیا ہے۔ مدتوں کے بعد وہ امرود ملے جو ہمیں یاد تو تھے لیکن ملتے نہیں تھے کیونکہ لوگ وہ امرود بھیجتے ہیں جو یاد رکھنے کے قابل نہیں''۔

(الفضل 11 اگست 2003ء)

☆ مکئی کے تحفے

محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ فرماتی ہیں:

اجناس میں حضور کو مکئی بہت پسند تھی۔ اس لئے میں اکثر کوشش کر کے حضور کیلئے مکئی کے دانے بھجوایا کرتی تھی۔ پاکستان، امریکہ، انگلستان ہر جگہ دیکھتی رہتی کہ کہاں سے حضور کی پسند کی مکئی حاصل ہو۔ چنانچہ حضور کے اکثر خطوط میں مکئی کا دلچسپ ذکر ان دنوں کے حوالے سے ملتا ہے۔ 1989ء کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

''دوسرے تحفے یعنی مکئی کے بے کھلے دانوں کا تو جواب نہیں۔ خوب یاد رکھا آپ نے جب کہ ہر دوسرا جانے والا بھول جایا کرتا تھا۔ یا بھیجتا تھا تو کام و دھن کی آزمائش بھیجتا تھا۔ آزمائش تو یہ بھی ہے لیکن اور طرح کی۔ ہاتھ روکے نہیں رکتے۔ کرسی کے پاس ہی تھیلی رکھ لی ہے۔ کُر کُر کی آواز ساتھ کے دفتر تک جاتی ہو گی۔

مدتوں بعد پاکستانی مکئی کے کُرمُر دانے کھائے۔ بہت اچھے ہیں مگر تحقیق جاری رکھیں اگر مٹھاس کچھ زیادہ ہو جو دیسی مکئی میں ہوتی ہے تو سونے پر سہاگہ ہو جائے۔ بھنی بھنی خوشبو تو مجھے بہت ہی پسند ہے۔ قادیان کے زمانہ کا بچپن یاد آ جاتا ہے۔ بھٹیارن کی کڑاہی سے اٹھتی ہوئی مہک دور دور تک سرمگیں شاموں کو اور بھی اٹھلا دیا کرتی تھی"۔

مکئی کے دانوں کا بھلا کیا لطف ہوگا۔

اصل بات تو یہ تھی کہ حضور کو اس بہانے پاکستان اور قادیان کی یاد دل میں تازہ کرنے کا موقعہ مل جاتا تھا جو اصل لطف دیتا تھا۔ درد میں ڈوبا ہوا لطف!

(الفضل 11 اگست 2003ء)

☆ کم خوری

آپ بہت کم کھاتے ہیں۔ شروع ہی سے آپ کو چاق و چوبند رہنے کا شوق رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کھیلوں میں باقاعدگی سے حصہ لیتے رہے ہیں۔ آپ کا طریق یہ ہے کہ سیر ہونے سے پہلے ہی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ خواہ آپ کا پسندیدہ کھانا ہی کیوں نہ ہو۔

(ایک مردِ خدا، ص 220)

☆ عطر سے رغبت

محترمہ آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ فرماتی ہیں:

حضور کو عطر سے خاص رغبت تھی۔ دیسی عطروں میں حضور کو شمامتہ العنبر پسند

تھا۔ قادیان جب حضور تشریف لائے تو وہاں آپ نے اپنا بنایا ہوا عطر گھر والوں کو دکھایا۔ اسکا نام حضور نے ''شام شیراز'' رکھا تھا۔ میں نے اُس کے بارہ میں لکھا اور ایک دوسرا عطر بنانے کی درخواست بھی کی۔ چنانچہ تحریر فرمایا:

''عطر واقعی مردانہ خوبُو رکھتا تھا کیونکہ یہ ابا جان کے بنائے ہوئے بعض خاص عطروں کی یاد میں اُن کی یاد کو تازہ اور زندہ کرنے کی نیت سے بنایا تھا۔ انشاء اللہ حسب ارشاد ایک ''نکہت صبح'' بھی بنانے کی کوشش کروں گا۔ وقت اور دماغ اور حسب ضرورت مواد میسر آنے کی بات ہے''۔

(لندن 3.2.1992)

چنانچہ ایک مرتبہ بعد میں جب لندن گئی تو حضور نے اپنا وعدہ پورا کرنے کی غرض سے چار سینٹ کی شیشیوں میں دیسی عطروں سے بنائے ہوئے پرفیوم مجھے دیئے کہ وہ عطر تو نہیں بنا سکا آپ کے لئے یہ لایا ہوں۔ خس شمامہ اور دو اور تھے۔ شاید حنا اور موتیا۔ دھونی کی خوشبو بھی آپ کو بہت پسند تھی۔ ربوہ میں بھی مجھ سے اس کا فارمولا پوچھا اور لندن جانے پر وہاں بھی منگوائی۔

(الفضل 11 اگست 2003)

☆ خط لکھنے کا مشغلہ

حضورؒ نے فرمایا:

خط کا مجھے بچپن سے شوق ہے بڑا مزہ آتا ہے خط لکھنے کا اب تو وقت نہیں رہا۔ مگر میں سال میں ایک دفعہ کسی کا جواب دیتا ہوں اپنے ہاتھ سے۔ مگر وہ بھی بہت ہو

جاتے ہیں۔ اچھے خط جو ملتے ہیں ان کو ایک دفعہ میں اپنے ہاتھ سے لکھتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ساری عمر رکھو اپنے پاس۔

اور جس سٹائل میں مجھے کوئی لکھے اسی سٹائل میں لکھتا ہوں اس سٹائل کو تھوڑا سا اور آگے کر دیتا ہوں وہ حیران رہ جاتے ہیں کہ آپ نے تو کمال کر دیا میں کہتا ہوں میں نے نہیں کمال کیا میں نے آپ کے خط کو اپنا لیا ہے۔ آپ نے جو مجھے لکھا کہ آپ کے دل میں کیا کھجلیاں تھیں۔ آپ کو اسی انداز میں لکھتا ہوں۔

یہ جتنے خط ہیں جواب کے وہ لکھنے والے کی شکل ہے اصل میں۔ اسی کی تصویر اتارتا ہوں۔ یہ مجھے شوق تھا۔ بچپن سے مجھے خط لکھنے کا بہت شوق تھا ضروری نہیں کہ کسی آدمی کو لکھوں میرے پاس اتنے خط تھے پڑے ہوئے اپنے لکھے ہوئے۔ کسی کے نام نہیں خیالی۔

(الفضل 16 اکتوبر 1998ء)

☆ کریمانہ اخلاق

ایک دوست لکھتے ہیں:

1982ء میں خاکسار میاں صاحب کے ساتھ گول بازار ربوہ میں جا رہا تھا۔ دونوں اپنی اپنی سائیکل پر سوار تھے۔ گول بازار میں ایک دکان کے سامنے اترے۔ اچانک بارہ تیرہ سالہ ایک لڑکے نے اپنی سائیکل بریک فیل ہونے کی بنا پر میاں صاحب کی سائیکل سے زور سے ٹکرا دی۔ میں نے دل میں سوچا کہ میاں صاحب اس کو ڈانٹ ڈپٹ کریں گے۔ لیکن میں حیران رہ گیا جب آپ نے فرمایا بچے

کیا ہوا۔ کیا ہوا؟ ہاں بس یہی کہا۔ میرے دل نے کہا کہ کس قدر حوصلہ اور برداشت ہے کوئی اور ہوتا تو اس کی خوب خبر لیتا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسے ملک روحانی کا بادشاہ بنانا تھا۔ پھر کس طرح کریمانہ اخلاق کا دنیا مشاہدہ نہ کرتی۔

(الفضل 7 نومبر 2003ء)

آپ کی سیرت اور اخلاق حسنہ کے چند واقعات تحریر کئے ہیں ورنہ آپ کے حسن واحسان اور شفقت، محبت کے واقعات گاؤں گاؤں، شہر شہر اور ملکوں ملک پائے جاتے ہیں۔ آپ کی حسین یادوں کا تذکرہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اور آنے والی نسلیں آپ کی یاد میں محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔ اور دنیا میں خدا تعالیٰ آپ کا ذکر بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے گا۔

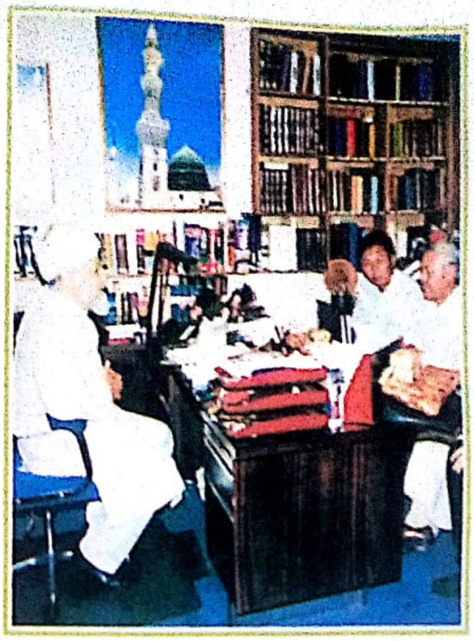

شخصیت کے مختلف پہلو

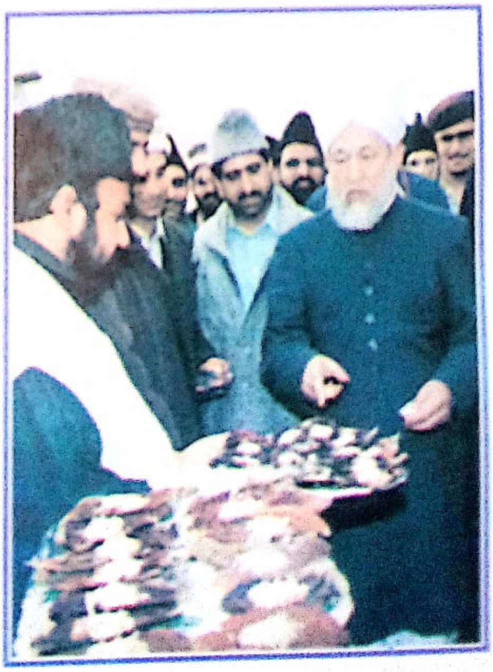

حضورؒ کی کمال یاداشت اور نور فراست

حیرت انگیز یادداشت

آپ کا حافظہ بلا کا تھا۔ اور یادداشت بھی حیرت انگیز تھی۔ ایک مرتبہ ایک طبیب پندرہ سال کے طویل عرصہ کے بعد ملاقات کے لئے آیا۔ آپ نے فوراً پہچان لیا اور فرمایا کہ فلاں سڑک پر ملاقات ہوئی تھی۔ اور آپ کا بھائی بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ وہ یہ سن کر حیرت میں گم ہو گیا۔ کہ بلا کا حافظہ پایا ہے۔

مکرم ملک مبشر احمد صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ فیصل آباد بیان کرتے ہیں کہ خلافت سے قبل آپ میانوالی کے دورہ پر تشریف لے گئے تھے۔ میں اس وقت قائد میانوالی تھا۔ دورہ میں میں آپ کے ہمراہ تھا۔ اس طرح آشنائی کی صورت پیدا ہو گئی۔ حضورؒ جب لندن فروکش ہوئے اور میں اپنی اہلیہ محترمہ کے علاج معالجہ کے سلسلہ میں لندن گیا۔ ایک موقعہ پر بیت الفضل کے قریب جب آپ اپنے دفتر تشریف لے جا رہے تھے۔ ہاتھ کے اشارہ سے سلام عرض کیا۔ حضور نے سلام کا جواب دیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے معہ اہلیہ صاحبہ ملاقات کی غرض سے حضور کے دفتر کی دہلیز کے اندر قدم رکھا ہی تھا کہ حضور انور فرمانے لگے۔ مبشر! میں نے آپ کو پہچان لیا تھا۔ میں اس پر حیران رہ گیا۔ کہ یادداشت کا کیسا عالم ہے۔ پھر حضور انور نے میری درخواست پر ازراہ شفقت گروپ فوٹو کی اجازت فرمائی اور ایک یادگار موقعہ زندگی کا عنوان بن گیا۔ کسی نے اس حیرت انگیز یادداشت اور غیر معمولی حافظہ کا راز

جاننا چاہا۔ فرمایا۔ ’’یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے شعوری طور پر کبھی کوشش کی ہے۔ نہ ہی کوئی خاص طریقہ استعمال کیا ہے۔ جس سے چہرے، نام اور واقعات ذہن میں محفوظ ہو جائیں۔ بس یہ ہوتا ہے کہ چہروں کو پہچان لیتا ہوں اور نام اور واقعات اچانک یاد آ جاتے ہیں۔ یہ خدا کی دین ہے۔ اس میں کوشش کا کوئی عمل دخل نہیں۔

(ایک مرد خدا۔ ص229)

محترم نعیم اللہ خان صاحب تحریر کرتے ہیں:

حضور کا حافظہ بہت تیز تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔ میرا ایک بھائی جو 1979ء میں دماغی مرض کی وجہ سے کھو گیا تھا اور باوجود تلاش کے نہ مل سکا تھا۔ دوران ملاقات ہمیشہ اس کا افسوس کرتے۔ اور خلافت کے بعد لندن میں ایک ملاقات کے دوران فرمایا نعیم کی فکر نہ کیا کرو تمہارا بھائی اس دنیا میں نہیں کیونکہ آپ کے والد صاحب نے آپ کے بھائی کے گم ہونے کے بعد جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر جو میں نے سمجھی تھی وہ یہی ہے کہ وہ اس دنیا میں نہیں۔ یہ خواب جس کا تذکرہ ہمارے والد صاحب نے حضور سے کیا تھا آپ کو اچھی طرح یاد تھا اور 8 سال بعد لندن میں مجھ سے تذکرہ کیا۔

(الفضل سالانہ 27 دسمبر 2003ء ص63)

محترم منیر احمد اظہر صاحب لاہور لکھتے ہیں:

ایک دوست نے حضور سے سوال کیا آپ نے کہا کہ اب وقت ختم ہو گیا ہے آپ کے سوال کا جواب کل دوں گا۔ اب ہم تینوں بھائیوں نے کہا کہ دیکھتے ہیں حضور

کو یہ بات یاد رہتی ہے کہ نہیں خیر دوسرے دن شام کو ہم پھر مجلس عرفان میں پہنچ گئے حضور نے سب سے پہلے مائیک پر اعلان کیا کہ جن صاحب نے کل سوال کیا تھا وہ اگر موجود ہیں تو اپنا سوال دہرائیں بس پھر کیا تھا ہم تینوں بھائیوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی کہ حضور کی یادداشت کتنی اچھی ہے۔

1990ء جولائی میں خاکسار کو اپنے دادا جان قاضی محمود احمد صاحب صدر حلقہ نیلا گنبد کے ساتھ لندن جلسہ پر جانے کا موقع ملا میں پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ یو کے میں شامل ہوا تھا میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کہ حضور سے ملاقات کا شرف حاصل ہو گا۔ بخیریت لندن پہنچے جلسہ سے پہلے حضور سے ملاقات کی دادا جان نے حضور سے میرا تعارف کروایا یہ میرے بڑے بیٹے نصیر احمد راجپوت کا بڑا بیٹا ہے اور میرے ساتھ راجپوت سائیکل ورکس پر کام کرتا ہے میں نے حضور سے کہا کہ آج کل کاروباری حالات اچھے نہیں ہیں عزیز و اقارب یہی مشورہ دیتے ہیں کہ دوکان بیچ کر باہر چلا جاؤ۔

پیارے حضور نے فرمایا کہ آپ کی دوکان تو بہت پرانی اور تاریخی ہے حضرت مصلح موعود نے آپ کی دوکان سے ہمارے لئے چھ سائیکلیں خریدی تھیں جن کی قیمت اُس وقت 18 روپے فی سائیکل تھی حضور کو سب کچھ یاد تھا آپ نے دادا جان کی طرف مخاطب ہو کر کہا قاضی صاحب آپ کو یاد ہے نا دادا جان نے کہا جی حضور مجھے اچھی طرح یاد ہے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور کو اتنی پرانی بات یاد تھی کتنا پیارا تھا کتنا محبت کا اظہار تھا ہماری یہ دوکان 1924 سے قائم ہے (الحمدللہ)۔ اس پر حضور نے ایک طرف دادا جان کو کھڑا کیا اور دوسری طرف میرا

ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے سے لگا کر فوٹو اتروایا۔ اپنے خادم سے اتنا پیار۔

(الفضل 12 دسمبر 2003ء)

نور فراست

آپ کی صاحبزادی محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ لکھتی ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے انتہا زرخیز ذہن اور نور فراست سے نوازا تھا۔ بعض دفعہ گھر میں آتے تو ایک نظر میں اندازہ کر لیتے کہ اس وقت ماحول کیسا ہے؟

اور اس کے مطابق باتوں باتوں میں نصیحت بھی کر دیتے۔ حیرت ہوتی تھی کہ شاید آپ جہاں موجود نہیں ہوتے وہاں بھی سب کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ ربوہ میں میں صبح کی سیر پر ابا کے ساتھ جایا کرتی تھی۔ ایک دن ہم دونوں خاموش تھے۔ چلتے چلتے آپ نے اچانک پوچھا میں بتاؤں کہ تم کیا سوچ رہی تھی۔ میں ہنس پڑی اور آپ کی طرف دیکھنے لگی۔ آپ نے بعینہٖ وہی بات کی جو میں اس وقت سوچ رہی تھی۔ میری ہنسی حیرت میں تبدیل ہو گئی۔ حضور اس حیرت سے محظوظ بھی ہوئے اور مجھے چھیڑا بھی کہ دیکھا میں نے صحیح بتایا ہے نا۔ (الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 47)

یہ جرمن نوجوان ضرور جیتے گا

جرمنی میں ایک سوال و جواب کی مجلس کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرمایا:

میں لندن ٹی وی پر جرمن کھلاڑی کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہا تھا وہ کھیل رہا تھا تو میں نے دعا کی کہ اے خدا اسے جیت عطا فرما میں نے اسی وقت اپنے گھر والوں کو کہا

دیا کہ جرمن نوجوان ضرور جیتے گا کیونکہ مجھے قبولیت دعا کا یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ خدا کے فضل سے یہ جرمن کھلاڑی جیت گیا۔ آپ لوگ شاید دعا کی حقیقت کو پوری طرح نہ سمجھ سکیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ قبولیت دعا کا معجزہ تھا اور اس سے میری جرمن قوم کے ساتھ دلی وابستگی کا پتہ چلتا ہے کیونکہ یہ وہ قوم ہے جس نے ہمارے نوجوانوں کے ساتھ احسان کا سلوک کیا ہے۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ دسمبر 1985ء)

یہ خاندان ضرور جماعت میں شامل ہوگا

ایک دفعہ ایک عرب خاندان حضور رحمہ اللہ سے ملنے کے لئے آیا ایک بچہ اُن کے ہمراہ تھا رخصت ہوتے وقت حضور نے فرمایا کہ یہ بچہ بہت پیارا ہے۔ عرب صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں اُسے آپ کی نظر کرتا ہوں۔ کہا ہی نہیں بلکہ سنجیدگی سے بضد ہوا۔ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا: میں پوری چیز لینے کا عادی ہوں۔ سب خاندان کو لوں گا۔ اُس نے کہا یہ مشکل ہے۔ وہ چلے گئے، حضور رحمہ اللہ نے اُن کے جانے کے فوراً بعد فرمایا کہ یہ خاندان ضرور جماعت میں شامل ہوگا۔ دوسرے دن صبح وہ خاندان والے آ گئے اور جماعت میں شامل ہو گئے۔

(سیدنا طاہر نمبر رسالہ خالد مارچ واپریل،ص235)

میرا نشانہ خطا نہیں گیا

محترم عبدالماجد طاہر صاحب لکھتے ہیں:

ایک روز ہرن کے شکار کا پروگرام بھی رکھا تھا۔ چنانچہ اس روز حضور انور رحمہ اللہ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد اُس علاقہ کی طرف تشریف لے گئے جو پہاڑوں اور جنگل پر مشتمل ہے اور شکار کیلئے مخصوص ہے۔ ساتھ ہم ممبران اور چند خدام بھی تھے۔ حضورؒ ایک جگہ نشانہ لے کر بیٹھ گئے۔ دوسری طرف ہم سب نے مختلف جگہوں پر گروپس کی صورت میں اکٹھے ہو کر شور بلند کیا اور آوازیں نکالیں۔ اس شور کے نتیجہ میں ہرنوں کا ایک غول ایک طرف سے نکل کر بھاگا۔ جب یہ غول اس جگہ سے گزرا جہاں حضور رحمہ اللہ نشانہ لئے انتظار میں تھے تو حضور نے ایک ہرن پر نشانہ لے کر فائر کیا۔ گویا فائر کافی دور سے کیا گیا تھا لیکن حضورؒ نے فرمایا کہ میرا نشانہ ہرن کو لگا ہے اور گردن کے قریب لگا ہے۔ وہ ضرور کہیں قریب ہی گرا ہے۔ مگر تلاش کرنے پر وہ ہرن اردگرد کے قریبی علاقہ میں نہ مل سکا۔ ویسے بھی اندھیرا ہو چکا تھا۔ اس لئے جنگل میں مزید تلاش مشکل تھی۔ واپس آتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا: کہ نشانہ خطا نہیں گیا اس لئے صبح یہ ہرن ضرور مل جائے گا۔ چنانچہ دوسرے دن صبح چند خدام اُس جگہ پہنچے اور علاقہ کے منتظمین کے ساتھ مل کر تلاش کیا تو وہ ہرن مل گیا۔ گولی اس کی گردن کے قریب لگی تھی۔ حضور انورؒ کی خدمت میں ایک خادم نے آ کر اس کی اطلاع دی اور اس کا گوشت بھی لائے۔ تو حضورؒ نے فرمایا: میں نے کہا نہیں تھا کہ میرا نشانہ خطا نہیں گیا اور یہ ضرور مل جائے گا۔ (رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 91، 92)

حضورؒ کی فراست

یہ واقعہ 15-14 سال قبل کا ہے۔ یوگنڈا میں جماعت نے مشن ہاؤس کیلئے

ایک عمارت دیکھی جو اپنے رقبہ اور تعمیر کے لحاظ سے بہت عمدہ تھی اور سب ضروریات پوری کرنے والی تھی۔ مجلس عاملہ نے اپنی پوری تائید کے ساتھ حضورؒ کی خدمت میں اس عمارت کی خرید کیلئے سفارش کی۔ جس پر حضور انورؒ نے فرمایا کہ یہ عمارت نہیں خریدنی۔

جب اس فیصلہ کی اطلاع جماعت یوگنڈا کو دی گئی تو انہوں نے اس خیال سے کہ شاید ان کی طرف سے عمارت کے کوائف اور معلومات نامکمل تھیں جس کی وجہ سے حضورؒ نے خریدنے کی منظوری عطا نہیں فرمائی۔ اس عمارت کی مزید تفصیل اور حدود اربعہ بتا کر فیصلہ پر نظر ثانی کی درخواست کی جس پر حضورؒ نے پھر فرمایا نہیں خریدنی۔

اب دیکھیں کس طرح خدا تعالیٰ اپنے خلیفہ کے ذریعہ جماعت کی حفاظت فرماتا ہے اور جماعت کو ایسے نقصانات سے بچاتا ہے جو ابھی پردہ میں ہوتے ہیں اور عام آدمی کی نظر اور سوچ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ دو تین دن بعد امیر صاحب یوگنڈا کی طرف سے فون پر پیغام ملا کہ الحمدللہ ہم حضور انورؒ کے فیصلہ کی برکت سے ایک بہت بڑے نقصان سے بچ گئے ہیں۔ جو شخص یہ عمارت فروخت کر رہا تھا وہ دراصل اس عمارت کا مالک ہی نہیں۔ یہ شخص دھوکہ سے عمارت جماعت کے پاس فروخت کر رہا تھا۔ اگر جماعت خرید لیتی تو ساری رقم ضائع ہو جاتی تھی اور ہاتھ کچھ بھی نہیں آنا تھا۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 91)

حضور کو ہونے والے الہامات میں سے چند کا ذکر

آپ صاحب کشوف ورویاء بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ گاہے بگاہے شرف الہام سے بھی سرفراز فرماتا رہا ہے ان الہامات کشوف اور رویاء کی ایک بڑی تعداد ہے ان میں سے چند ایک کا ذکر پیش ہے۔

عبادت کو قائم کرو

10 جون 1988ء حضور نے مباہلہ کا چیلنج دیا۔ اس سے اگلے خطبہ 17 جون 1988ء میں فرمایا:

"تمام جماعت احمدیہ کی ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جس کی طرف خداتعالیٰ نے رویاء میں مجھے توجہ دلائی ہے میں نے رویاء میں دیکھا کہ میں نہایت پُرشوکت انداز میں اور بڑی قوت کے ساتھ جماعت کو عبادات کے قائم کرنے، عبادات کے معیار کو بلند کرنے، نمازوں میں آگے قدم بڑھانے اور خداتعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ رویاء میں اس مضمون کو میں اس طرح بیان کر رہا ہوں کہ اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو ماننے کی وجہ سے تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ گے تو یہ خیال غلط ہے میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک زمین پر تم خدا کی عبادت کو قائم نہیں کرو گے آسمان پر تم نجات یافتہ نہیں

لکھے جاؤ گے۔ اسی لئے زمین پر عبادتوں کو قائم کرو"۔

(ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید۔ جون 1988ء ص4)

اللہ کافی کا بار بار الہام

خطبہ جمعہ 10 اکتوبر 1997ء میں فرمایا:

"گیمبیا میں جو شرارت چل رہی تھی اس کے متعلق میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے الیس اللہ (۔) کے ذریعہ بار بار خوشخبری دی اور اس کے بعد میں نے فکر کرنا بند کر دیا۔"

(الفضل انٹرنیشنل۔ 28 نومبر 1997ء)

السلام علیکم کا تحفہ

حضور کی مجلس عرفان میں سوال ہوا۔ السلام علیکم کا جو کشف حضورؒ نے دیکھا تھا کیا اس میں حضور کو تمام مضرات سے محفوظ رکھنے کا وعدہ تھا۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ایسا واقعہ میرے ساتھ ایک مرتبہ منصب خلافت پر فائز ہونے سے قبل بھی پیش آیا تھا۔ جبکہ پیپلز پارٹی نے جماعت کے خلاف مُہم چلائی تھی۔ ایک موقعہ اس دوران ایسا بھی آیا کہ جب نہ صرف بعض مشکلات درپیش آنے کا خطرہ تھا بلکہ جماعت کو نقصان کا بھی خطرہ تھا۔ میرے سمیت بعض کارکنان سلسلہ کے خلاف مرکزی حکومت کوئی کاروائی کرنا چاہتی تھی۔ ان دنوں ایک مرتبہ دعا کرتا ہوا لیٹ گیا اور لیٹے ہوئے بھی دعائیں کرتا رہا تھا۔ میرے دائیں کان میں بڑی صاف آواز میں

تین مرتبہ کسی نے السلام علیکم کہا یہ آواز اس قدر واقعی اور یقینی تھی کہ اس پیغام میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے صبح بڑی تسلی سے اپنے ساتھیوں کو بتادیا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے گا اور ہمیں کچھ بھی نہیں ہوسکتا اس مرتبہ بھی جو السلام علیکم کا پیغام خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا وہ بھی ایسا یقینی اور واقعی تھا کہ اس جماعت کی حفاظت کے بارے میں پوری تسلی ہوگئی۔

(ضمیمہ ماہنامہ خالد اگست 85ء ص8)

آسمان کی سیر

3 فروری 2003ء کو حضور نے فرنچ سوال و جواب کی مجلس میں رویاء بیان فرمائی کہ میں گھوڑے پر چڑھا ہوں اور آسمان کے دو تین چکر لگا کر واپس آیا ہوں۔

(الفضل 27 دسمبر 2003)

مٹھائی کے ڈبے

3 ستمبر 1988ء کو حضور نے نیروبی سے یوگنڈا روانگی کے وقت ہوائی اڈہ پر فرمایا کہ مباہلہ کے بارہ میں رویاء کے ذریعہ مزید کامیابیوں کی خوشخبری دی گئی ہے۔ فرمایا:

”خواب میں دیکھا ہے کہ مٹھائی کے چار ڈبے ہیں۔ جنہیں مولوی نور الحق صاحب کو تقسیم کرنے کیلئے دے رہا ہوں۔ اور انہیں کہا ہے کہ بیت الذکر کے چاروں دروازوں میں کھڑے ہو کر انہیں تقسیم کریں۔ ان میں تھوڑی تھوڑی مٹھائی تبرک کے

طور پر میں خود بھی لیتا ہوں۔ حضور انور نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مباہلہ کے نتیجہ میں مزید کامیابیوں کی خوشخبری ملنے والی ہے۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصار اللہ ستمبر 1988ء ص 13)

حضور نور الامین

حضور نے 19 اکتوبر 83ء کو محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مربی سلسلہ کے نام تحریر فرمایا:

''آج صبح کی نماز کے بعد لیٹا تو دوبارہ آنکھ کھلنے کے بعد ایک دومنٹ بستر پر لیٹا رہا۔ اسی حالت میں میرے کندھے کے پاس سے عزیزم مبارک احمد کھوکھر کی دومرتبہ بالکل واضح آواز سنائی دی۔ ''حضور نور الامین، حضور نور الامین'' جب یہ آواز بند ہوئی تو پتہ چلا کہ یہ الہامی کیفیت تھی۔ لیکن اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا کہ کیا پیغام ہے۔ ایک بات مگر قطعی ہے کہ الہام بہت مبشر ہے کیونکہ مبارک کی آواز میں سنائی دیا نیز آواز میں بڑی محبت پائی جاتی تھی جس کی کیفیت بیان کرنی مشکل ہے۔ اس سفر میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض خوشخبریاں عطا فرمائیں۔

(کیفیات زندگی۔ ص 645)

ایک بادشاہ ملک کا ناپاک منصوبہ

کہا جاتا ہے کہ وزیراعظم پاکستان زوالفقار علی بھٹو کے خلاف ایک سیاسی مخالف کے قتل کے الزام میں قائم کیا گیا مقدمہ اور اعلیٰ عدالتی کاروائی درحقیقت ایک سازش تھی۔ خدا جانے یہ بات کہاں تک درست ہے لیکن یہ بھی یقیناً صحیح ہے کہ جمہوری ممالک میں اس قسم کے الزام کی صورت میں سزا تو درکنار مقدمہ بھی نہیں چلایا جاتا۔ مسٹر بھٹو کے خلاف پیش کردہ شہادتیں بالکل بوجہ اور انتہائی کمزور تھیں۔ لیکن پاکستان ان دنوں کوئی جمہوری ملک نہیں تھا وہاں ایک مطلق العنان آمر کی حکومت تھی۔ اور مسٹر بھٹو کا مقدمہ پیش ہوا دیکھا جائے تو اس کے حق میں دلیل کافی تھی (اگرچہ اس کا علی الاعلان اظہار ممکن نہ تھا)...... کہ اقتدار میں رہنے کے لئے مسٹر بھٹو کو قتل جیسا بھونڈا اور گھٹیا حربہ استعمال کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی البتہ اگر یہ واقعی ایک سازش تھی تو اس کے بناؤ سنگھار اور اس کی نوک پلک درست کرنے میں بڑی ہی ذہانت اور چابک دستی سے کام لیا گیا تھا۔

عام مقدمے کی بجائے قتل کے مقدمے سے بین الاقوامی رائے عامہ تو مفلوج ہو کر رہ گئی تھی سیاسی قسم کے ظلم و تشدد اور ایذارسانیوں کے خلاف بہرحال احتجاج کیا جا سکتا تھا۔ لیکن قتل سے متعلق ایک عام عدالتی کاروائی کے خلاف ایک قاتل کے حق میں آواز بلند کرنا خواہ ایسے مقدّمے کے سیاسی محرّکات کتنے ہی ننگے ہی کیوں نہ ہوں، کوئی آسان کام نہ تھا۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ بھی سٹیج سے غائب ہو گئے جو موقع کے اصل گواہ اور مسٹر بھٹو کے مبینہ جرائم کے رُخ سے پردہ اٹھا سکتے تھے۔

بالآخر ہوا یہ کہ مسٹر بھٹو کو پھانسی دے دی گئی اور جنرل ضیاء کو اطمینان ہو گیا کہ بھٹو کو شہید بنائے بغیر اس نے اپنے مخالفین کو کچل کر رکھ دیا ہے۔

کیا یہ اس قسم کی سوچی سمجھی سازش تو نہیں تھی یا اس سے ملتا جلتا کھیل تو نہیں تھا جو (حضرت) خلیفہ رابع کے خلاف کھیلا جانے والا تھا اور جو ضیاء کی غلطی کی وجہ سے اپنے مرغوبہ انجام کو نہ پہنچ سکا اور آپ کھلے بندوں قانون کی خلاف ورزی کیے بغیر پاکستان کی سرزمین کو خیرباد کہنے میں کامیاب ہو گئے جنرل ضیاء اپنے زعم میں جماعت احمدیہ کو تباہ و برباد کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔ اس کے نزدیک (حضرت) امام جماعت احمدیہ ہی اس کے سب سے بڑے خطرناک دشمن تھے۔ وہ انہیں اپنی اولین فرصت میں موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پہلے اس نے (حضرت) خلیفہ رابع کی کردار کشی کی باقاعدہ مہم کا آغاز کیا جو آہستہ آہستہ ظاہری رکھ رکھاؤ کی سرحدیں پھلانگتی ہوئی، بغض وعناد اور بدنیتی پر مبنی مضحکہ خیز حد تک بے معنی اور خلاف عقل الزامات تک جا پہنچی۔ آپ کے متعلق در و بام سے ڈھنڈورہ پیٹا جانے لگا کہ آپ ایک انتہائی خطرناک انسان ہیں۔

(ایک مرد خدا صفحہ 388-387)

مراد یہی تھی کہ دنیا میں آپ کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کر کے کہ آپ نے ایک نام نہاد ملاں اسلم قریشی کو قتل کیا ہے آپ نے قصرے خلافت کے تہہ خانوں میں عقوبت خانے کھولے ہوئے ہیں جماعت احمدیہ ایک خطرناک جماعت ہے اس طرح کی افواہوں کے بعد آپ کو گرفتار کر لیا جائے اور فرضی کاروائی کر کے سال دو سال تک

جب عالمی سطح پہ دباؤ کم ہو جائے تو کسی رات خاموشی سے بھٹو کی طرح آپ کو بھی (نعوذ باللہ) پھانسی دے دی جائے۔ اور پھر ربوہ میں خلافت کے نئے انتخاب کو طاقت سے روک دیا جائے مزاحمت کی صورت میں احمدیوں کو پکڑ پکڑ جیلوں میں ڈال دیا جائے اور اس مقصد کیلئے نئ جیلیں بھی بنادی گئی تھیں جب پرانا خلیفہ نہ رہے گا نئے کا انتخاب روک دیا جائے گا تو اسطرح سے جماعت کا وجود ختم ہو جائے گا اور بعد میں سعودی عرب کے تعاون سے کسی وقت اپنی خلافت کا اعلان کر دیا جائے یہ تھا ناپاک منصوبہ جس کو خدا تعالیٰ کی تقدیر نے پورا ہی نہ ہونے دیا۔ الحمد اللہ علی ذالک

”داغ ہجرت اور تائیدات الٰہیہ“

جماعت احمدیہ پے گرفت مضبوط کرنے اور ناپاک منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے 26 اپریل 1984ء کو ایک ظالم زمانہ آرڈیننس X X جاری کیا اور رات کی خبروں میں اس کا اعلان ہوا رات دس بجے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مرکزی عہدیدران کا ایک اجلاس بلایا۔ جس میں صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مکرم مرزا مبارک احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، مکرم سید میر مسعود احمد صاحب، مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب، مکرم سید عبد الحی صاحب اور مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب شامل تھے۔ اس بات پر ابتدائی مشورہ ہوا کہ اس آرڈیننس کے مدنظر جماعت کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہو۔ اگلے روز باہر کی جماعتوں سے بھی بہت سے نمائندگان تشریف لے آئے اور مشورہ وسیع ہو گیا۔ مختلف کاموں کے لئے مختلف کمیٹیاں قائم کی گئیں اور حضورؒ کی ہجرت کا فیصلہ بھی اسی دن ہوا اس سے اگلے دن حضورؒ کی ہجرت کے انتظامات کو آخری شکل دے دی گئی۔

ایک تاریخی خطاب

مکرم و محترم چوہدری حمید اللہ وکیل اعلیٰ تحریک جدید فرماتے ہیں کہ:

جانے سے قبل حضور نے بیت المبارک میں موجود احمدی احباب سے مختصراً خطاب کرتے ہوئے فرمایا مَیں دیکھ رہا ہوں کہ جماعت روحانیت کے نئے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا غم کو خوشیوں میں تبدیل کر دے

گا۔ آہیں اور سسکیاں خوشیوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ خدا کی قسم فتح ہماری ہے۔ آپ جیتیں گے، آپ جیتیں گے، آپ جیتیں گے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں آپ سچے ہیں، آپ سچے ہیں، آپ سچے ہیں۔ قوموں کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہم ان کی حفاظت کریں گے۔ صبر کرنے والے ہمیشہ غالب آتے ہیں اور بے صبرے ہمیشہ تباہ ہو جاتے ہیں‘‘۔

وہ جتنی قربانیاں مانگے گا ہم دیں گے، ہم دیں گے، ہم دیں گے۔ سب سے پہلے میں قربانی دوں گا۔ میں قربانی دوں گا۔ میں قربانی دوں گا۔

(رسالہ خالد اپریل 2004 ص 35.36)

محترم حمید اللہ صاحب مزید فرماتے ہیں کہ 28 اپریل 1984ء کو عشاء کی نماز کے بعد آخری نماز تھی جو ہجرت سے قبل حضورؒ نے پڑھائی۔ قرأت کے دوران حضورؒ نے آیت کا یہ ٹکڑا ’’قل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق ‘‘ اتنا بار بار اور اتنے الحاح اور رقّت سے پڑھا کہ جن لوگوں کو ہجرت کے فیصلہ کا علم تھا انہوں نے یہ محسوس کیا کہ حضورؒ نے تو ہجرت کا اعلان ہی کر دیا ہے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 35,36)

روانگی سے قبل رویا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پاکستان چھوڑ دینے کے فیصلے اور روانگی کی تفاصیل دو دن قبل ایک مُعمّر چینی احمدی ’’عثمان چُو‘‘ کا لکھا ہوا خط موصول ہوا جس میں انہوں نے اپنی ایک خواب بیان کی۔ جس کا مفہوم یہ خود تو نہ سمجھ سکے صرف اتنا سمجھے کہ

یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے متعلق ہے چنانچہ آپ نے یہ خواب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو لکھا۔ جس میں ہجرت کا سارا نقشہ تھا وہ بیان کرتے ہیں۔

''میں نے خواب میں دیکھا کہ (حضرت) خلیفۃ الرابع کی کار اسلام آباد کیلئے روانہ ہونے والی ہے۔ میں کار کے پاس جاتا ہوں تا کہ سلام عرض کرسکوں لیکن جب کھڑکی میں سے جھانکتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کار بالکل خالی ہو۔ مجھے سخت صدمہ ہوتا ہے۔ اور میں گھبراہٹ کے عالم میں پکار اٹھتا ہوں (حضرت) خلیفہ رابع جا رہے ہیں ان کی کار بھی جا رہی ہے لیکن آپ کار میں موجود نہیں ہیں۔ پھر ایک آواز سنائی دیتی ہے کہ حضرت خلیفۃ الرابعؒ کسی اور راستہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور بیرون ملک تشریف لے جا چکے ہیں اس پر میں کار کے ساتھ چلتا جاتا ہوں اور اسلام آباد کی بجائے ہم جہلم پہنچ جاتے ہیں جہاں ہم رات بسر کرتے ہیں۔''

یہ وہ خواب ہے جس کی تفصیل عثمان چو صاحب نے اپنے خط میں بیان کی تھی۔ اس خط میں اس منصوبے کا سارا خاکہ موجود تھا جس کے مطابق (حضرت خلیفہ الرابع کو سفر کرنا تھا۔ اور جس کے متعلق آخری فیصلہ ہوئے ابھی چند گھنٹے ہی گزرے تھے۔ (حضرت) خلیفہ الرابعؒ نے فرمایا۔ ''دوسرا خواب میری دوسری بیٹی فائزہ نے دیکھا جو اس وقت تئیس سال کی تھی۔ فوری طور پر تو اس خواب کی تعبیر سمجھ میں نہ آئی لیکن بعد میں ہونے والے واقعات نے اس خواب کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ ہمارے گھر میں کسی کو علم نہ تھا کہ بیرون ملک جانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔''

حضرت خلیفہ رابع اس بات پر مصر تھے بلکہ یہ ان کا تاکیدی حکم تھا کہ ان کی

روانگی کے متعلق کسی قسم کی غلط بیانی یا ابہام سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔ اور نہ وہ خود کوئی بھیس بدلیں گے اور نہ ہی کسی اور پاسپورٹ پر سفر کریں گے البتہ اگر جنرل ضیاء کی خفیہ تنظیمیں کسی خوش فہمی کا شکار ہو جائیں تو وہ جانیں اور ان کا کام۔

(حضرت) خلیفہ رابع نے امراء اور دیگر مشیروں کے اس مشورے کو کہ انہیں فوراً پاکستان سے چلے جانا چاہیے مان لیا لیکن صرف اس شرط پر کہ پاکستان چھوڑتے وقت ان کے خلاف ان کی گرفتاری کے نہ تو کسی قسم کے وارنٹ جاری ہوئے ہوں اور نہ ہی کسی مبینہ الزام کی جوابدہی کیلئے انہیں کسی کمیشن کے روبرو پیش ہونے کیلئے کہا گیا ہو۔ چنانچہ فرمایا:

"اگر اس قسم کا کوئی بھی وارنٹ جاری ہو چکا ہو تو میں ہرگز ملک نہیں چھوڑوں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں میری سلامتی اور تحفظ کیلئے جماعت کو کتنی بڑی قربانی دینی پڑے گی۔"

علاوہ ازیں ایسے حالات میں ملک سے میری روانگی کی صورت میں بعض لوگوں کو اگر بلاواسطہ نہیں تو بلواسطہ افواہوں کی شکل میں ہی سہی طرح طرح کی باتیں بنانے کا موقع مل جائے گا۔ اور یہ کہا جائے گا کہ یقیناً مجھ سے کوئی جرم سرزد ہوا ہوگا ورنہ میں اس طرح ملک چھوڑ کر نہ چلا جاتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس صورت میں مجھ پر اس قسم کا الزام ضرور لگایا جائے گا اور میں ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو بھی اس قسم کے الزام تراشی کا موقع فراہم کروں۔ (ایک مرد خدا۔ ص 291 تا 292)

نماز فجر کے بعد علی الصبح (حضرت) خلیفہ رابع کی کار ربوہ سے روانہ ہوتی ہوئی نظر آئی۔ کار کی عقبی نشست پر ایک صاحب تشریف فرما تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

معمول کے لباس میں تھے یعنی اچکن زیب تن تھی۔ انہوں نے پنجابی طرز کی طرے دار پگڑی جو سنہری کلاء پر بندھی ہوئی تھی، پہن رکھی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا معمول کا حفاظتی دستہ ان کے ہمراہ تھا ایک کار ان کی کار کے آگے اور دو کاریں پیچھے چل رہی تھیں ان کی کاروں میں ان کا حفاظتی دستہ سوار تھا جس کے ایک ایک فرد کو خفیہ تنظیمیں خوب پہچانتی تھیں۔ اور ان میں سے ہر ایک شخص اپنی اپنی نشست پر بیٹھا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔

محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا بیان ہے کہ:

ربوہ سے نکلے تو اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان والے چوک میں ایک آدمی جو روایتی فقیروں کی طرح چوغہ پہنے اور کشکول ہاتھ میں لئے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ اور حضورؒ نے اشارہ کر کے مجھے اس کی طرف متوجہ کیا۔ لیکن میں اس کو نہیں دیکھ سکا بعد میں حضورؒ نے ذکر کیا کہ وہاں ایک فقیر بیٹھا ہوا تھا تم نے دیکھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں دیکھ سکا۔ اس وقت میں گاڑی چلا رہا تھا اس لئے اس طرف میری توجہ نہیں تھی۔ لیکن راستہ میں دو یا تین آدمی کھڑے ہوئے نظر آئے جن کا وہی لباس تھا جو حضورؒ نے ربوہ میں دیکھا تھا تو مجھے کہا کہ اس قسم کا فقیر وہاں کھڑا تھا اور اس وقت میں نے یہ دیکھا کہ میرے آگے میرے بھائی ادریس نصر اللہ خان کی گاڑی تھی وہ تھوڑا سا شیشہ کھولتے تھے اور اس میں سے ہر فقیر کو ایک نوٹ پانچ یا دس کا دیتے۔ یہاں خدا تعالیٰ کا خاص فضل یہ ہوا کہ ہر دفعہ ہوا کی وجہ سے نوٹ اڑ کر فقیر کے پیچھے جا گرتا۔ اب چونکہ انہوں نے فقیر کا روپ دھارا ہوا تھا۔ اس لئے مجبوراً انہیں خود کو فقیر ظاہر کرنے کیلئے نوٹ اٹھانے کی غرض سے پیچھے مڑنا پڑتا۔ ان میں سے

ہر فقیر جب پیچھے مڑتا تھا ہم گذر جاتے تھے۔ اس طرح یہ مرحلہ طے ہوا۔ ہم نے فجر کی نماز راستہ میں پڑھی۔ اس کے بعد حضورؒ نے ذرا بلند اور رقت آمیز آواز میں دعائیں کیں۔ سفر کا زیادہ وقت حضور زیر لب ذکر الٰہی اور دعائیں کرتے رہے۔

(رسالہ خالد ص66 مارچ، اپریل 2004ء)

راستہ میں عموماً پولیس والے چیک کیا کرتے تھے۔ چیکنگ کیلئے بیریئر لگے ہوئے تھے۔ ادریس کی گاڑی مجھ سے آگے ہوتی تھی۔ اس لئے تقریباً ہر دفعہ وہ اسے روک لیتے اور ان کی توجہ ادھر ہوتی۔ پیچھے میں زور سے اپنی گاڑی کا ہارن دیتا۔ عموماً افسر پیچھے کہیں بیٹھا ہوتا اور افسر کی توجہ بھی ہماری طرف ہو جاتی تو سپاہی یہ سمجھتا کہ شاید یہ افسر کا جاننے والا ہے۔ چنانچہ وہ سپاہی ہمیں چیک کئے بغیر گذر جانے دیتا اور باقی گاڑیوں کو روک لیتا۔ یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل رہا کہ جس گاڑی میں حضورؒ تھے اس کو کسی جگہ بھی کسی پولیس چیکنگ والے نے نہیں روکا۔ دوسری بات یہ کہ سارے سفر کے دوران حالانکہ میں دو تین دنوں سے جاگتا بھی رہا مجھے کسی قسم کی کوئی تھکان نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ ہمیں اس سفر میں کوئی نقصان ہوگا اور ہم کراچی نہیں پہنچ سکیں گے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی تائید کے نظارے دیکھتے ہوئے ہم بخیریت کراچی ائیر پورٹ پہنچ گئے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص67)

تائید الٰہی اور ضیاء کی ایک بڑی غلطی

ضیاء کا جاری کردہ ایک حکمنامہ تھا۔ یہ حکم نامہ ملک کے تمام ہوائی سمندری

اور بری راستوں اور گزرگاہوں تک وسیع پیمانہ پر [illegible] کے اقدامات ہو چکے۔

”مرزا ناصر احمد کو جو اپنے آپ کو جماعت احمدیہ کا خلیفہ کہتے ہیں۔ پاکستان کی سرزمین چھوڑنے کی ہرگز اجازت نہیں“۔

اس لئے کراچی ایئر پورٹ پر جہاز کی روانگی میں کچھ تاخیر ہوئی تو چنداں تعجب کی بات نہیں تھی۔ جنرل ضیاء کو (حضرت) خلیفہ رابع یعنی حضرت مرزا طاہر احمد کی بجائے (حضرت) خلیفہ ثالث یعنی (حضرت) مرزا ناصر احمد کا نام اپنے ہاتھ سے لکھ دیا۔

جنرل ضیاء الحق نے پابندی لگائی بھی تو (حضرت) خلیفہ ثالث پر جو اس پابندی کے لگنے سے دو سال قبل وفات پا چکے تھے۔

(حضرت) خلیفہ رابع کے پاسپورٹ پر وضاحت سے لکھا ہوا تھا کہ ان کا نام (حضرت) مرزا طاہر احمد ہے۔ اور یہ کہ وہ عالمی جماعت احمدیہ کے امام ہیں۔ بالآخر اعلان ہوا کہ جہاز کی روانگی میں تاخیر ہو گئی ہے۔ (حضرت) خلیفہ رابع ایک الگ کمرے میں روانگی کے منتظر تھے۔ انتظار کے لمحے طویل سے طویل تر ہوتے چلے گئے۔ لیکن جہاز روانہ نہ ہوا۔

کے۔ ایل۔ ایم کے مینیجر نے یقین دلایا تھا کہ جہاز مقررہ وقت پر روانہ ہو جائے گا۔ لیکن اب اس نے آکر معذرت کی اور بتایا کہ روانگی میں تاخیر صرف ائرپورٹ کے حکام کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ان کی وجہ سے ہی جہاز کو اڑانے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔

(حضرت) خلیفہ رابع تو اطمینان سے انتظار کر رہے تھے لیکن ان کی اہلیہ محترمہ (حضرت) بیگم صاحبہ اور حفاظتی عملے کے چہروں پر پریشانی کے آثار چھپائے

نہیں چھپتے تھے۔ البتہ ان کی دونوں چھوٹی بیٹیاں آرام کی نیند سو رہی تھیں۔ ان معصوموں کو کیا خبر کہ انتظار کے لمحات کتنے کربناک ہوتے ہیں۔

مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ بعد کہیں جا کر اعلان ہوا کہ جہاز روانہ ہونے والا ہے۔ (حضرت) خلیفہ رابع، ان کی بیگم صاحبہ، دو بیٹیاں، جناب چوہدری حمید نصر اللہ خان امیر جماعت ہائے احمدیہ لاہور اور بری افواج کے مذکورہ ریٹائرڈ افسر (بریگیڈئیر وقیع الزمان صاحب) جہاز پر سوار ہو گئے۔ اب یہ لوگ تھے اور آٹھ گھنٹے کا طویل ایمسٹرڈیم تک کا سفر۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاز کی روانگی میں تاخیر صرف (حضرت) خلیفہ رابع ہی کی وجہ سے ہو رہی تھی۔

اگرچہ اس وقت تو اس بات کا علم نہیں ہو سکا تھا لیکن کئی ماہ بعد جا کر پتہ چلا کہ اس موقع پر (حضرت) خلیفہ رابع کس طرح گرفتار ہوتے ہوتے بال بال بچ گئے۔

(ایک مرد خدا ص300)

مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ لاہور تحریر کرتے ہیں کہ:

"جب ہم ایمسٹرڈیم پہنچے تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہاں کی جماعت سے ملنا چاہتا ہوں۔ ہم نے چونکہ connecting فلائٹ میں جانا تھا جو ایک گھنٹہ بعد جانی تھی۔ چنانچہ ملاقات کیلئے وقت کافی نہ تھا۔ میں نے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گذارش کی کہ KLM کے ساتھ میں نے پہلے بھی سفر کیا ہوا ہے اس میں کوئی دقت نہیں ہوتی کہ اگر ہم ان سے یہ کہہ دیں کہ ہم تین گھنٹے بعد والی فلائٹ میں جانا چاہتے ہیں تو وہ ہمیں اس میں لے جائیں گے۔ اس کے بعد ایمسٹرڈیم میں

احباب جماعت سے ملاقات ہوئی اور سوال وجواب کی ایک مجلس ہوئی۔ آگے پھر لندن بھی KLM کے ذریعہ ہی گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے سب ٹھیک ہو گیا۔ اور 30 اپریل 1984ء کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ بخیریت لندن پہنچ گئے۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے بتایا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے لندن پہنچ جانے کے بعد گورنر پنجاب کی طرف سے مجھے فون آیا۔ اس نے کہا کہ میں Head Of The Community سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ اس وقت تو میں ہی یہاں ہوں۔ اس پر گورنر صاحب نے کہا کہ نہیں ہم خلیفہ صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ پھر آپ لندن بات کریں۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 69)

(حضرت) خلیفہ رابع ایک عام مسافر کی طرح ایک معمول کی پرواز پر پاکستان سے روانہ ہوئے تھے۔

اگلے دن آپ کی پاکستان سے ہجرت کی خبر کو دنیا بھر کے اخباروں نے جلی حروف میں شہ سرخیوں کے ساتھ صفحہ اول پر جگہ دی۔ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں نے یہ خبر بھی بی بی سی کی عالمی سروس کے ذریعے سنی۔ انگریزی اور اردو میں دیئے گئے انٹرویو میں جو بی بی سی کے اردو انگریزی کے پروگراموں میں نشر ہوا۔ (حضرت) خلیفہ رابع نے سفر ہجرت اور اپنے آئندہ منصوبوں پر روشنی ڈالی۔ جنرل ضیاء الحق کو یقین تھا کہ وہ جماعت احمدیہ کا گلا گھونٹ کر رکھ دے گا لیکن یہ سب کچھ اس کی کوشش اور خواہش کے برعکس ہوا اور اس نے اس تحریک کو ترقی کرنے اور پھولنے

پھلنے کا نادر موقع فراہم کر دیا۔ لندن آج بھی بین الاقوامی رابطے اور میل ملاپ کیلئے ایک مصروف ترین مرکزی گزرگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لندن پہنچ کر (حضرت) خلیفہ رابع کو وہ موقع میسر آ گیا جس سے فائدہ اُٹھا کر وہ جماعت احمدیہ کی بھرپور اور مؤثر راہنمائی کر سکتے تھے۔

(ایک مرد خدا۔ ص306)

ہجرت کے بعد لندن پہنچتے ہی کسی توقف کے بغیر حضورؒ نے جماعت کی ترقی اور بہبود کیلئے منصوبہ بندی اور کام شروع کر دیا۔

رسالہ خالد اپریل 2004 ص36)

لندن آنے کے بعد آپ نے ایک مرتبہ اس سلسلے میں فرمایا۔ ”خدائی حکمتیں بھی کتنی حیرت انگیز ہوتی ہیں۔“ اس میں کوئی شک نہیں کہ (حضرت) خلیفہ رابع اپنی یقینی گرفتاری سے صرف بارہ گھنٹے قبل بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ آپ کی ہجرت کی خبر سے صرف بارہ گھنٹے پہلے گورنر پنجاب بذریعہ ٹیلیفون یہ حکم دے چکے تھے کہ مرزا طاہر احمد لاہور پہنچ کر فوراً اس کے دفتر میں حاضر ہوں۔ اگر یہ حکم ان تک پہنچ جاتا اور اس کی تعمیل میں وہ گورنر پنجاب سے ملتے تو یقینی طور پر گرفتار کر لئے جاتے۔

(ایک مرد خدا۔ ص306)

تائیدی نشان

اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا کہ حضور کی آمد کے وقت امیگریشن کا یہ قانون تھا کہ پاکستانی پاسپورٹ رکھنے والے ویزا کے بغیر بھی برطانیہ آسکتے ہیں ان کو ویزا ہوائی اڈہ پر جاری کیا جاتا تھا۔ لیکن اس بارہ میں فیصلہ موقع پر موجود امیگریشن افسر کی صوابدید پر ہوتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے تصرفات میں سے ایک غیر معمولی تصرف تھا۔ اگر اس وقت ویزا لے کر آنے کی پابندی ہوتی اس میں بہت سی مشکلات اور روکوں کا حقیقی خطرہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ حضورؒ کی آمد کے وقت ویزا لے کر آنے کی پابندی نہیں تھی اور حضورؒ کے یہاں تشریف لانے کے چند ماہ بعد ویزا لے کر آنے کی پابندی نافذ ہوگئی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تائید کا ایک نشان ہے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004۔ ص 74)

محترم عطاء المجیب صاحب راشد فرماتے ہیں:

حضورؒ کی طبیعت میں استقلال تھا کہ جب پیارے آقا طیارے کا لمبا سفر کر کے لندن پہنچے تو آپ کا جذبہ استقلال آپ کے چہرے پر پورے عروج پر تھا جو حضورؒ کے انداز سے بے اختیار جھلک رہا تھا۔ حضورؒ کی پگڑی، اچکن اور کپڑے لمبے سفر کا پتہ دے رہے تھے۔ ساتھیوں پر بھی سفر کے اثرات نمایاں تھے۔ لیکن ان سب حالات کے باوجود جن سے گزرنے کے بعد آپ لندن پہنچے تھے۔ حضور انورؒ کے آہنی عزم اور اپنا سب کچھ راہ خدا میں جھونک دینے کے ارادہ نے آپ کو ایک غیر معمولی قوت عطا کر دی تھی۔ آپ کے قدموں میں تیزی تھی۔ جو آپ کے اندرونی جذبات کی

عکاسی کررہی تھی۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004۔ ص 78)

ہجرت کی برکات

آپ کی ہجرت کے وقت تک جماعت احمدیہ اپنی ابتداء سے لے کر 95 سالوں میں کل دنیا کے 84 ملکوں میں قائم ہوئی تھی۔ اور ہجرت کے 19 سالوں میں جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے 175 سے زائد ملکوں میں قائم ہو چکی ہے۔ اور آج ہم دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جماعت احمدیہ پر سورج کہیں غروب نہیں ہوتا۔

پھر جماعت احمدیہ کی تعداد میں جس کثرت سے اضافہ ہوا اس کی مذاہب عالم کی تاریخ میں نظیر ملنا ناممکن ہے۔ 1991ء تک جماعت کی تعداد کا اندازہ تقریباً 1 کروڑ کا تھا۔ اسی سال حضور نے جماعت کو فرمایا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی میں ہی کم از کم ایک کروڑ نئے احمدی اور عطا فرمائے۔ آپ کا یہ فرمانا ہی آپ کے ایمان اور استجابت دعا پر یقین کامل کے اعلیٰ مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ کے خطبات کو مخالفین بھی سنتے ہیں۔ اور یہ بھی آپ خوب جانتے تھے کہ ایک کروڑ تو کیا کسی ایک انسان کا دل بدلنا بھی آپ کے اپنے اختیار میں نہ تھا۔ ذرا غور تو کریں کہ اگر خدا تعالیٰ کی شان استغناء حضور کی اور جماعت کی دعاؤں کو ظاہری رنگ میں قبول نہ فرماتی تو مخالفین کس قدر ہنسی اور ٹھٹھے اور استہزاء سے کام لیتے۔ لیکن میں قربان جاؤں اپنے رب مجیب کے جس نے ان کی دعاؤں کو سنا۔

سالانہ بیعتوں کی تعداد ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں تک جا پہنچی یہاں تک کہ 1998ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر چشم فلک نے وہ نظارہ دیکھا جو اس کے پہلے کبھی دنیا کی مذہبی تاریخ میں نہیں دیکھا گیا تھا کہ صرف اسی سال پچاس لاکھ سے زائد نئے احمدی بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے اور اس سال تک کل دنیا میں نئے ہونے والے احمدیوں کی تعداد ایک کروڑ سے بھی بڑھ گئی جنہوں نے ساری دنیا میں MTA کے ذریعہ عالمی بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی لیکن اس معجزانہ قبولیت دعا نے آپ کی دعاؤں کو مزید بلند پرواز عطا کی اس موقعہ پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد کرتے ہوئے یہ دعا کی کہ اب اس ایک کروڑ کو بھی دس گنا کر دے چنانچہ اس مالک حقیقی نے جو اپنے بندوں کے مانگنے سے بھی بڑھ کر عطا کرنے والا ہے حضورؒ کی زندگی کے آخری جلسہ سالانہ منعقدہ 2002ء تک 17 کروڑ سے زائد احمدی عطا فرما دیئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ابتلاء اور افضالِ الٰہی

الٰہی جماعتیں ہمیشہ مخالفتوں کے علی الرغم پروان چڑھتی ہیں۔ اور یہی ان کے منجانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ اس الٰہی تقدیر کے تابع خلافت رابعہ کے آغاز ہی سے جہاں ایک طرف تو جماعت کی دعوتی مسائل میں بہت تیزی آ گئی۔ وہاں دشمنوں کی کوششوں میں بھی اضافہ ہو گیا۔

کسی قائد کی قائدانہ صلاحیتوں کے پرکھنے کا زمانہ یہی مخالفت کا دور ہوا کرتا ہے جب ہر طرف سے دشمن یلغار کر دے۔ جب جماعت نہتی اور بے دست و پا ہو۔ جب بے قصوروں کو گھروں سے نکالا جا رہا ہو۔ اور گھروں کو آگیں لگائی جا رہی ہوں۔ جب بے گناہوں کو شہید کیا جا رہا ہو اور ان کے قاتل دندناتے پھرتے ہوں۔ جب معصوم شیر خوار بچوں پر بھی جھوٹے مقدمات بنائے جا رہے ہوں۔ جب کلمہ حق کہنا جرم بن چکا ہو۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے پکارنا لائق تعزیر ٹھہرے۔ جہاں کسی کو سلامتی کی دعا دینے پر مقدمہ چلایا جائے۔ جہاں آتشیں اسلحہ کی نمائش کھلے بندوں ہو رہی ہو۔ مگر کسی احمدی کے پاس قرآنی آیت کا برآمد ہونا قابل دست اندازی پولیس جرم قرار پائے۔ جہاں خدا کے بندوں کو خدا تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی صحیح تعلیم دینے پر پابندی لگا دی جائے۔

یہ سب کچھ ہوا مگر خدا کے اس صابر بندے نے ہمیشہ جماعت کو ہمیشہ صبر اور دعاؤں کی تلقین کی۔ ان کے دکھی دلوں پر تسکین کا پھاہا رکھا۔ کبھی اپنی عرش رسیدہ دعاؤں سے انہیں رلایا تو کبھی اپنی فطرتی خوش طبعی سے ان کے غم کو مسکراہٹوں میں

30 اپریل 1984ء کو پاکستان سے ہجرت کر کے لندن پہنچنے کے بعد ہیتھرو ایئرپورٹ پر

30 اپریل 1984ء کو محمود ہال لندن میں حضورؒ کا تاریخی خطاب

بدلا خود گھر سے بے گھر ہوا اور سنت اصفیاء میں ہجرت کی سعادت پائی مگر ان کے آرام کی خاطر اپنے آرام اور راتوں کی نیند کو حرام کر لیا۔ ان کے حوصلے بندھائے اور اللہ تعالیٰ کی یقینی مدد اور نصرت کے وعدے یاد کراتا رہا۔ کبھی بھی ہاں کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی اس نے جماعت کے ایمان کو متزلزل نہیں ہونے دیا۔ کہ ہم آخرین کی جماعت ہیں اور جو وعدے اولین کے حق میں پورے ہوئے وہ آخرین کے حق میں بھی ضرور پورے ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

پھر وہ وقت یاد کریں جب ظلم اپنے انتہاء تک پہنچ گیا اور وقت کے حکمران نے اپنے ہی ہاتھوں ظلم و بربریت کی چتا بھڑکا دی تھی۔ ادھر اس مرد حق اور سب جماعت کی متضرعانہ پرابتہال دعائیں بھی اپنے نقطہ عروج تک پہنچ گئیں۔ تب زمین وآسمان کے مالک نے اپنی قادرانہ قہری تجلی کا وہ نمونہ دکھایا کہ ظالم خود اسی آتش میں جل کر بھسم ہو گیا اور ہم نے حضور کی برسوں پہلے کہی گئی دعائیہ نظم کو پورا ہوتے دیکھا کہ

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو
آفت ظلمت و جور ٹل جائے گی
آہ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا
رخ پلٹ جائے گا رت بدل جائے گی
تم دعائیں کرو، یہ دعا ہی تو تھی
جس نے توڑا تھا سر کبر نمرود کا
ہے ازل سے یہ تقدیر نمرودیت
آپ ہی آگ میں اپنی جل جائے گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور میں جہاں ایک طرف تو جماعت پر مظالم اور ان کے جواب میں صبر اور استقامت کے خارق عادت نظارے نظر آتے ہیں وہاں اس سے بہت بڑھ کر الٰہی تائیدات اور نصرت اور فضلوں اور رحمتوں کی بارش کے خوشنما مناظر دلوں میں حمد اور شکر کے دائمی جذبات پیدا کرتے ہیں۔

محترم عطاء المجیب راشد صاحب تحریر کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے سایہ میں گزری۔ قدم قدم پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دستگیری، حفاظت اور نصرت فرمائی۔ زندگی کے ہر مشکل مرحلہ پر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی اور تائید عطا ہوتی رہی۔ آپ کی زندگی میں غالباً سب سے کٹھن مرحلہ آپ کی پاکستان سے برطانیہ ہجرت کا تھا۔ سب دنیاوی وسائل رکھنے والے شاطر دشمن کو آپ کے پاکستان سے چلے جانے کا اس وقت علم ہوا جب آپ لندن پہنچ چکے تھے۔ غیر معمولی تائید ونصرت کے اس واقعہ کو سن کر اور حضور کی زندگی کے دیگر واقعات کا علم پا کر آپ کی سوانح حیات کے انگریز مصنف نے از خود کتاب کا کیا خوب عنوان تجویز کیا۔ A Man of God۔ ایک مرد خدا۔ واقعی وہ ایک عظیم مرد خدا تھا۔ خدا کا ایک عظیم عاشق اور خدا کا بندہ ایسا بندہ جو خدا کا محبوب تھا اور قدم قدم پر اس کی تائید ونصرت سے فیضیاب بندہ!

(الفضل سالانہ نمبر دسمبر 2003ء۔ ص41)

قہری تجلی کا ظہور

12 اگست کے خطبہ جمعہ میں (حضرت) خلیفہ رابعؒ نے اعلان کیا کہ جنرل

ضیاء الحق نے لفظاً، معناً، عملاً کسی شکل میں بھی احمدیوں پر کئے جانے والے مظالم پر پشیمانی کا اظہار نہیں کیا۔ اب معاملہ اللہ (تعالیٰ) کے سپرد ہے ہم اس کی فعلی شہادت کے منتظر ہیں۔ آپ نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا۔

''اب جنرل ضیاء الحق اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچ کر نہیں جا سکتا''۔

اب واپسی کے راستے بند ہو چکے تھے۔ پانچ دن اور گذر گئے۔ اگست کے سترہ تاریخ تھی۔ لندن مسجد کے سابق امام جناب بی اے رفیق نے صبح ہی صبح ایک مکتوب (حضرت) خلیفہ رابع کی خدمت میں بھیجا جس میں انہوں نے اپنے خواب کی تفصیل بیان کی تھی جو انہوں نے اسی رات دیکھا تھا۔ خواب میں انہوں نے دیکھا کہ وہ جنرل ضیاء الحق سے ملے ہیں۔ اور اس سے کہتے ہیں کہ (حضرت) خلیفہ رابع آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ اس پر جنرل ضیاء الحق اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر ان کی ٹھوڑی پکڑ کر بڑی درشتی سے ان کا رخ دوسری جانب دھکیلتا ہے پھر جناب بی اے رفیق کی طرف انگلی سے اشارہ کرتا ہے اور بڑی ترش روی سے اور ناک چڑھاتے ہوئے کہتا ہے۔

''میں اس کو یعنی (حضرت) خلیفہ رابع کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ عمر بھر یاد رکھے گا۔''

(حضرت) خلیفہ رابع نے اس مکتوب کے جواب میں لکھا کہ:

''معلوم ہوتا ہے کہ جنرل ضیاء الحق اصلاح کی طرف ہرگز مائل نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ اس دشمن احمدیت کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے۔ اور اسے اپنے ارادوں میں ناکام و نامراد کرے''۔ ابھی سترہ اگست ہے۔ چند گھنٹے اور گزر چکے ہیں۔ اچانک پاکستان کا آمر مطلق جنرل ضیاء الحق اپنے C130 ہرکولیس ٹرانسپورٹ طیارے سمیت دھماکے کے ساتھ پرزے پرزے ہو کر فضا میں بکھر گیا۔

(ایک مرد خدا۔ ص381,382)

مباہلہ کا فریق ثانی صرف جنرل ضیاء الحق ہی نہیں تھا بلکہ وہ لوگ بھی تھے جو احمدیوں پر کیے جانے والے تشدد میں عملاً اس کا ہاتھ بٹا رہے تھے پیارے آقا نے مباہلہ کے طریق عین قرآن کریم کے مطابق پیش فرمائے۔ مگر مولویوں نے ایک سے بڑھ کر ایک انوکھے مقابلے کی تجاویز پیش کیں۔ مثلاً یہ کہ فریقین مقررہ جگہ پر دریا میں چھلانگ لگا دیں یا آگ میں کود جائیں یا کسی بلند و بالا عمارت سے زمین پر چھلانگ لگا دیں۔ لیکن اس کے ساتھ ایک شرط یہ بھی تھی کہ اس مقررہ مقام کی نشان دہی مولوی صاحبان اپنی مرضی سے کریں گے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وہاں خود حاضر ہونا ضروری ہوگا۔ ورنہ یکطرفہ فتح کا اعلان کر دیں گے۔ بعض اور لوگوں نے مقابلہ کے جوابی چیلنج تو جاری کئے لیکن جماعت احمدیہ کو ارسال نہیں کئے اور بعض نے چیلنج قبول تو کئے لیکن خدا تعالیٰ سے یہ دعا نہیں مانگی کہ اے خدا! فریقین میں سے جو بھی جھوٹا ہو اس پر تیری لعنت ہو بلکہ کہا تو اتنا کہا کہ صرف احمدیوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ وہ لعنت نہ آسمان نے قبول کی اور نہ زمین نے بلکہ الٹی انہی پہ پڑی۔ چنانچہ اس ضمن میں چند واقعات پیش ہیں۔

پیارے حضورؒ نے مکرم چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں

امیر جماعت انگلستان کو ایک موقعہ پہ مخاطب ہو کر کہا۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولوی نور الدین کی طرح میرا بھی خود متکفل ہوگا‘‘

(رسالہ خالد مارچ۔ اپریل 2004ء ص 114)

جہاز پر سیٹ مل گئی۔

حضورؒ خلافت سے بہت پہلے اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

یہ ان دنوں کی بات ہے جن دنوں بنگلہ دیش میں بہت ہنگامے ہو رہے تھے (اس وقت مشرقی بنگال کہلاتا تھا) میں کراچی میں تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک کام میرے سپرد کیا اور حکم دیا کہ فوری جاؤ میں نے پتہ کروایا تو ساری سیٹیں بک تھیں۔ پی آئی اے میں ہمارے ایک احمدی افسر کام کرتے تھے۔ سیٹ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ بیس مسافر انتظار کرنے والوں میں ہیں۔ اگر کوئی سیٹ خالی ہوئی تو ہم ان کو دیں گے۔ آپ کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے کہا اور کوئی جائے یا نہ جائے میں ضرور جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے حکم آ گیا ہے۔ چنانچہ میں ائیر پورٹ چلا گیا۔ وہاں لائن لگی ہوئی مسافر انتظار کر رہے ہیں۔ اور کچھ دیر بعد لوگوں کو کہا گیا کہ جہاز چل پڑا ہے اس اعلان کے بعد سب لوگ چلے گئے کوئی چانس والا باقی نہ رہا۔ میں وہاں کھڑا رہا مجھے یقین تھا کہ ہو ہی نہیں سکتا کہ میں نہ جاؤں۔ اچانک ڈیسک سے آواز آئی کہ ایک مسافر کی جگہ رہ گئی ہے کوئی ہے جس کے پاس ٹکٹ ہو۔ میں نے کہا میرے پاس ہے۔ انہوں نے کہ۔ دوڑو۔ جہاز ایک مسافر کا انتظار کر رہا ہے۔

(الفضل 25 ستمبر 1998ء)

صد سالہ جشن تشکر جوبلی کی تقریبات کے ایک موقع پر اپنا تاریخی خطاب یوں فرمایا۔ ”پورے ایک سو سال قبل ایک ایسا ہی ایک اور اجتماع بھی ہوا تھا جب اس وقت کے متحدہ ہندوستان کے قصبے لدھیانہ میں بانی جماعت احمدیہ (حضرت) مسیح موعود (علیہ السلام) نے ایک معمولی مکان کے ایک چھوٹے سے کمرے میں جو تنوری روٹیاں پکانے کے کام آتا تھا۔ اپنے اولین متبعین سے عہدِ بیعت لیا تھا۔ آپ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ تین صدیاں گذرنے سے پہلے ساری دنیا حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائے گی۔“

(حضرت) خلیفہ رابعؒ نے اپنے خطاب میں اعداد و شمار تو پیش نہیں فرمائے لیکن صد سالہ جوبلی کی تقریب پر شائع ہونے والے رسائل جو ہوٹل میں ہونے والی نمائش میں رکھ دئے گئے تھے جماعت کی حیرت انگیز ترقی کا تفصیل سے ذکر موجود تھا اب احمدی مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی تھی۔ جن میں سے پچاس لاکھ کے قریب تو پاکستان میں سکونت پذیر ہیں۔ باقی پچاس لاکھ کینڈا سے لے کر بھارت چین، برونڈی، روس، روانڈا، غرضیکہ ایشیاء، امریکہ، افریقہ اور یورپ کے جملہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیا کے صفحے پر شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جس میں احمدی نہ پائے جاتے ہوں۔ ایک سو بیس ممالک میں تو معین طور پر علم ہے کہ وہاں احمدی موجود ہیں۔ انہوں نے اکثر ممالک میں مساجد تعمیر کر لی ہیں۔ اور جن ممالک میں فعّال مشن اور تبلیغی مراکز کی تعمیر اور قیام کی پابندیاں عاید ہیں۔ وہاں یہ لوگ نجی مکانوں میں عبادت کیلئے جمع ہوتے ہیں۔ اور اپنی اجتماعی سرگرمیاں جاری رکھتے

ہیں۔

یہ کارنامہ کیسے سرانجام پایا؟ ظاہر ہے کہ اس میں انتھک محنت، ایثار اور اللہ تعالیٰ کی خاص تائیدات سے اور جماعت احمدیہ اور آپ کے بے مثال صبر کے نتیجہ میں یہ عظیم الشان کامیابیاں ملیں اور تاقیامت ملتی چلی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

(ایک مرد خدا۔ ص422)

برطانیہ میں رہنے والے جماعت احمدیہ کے ایک مشہور مخالف نے مباہلہ کا چیلنج قبول کرلیا لیکن جلد ہی وہ کار کے ایک حادثے میں ہلاک ہوگیا۔ جب سوگوار لوگ تعزیت کیلئے ان کے مکان میں جمع ہوئے تو مکان کی چھت اچانک دھڑام سے بیٹھ گئی اور تہہ خانے پر جا گری۔ اور بہت سے لوگ زخمی ہو گئے۔

(ایک مرد خدا۔ ص380)

مباہلہ کے پمفلٹ اور اشتہار شاہکوٹ بھی پہنچے۔ یہ پاکستان میں ضلع شیخوپورہ کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ یہاں ایک صاحب عاشق حسین رہتے تھے۔ پیشہ کے لحاظ سے زرگر تھے۔ احمدیوں پر توڑے جانے والے مظالم کے روحِ رواں تھے اور بلوائیوں کو احمدیوں پر خشت باری کیلئے منظّم کرنے اور اکسانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ مباہلہ کے پمفلٹ پہنچتے ہی عاشق حسین نے ایک بہت بڑا جلوس منظّم کیا اور اعلان کیا کہ اس بار احمدیوں کو صرف اینٹ پتھر کا ہی نشانہ نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان کے نام نہاد مباہلہ کا بھی فیصلہ ہو جائے گا۔ ان کی دکانیں اور مکان لوٹ لئے جائیں گے اور انہیں نذرِ آتش کر دیا جائے گا۔ ان کے مویشی ہلاک کردئے جائیں گے اور ضلع شیخوپورہ کی حدود میں رہنے والا ہر احمدی یا تو موت کے گھاٹ اتار دیا جائیگا یا وہ

یہاں سے فرار کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ دونوں صورتوں میں فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔ کہ مباہلہ کے بعد خدا تعالیٰ کس فریق کے ساتھ ہے۔ جب ہجوم پوری طرح مشتعل ہو گیا تو عاشق حسین چاقو اور چھریاں لینے اپنی دکان میں داخل ہوا۔ اس نے بجلی کا پنکھا چلانا چاہا جو روزانہ اس کے زیر استعمال رہتا تھا۔ اس نے بجلی کے بٹن کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ وہ ایک جھٹکے سے فرش پر دھڑام سے گر گیا۔ برقی رو نے اس کا کام تمام کر دیا۔ ہجوم جو احمدیوں پر حملے کیلئے پر تول رہا تھا ٹھٹک کر رہ گیا۔ وہی ہجوم جو احمدیوں کے قتل و غارت کیلئے نکلا اب ایک ماتمی جلوس بن چکا تھا جو اپنے لیڈر کی نعش اٹھائے احمدیوں کے گھروں کی بجائے کہیں اور جا رہا تھا۔

(ایک مرد خدا۔ ص379، 380)

پیارے حضورؒ پہ یہ الزام بھی لگایا گیا کہ آپ نے (نعوذ باللہ) اسلم قریشی نام نہاد ملاں کو قتل کروایا ہے۔ اور اس بات کی خوب تشہیر کی گئی اور بعض لوگ تو یہاں تک کہہ رہے تھے کہ اگر ان کا دعویٰ غلط ثابت ہوا تو وہ بلند و بالا عمارتوں سے چھلانگ لگا دیں گے۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد ان معاندین احمدیت پہ رسوائی اور ذلت کا عذاب کچھ اس طرح نازل ہونا شروع ہوا کہ اچانک اسلم قریشی منظر عام پر آ گیا اور وہ لوگ اور اخبارات جو گلا پھاڑ پھاڑ کر اسلم قریشی کے قتل کا اعلان اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی گرفتاری کے مطالبات کر رہے تھے شرم سے پانی پانی ہو گئے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن کا دین ایمان ہی یہ تھا کہ اسلم قریشی کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ہی نے قتل کروایا ہے اگر ان کا دعویٰ غلط ثابت ہو تو وہ بلند و بالا عمارتوں سے چھلانگ لگا دیں

گے۔ اب یہ لوگ یوں شرمندہ اور مہر بلب بیٹھے تھے جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہے بلندیوں سے چھلانگ لگانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا وہ مارے شرم کے نہ جانے کس طرح ابھی سطح زمین ہی پر رینگ رہے تھے۔ اخبارات کا بھی یہی حال تھا۔ زبانیں گنگ ہو کر رہ گئیں تھیں۔ روزنامہ دی نیشن نے لکھا تو ہکلاتے ہوئے بڑی سراسیمگی کے عالم میں اتنا لکھا۔ ''مولانا اسلم قریشی کو ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاسپورٹ کے بغیر پاکستان کی سرحد کو عبور نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

یہ الفاظ ایک ایسے مجرم کی پشت پر ہلکی سی تھپکی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے جو نہ صرف اقبالِ جرم کر چکا تھا بلکہ اعلانیہ تسلیم بھی کر چکا تھا اور خوب جانتا تھا کہ اس کی گم شدگی کی وجہ سے سارا ملک خوفناک فسادات کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ پولیس نے فیصلہ کیا کہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ اسلم قریشی کو چند دنوں کیلئے پبلک کے سامنے آنے سے روک دیا جائے۔ تا کہ اس کی واپسی کے نتیجہ میں ہونے والا شور کچھ ٹھنڈا پڑ جائے۔ چنانچہ اسے نقض امن کے الزام میں گرفتار کر کے سات دن کے ریمانڈ پر حوالات میں بھیج دیا گیا۔

ایک ہفتے کے بعد وہی اسلم قریشی جب دوبارہ عدالت میں پیش ہوا تو اس مختصر عرصے میں اس کا بیان بدل چکا تھا۔ اب کی بار اس نے انکشاف کیا کہ ''مجھے احمدیوں نے اغوا کیا تھا اور میں ربوہ میں زیرِ حراست تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہاں تہہ خانوں میں بندوقوں کے انبار لگے ہوئے ہیں!''

اپنی خفت مٹانے کیلئے کٹھ ملاؤں کا اب بھی اصرار تھا کہ احمدیوں نے نہ صرف اسلم قریشی پر جسمانی تشدد کیا بلکہ یہ سب کچھ پولیس کی ملی بھگت سے ممکن ہوا۔

لیکن عام آدمی اس جھوٹ کے کاروبار سے اکتا چکا تھا وہ چاہتا تھا کہ اس مذاق کو ختم کیا جائے۔ بایں ہمہ اسلم قریشی کی جماعت دشمنی کا یہ آخری اظہار نہیں تھا۔ جلد ہی اس نے ایک مشہور و معروف احمدی سینئر وکیل پر عین احاطہ عدالت میں پولیس کی موجودگی میں قاتلانہ حملہ کر کے اسے شدید زخمی کر دیا۔ نتیجتاً مولانا واپس جیل میں تشریف لے گئے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

(ایک مرد خدا ص397 تا398)

ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ان دنوں میرے ذمہ امریکہ کے خدام کی قیادت تھی۔ سو واپسی پر میری کار کو ہراول کار کی ذمہ داری ملی۔ میں اس جگہ پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اور میرے پاس نقشہ بھی نہ تھا۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے راستہ بڑے موڑوں والا اور گنجلک تھا، سیدھا نہ تھا، جیب میں قلم تو تھا لیکن کاغذ نہ ملا۔ چنانچہ ایک کھانے کی کاغذی پلیٹ پر آتے ہوئے جو رستہ لیا تھا اس کے اشارے لکھ لئے۔ یہاں دائیں وہاں بائیں ادھر مشرق، ادھر مغرب، اور سوچا کہ واپسی پر ان اشاروں کے مخالف چلتے جائیں گے۔ لیکن واپسی کے شروع میں ہی غلط موڑ لے لیا۔ بڑی پریشانی کی صورتحال پیدا ہوئی۔ پیچھے حضور کی کار تھی۔ اور اس کے پیچھے کئی اور کاریں۔ میں نے دعا شروع کر دی۔ اور غلط راستے پر ہی چلتا گیا۔ خداوند باری کی مدد ایسے ظاہر ہوئی کہ ایک چوک گزرنے کے بعد ہی جس رستے سے ہم آئے تھے اس سے بھی سیدھا رستہ واپسی کا مل گیا۔ اور جو اشارے لکھے ہوئے تھے ان کی ضرورت ہی نہ رہی۔ خدا نے نہ چاہا کہ اس کے پیارے خلیفہ

کو یہ چھوٹی سی تکلیف بھی پہنچے۔

(روزنامہ الفضل جون 2003ء)

مکرم ومحترم چوہدری ہادی علی صاحب ایک واقعہ میں تحریر کرتے ہیں:

1985ء میں حضورؒ نے کیمبرج یونیورسٹی میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی، ہجرت اور وفات کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ لیکچر کے بعد سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو ایک عرب طالبعلم اٹھا اور کہنے لگا۔

’’آپ لوگوں کو غلط باتیں بتا کر انہیں گمراہ کرتے ہیں۔ آپ نے آیت کریمہ ’’وآوینٰھما الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین‘‘ (المومنون: 51) سے غلط استدلال کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کی کشمیر کی طرف ہجرت کی کہانی گھڑلی ہے۔ قرآن کریم کی زبان عربی ہے اسے عرب ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ اس آیت میں تو حضرت مریم کی وہ ہجرت بیان کی گئی ہے جب انہیں ارض مقدس سے نکل کر مصر کی طرف جانا پڑا تھا اور حضرت عیسیٰؑ ان کے پیٹ میں ان کے ساتھ تھے۔ واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰؑ تو آسمان پر چلے گئے تھے۔ ان واقعہ کے بعد ان دونوں کی کسی ہجرت کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔‘‘

حضورؒ نے بلا توقف فرمایا:

’’آپ کی بات قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ حضرت مریمؑ کے جس سفر کا آپ ذکر کر رہے ہیں ان کا وہ سفر حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے کا ہے اور خدا تعالیٰ نے یہاں اٰوینھا نہیں فرمایا بلکہ اٰوینھما فرمایا ہے اور عرب حاملہ عورت کیلئے کبھی بھی تثنیہ کا صیغہ استعمال نہیں کرتے بلکہ واحد کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں

صرف اس سفر کا ذکر ہے جو خدائی منشاء کے تحت حضرت عیسیٰ نے اپنی والدہ کے ساتھ واقعہ صلیب کے بعد اختیار فرمایا تھا اس کے علاوہ کسی اور سفر پر اس آیت کریمہ کا اطلاق ہی نہیں ہو سکتا۔"

خدا تعالیٰ نے ابھی اس کیلئے مزید خجالت کا سامان کرنا تھا چونکہ عرب ہونے کے ناطے عربی دانی کی بڑہانکی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک عرب کے ذریعہ ہی یہ سامان کیا۔ ہوا یوں کہ اپنا جواب مکمل کرتے ہی حضورؒ نے مصطفیٰ ثابت صاحب سے پوچھا:۔ "کیا کوئی عرب، حاملہ عورت کیلئے کبھی تثنیہ کا صیغہ حما بھی استعمال کرتا ہے؟"

مصطفیٰ ثابت صاحب نے جواب دیا: Yes Hazoor۔ یہ کہہ کر انہوں نے ذرامائی انداز میں کچھ توقف کیا۔ جس پر اس عرب معترض کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ بکھرنے ہی لگی تھی کہ مصطفیٰ ثابت صاحب بولے۔ If he is an Ignorant Arab! یہ سننا تھا کہ محفل میں ایک اجتماعی قہقہے سے چہک اٹھی۔ اللہ تعالیٰ نے غیب سے خلیفہ وقت کی تائید فرما کر احمدیت کے علم کلام کی صداقت کا نشان مزید پختہ اور قائم فرما دیا۔ حضورؒ جب یہ جواب ارشاد فرما رہے تھے تو آپ پر الٰہی تصرف نظر آ رہا تھا۔ چنانچہ پروگرام کی تکمیل کے بعد جب لندن واپس آ رہے تھے تو خاکسار نے اس ھا اور ھما والے پر معرفت اور حکمت نقطہ کے بارے میں ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:۔

"مجھے اس نقطہ کا نہ تو پہلے کوئی علم تھا اور نہ ہی میں نے کبھی کسی کتاب میں یہ پڑھا تھا۔ عین اسی وقت اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر یہ القاء کیا تھا اور میری زبان خود بخود اسے بیان کر رہی تھی۔"

(رسالہ خالد مارچ اپریل 2004ء ص 113,114)

آپ کی حق گوئی کسی سلطان سے مرعوب نہ ہوئی۔ نہ ہی کسی مصلحت کوشی کو یہ جرأت ہوئی کہ آپ کو آپ کے منصب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہٹا سکے۔ آپ نے انگلستان میں بیٹھ کر حکومت انگلستان کی غلط پالیسیوں پر کھل کر تنقید کی اور اسی طرح امریکہ کے متکبرانہ رویہ اور اس پر صیہونی قبضہ کے نقصانات کا اعلانیہ اظہار کیا۔ جب ایک امریکی صدر نے New world order ترتیب دینے کا اعلان کیا تو آپ نے اپنے خطبات میں بڑی بے باکی اور یقین کامل سے اعلان فرمایا کہ عالمی نظام نو بنے گا ضرور۔ لیکن وہ دجالی تہذیب کا شاخسانہ نہیں ہوگا بلکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیم کے اصول کے مطابق، عدل وانصاف اور اخوت اور مساوات کے آفاقی اصولوں پر مبنی اور آپؐ ہی کے غلاموں کے ذریعہ قائم ہوگا۔

بساط دنیا الٹ رہی ہے حسین اور پائیدار نقشے
جہان نو کے ابھر رہے ہیں بدل رہا ہے نظام کہنا

’’جدید ایجادات سے استفادہ اور ایم ٹی اے کے نظام کا اجراء،،

آپ کے ایک قریبی رفیق لکھتے ہیں کہ خاکسار انصاراللہ کے کام کے سلسلہ میں وقف جدید حاضر ہوتا یا حضرت میاں صاحب انصاراللہ تشریف لاتے تو 1979ء کی پہلی سہ ماہی میں ہی کیسٹ پروگرام کی تجویز اور کمپیوٹر سسٹم کے رواج کی باتیں ہونے لگیں۔ حضرت میاں صاحب 1978ء میں اپنی ذاتی حیثیت میں بچوں سمیت دنیا بھر کا چکر کاٹ کر آئے تھے سائنس کی نئی نئی ایجادات کو اپنی نگاہ خاص سے دیکھ کر آئے تھے اور ان ایجادات سے جماعتی کام کی ترویج و ترقی کی نئی نئی راہیں نکالنے کیلئے دماغ میں بڑی روشنی تھی۔ پہلے پہلے مجھ سے ان خیالات کا اظہار فرماتے تو میں اپنی کم مائیگی اور کم فہمی سے یہ سمجھتا کہ میاں صاحب نئے نئے انصاراللہ میں آئے ہیں دماغ تازہ اور نئی روشنی کا حامل ہے میاں صاحب جو نئی نئی تجاویز پیش کرتے ہیں کیا وہ انصاراللہ کے کرنے کے کام ہیں؟ جوں جوں وقت گزرتا گیا حضرت میاں صاحب اپنے خیالات میں پختہ ہوتے رہے حتیٰ کہ اپریل 1979ء کی کسی مجلس عاملہ مرکزیہ کے اجلاس میں اپنے یہ خیالات رکھ دئے۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص25)

خطبات کی آڈیو کیسٹس

زیادہ تر زور اس بات پر تھا کہ حضور (خلیفہ ثالث) جو خطبات جمعہ ارشاد

فرماتے ہیں وہ طباعت کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد الفضل اور جرائد کی زینت بنتے ہیں جس سے خلیفہ وقت کے ارشادات کی تعمیل میں دیر ہو جاتی ہے کوئی ایسا سسٹم ہونا چاہئے کہ ادھر حضور کا خطبہ ہو اور ادھر اس کی کیسٹس تیار کر کے امراء اضلاع کو بھجوا دی جائیں تا کہ وہ اپنے ضلع کی جماعتوں کو جلد ہی سنانے کا انتظام کر سکیں۔ تحریر تو صرف پڑھے لکھے دوست ہی پڑھ سکتے ہیں مگر کیسٹ ان پڑھ دوست بھی حضور کی اپنی آواز میں براہ راست سن سکیں گے۔

خطبہ ریکارڈ ہونے تک تو معاملہ صاف تھا مگر ان کی کاپیاں تیار کر کے ان کو جماعتوں میں پہنچانے کا مسئلہ مشکل تھا کیونکہ ٹیپ ریکارڈرز اتنے وقت میں دوسری ٹیپ (کیسٹ) تیار کرتے تھے جتنا وقت پہلی پر لگا تھا۔ اس طرح وقت کے لحاظ سے یہ کام کافی مشکل تھا۔

حضرت میاں صاحب اپنے دورہ یورپ میں ایک ایسا Duplicator دیکھ کر آئے جو صرف تین منٹ میں دوسری کیسٹ تیار کر دیتا تھا۔ معاملہ آخر یا آئندہ سال کے شروع میں حضور کے خطبات ریکارڈ ہو کر Duplicator کے درس تیار ہو کر امراء اضلاع کے ذریعہ جماعتوں میں پہنچنا شروع ہو گئے۔ خاکسار یہ عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کے دل میں یہ خیال ڈالا جو آئندہ جلد ہی خلافت کے منصب عظیم پر فائز ہونیوالا تھا اور پھر جلد ہی پاکستان سے ہجرت کر کے جماعت کی ایک بڑی اکثریت سے جدا ہونیوالا تھا وقت نے ثابت کیا کہ امام وقت اور جماعت کے درمیان سوائے کیسٹ پروگرام کے اور کوئی فوری رابطہ نہ تھا ایم ٹی اے کے قیام سے پہلے کیسٹ کا یہ نظام جماعت کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ 1984ء

سے 1992ء تک مسلسل آٹھ سال تک دنیا بھر کی جماعتوں کا فوری رابطہ محض کیسٹ کے ذریعہ قائم رہا۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 25)

ایم ٹی اے کا نظام

رسل و رسائل و ابلاغ کے جدید ذرائع کو دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے استعمال کرنے کا آغاز تو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں فوٹو گراف کے ذریعہ دعوت الی اللہ کے طور پر استعمال کرنے کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔

ایک دعوت کے عشائیے کے دوران میں آپ نے اپنے اس خیال کا اظہار فرمایا کہ بیرونی اور غیر زبانیں اسی زبان میں سکھانی چاہئیں جس طرح کہ ایک ماں اپنے بچے کو اپنی مادری زبان اسی زبان میں سکھاتی ہے، اور یہ کہ ایک زبان سیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ سیکھنے والا اسی زبان میں سوچنے لگے اور وہ زبان بولتے ہوئے اپنے ذہن میں اپنے خیالات کا کسی اور زبان سے ترجمہ نہ کر رہا ہو۔ خداوند عظیم کا اپنے نیک بندوں سے کیسا سلوک ہوتا ہے! دیکھیں، اسی وقت کوئی کہہ سکتا تھا یا سوچ سکتا تھا کہ ایک دن احمدیہ ٹی وی دن رات چلے گا اور دور دراز کے ملکوں میں دیکھا اور سُنا جائے گا، اور اس پر آپ اپنے نظریئے کی بنیاد پر اردو سکھائیں گے اور اس طرح دنیا بھر میں مختلف زبانیں بولنے والے لوگ، مختلف ملکوں میں گھر بیٹھے آپ سے اردو سیکھیں گے؟ ایسے واقعات دیکھ کر بھی اگر لوگ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے اپنے بندوں سے رحمت کے سلوک کو نہ پہچان سکیں، نہ جان سکیں، تو قصور کس کا؟

اب اسی نظریئے کی بنیاد پر ایم ٹی اے (MTA) پر ماشاء اللہ اردو کے علاوہ اور زبانیں بھی سکھائی جاتی ہیں۔

آپ کے خاندان کی ایک بزرگ ممبر لجنہ اماء اللہ فرماتی ہیں

M.T.A حضور کے ایک دیرینہ خواب کی تعبیر تھا۔ حضور کی سالہا سال پرانی خواہش تھی کہ ایک ایسا ٹیلی ویژن ہو جسمیں اس اس طرح کے پروگرام ہوں۔ عزیزہ فائزہ نے بھی حضور کی اس خواہش کا مجھ سے ذکر کیا۔ مجھے یاد ہے 1982-83 میں ایک مرتبہ ہم ہال کمرے میں بیٹھے T.V پر کوئی پروگرام دیکھ رہے تھے۔ حضور اپنے دفتر سے واپس آئے اور اپنے کمرے میں جاتے ہوئے چند لمحوں کیلئے ہال میں رک گئے۔ کچھ دیر T.V پروگرام پر نظر ڈالی اور چلتے چلتے اس پروگرام کے بیکار ہونے پر کوئی تبصرہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا’’ تو پھر اچھے پروگرام کہاں سے لائیں؟ فرمایا ’’ہاں یہ تو ہے‘‘ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ آپ بنی نوع انسان کیلئے اس دور کا ایک انقلابی ٹیلیویژن اسٹیشن قائم فرما دیں۔ ایسا T.V اسٹیشن جسکی پوری دنیا میں نظیر نہیں ملتی اور نہ مل سکتی ہے۔ حضور نے M.T.A کیلئے اتنی محنت کی ہے کہ اسکا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اسے صرف وہی لوگ جانتے ہیں جنھیں حضور کے قریب میں کام کرنے کا موقع ملا۔ حضور نے بلا مبالغہ اپنے اوقات کے ہزاروں گھنٹے M.T.A پر صرف فرمائے۔ اپنے ذہن وقلب کے تمام قوتیں اس پر نچھاور کر دیں۔ میں نے ایک بار ہارٹلے پول میں حضور کے M.T.A پر آنے والے پروگراموں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا بہت زیادہ وقت اس کام پر صرف ہوتا ہے فرمایا یہ تو بہت کم ہے جو آپ لوگ دیکھتے ہیں۔ اسکے پیچھے میں جتنے گھنٹے

اس پر صرف کرتا ہوں وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ نہ صرف یہ کہ M.T.A کے قیام کیلئے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کی خودنگرانی فرمائی اور ہدایات دیں، پروگراموں کی تیاری کیلئے دنیا بھر کی جماعتوں کو ایک ایک بات کی تفصیل میں جا کر ہدایات دیں۔ ناظر صاحب اعلیٰ کے نام ہدایات پر مشتمل صرف ایک خط ہی جو اس وقت میرے سامنے ہے، 5 صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں بھی اتنی زیادہ ہدایات درج ہیں کہ ابھی کئی اور بے شمار پروگرام ان ہدایات کے تابع بننے باقی ہیں۔

جب خطبات کی ٹرانسمیشن کا انتظام جاری ہوا تو حضور نے ارشاد فرمایا:

''خطبات کی سیٹلائیٹ ٹرانسمیشن کا یہ سلسلہ اب انشاء اللہ جاری رہے گا۔ اللہ کرے غیروں تک بھی آواز پہنچے اور وہ بھی فائدہ اٹھائیں۔''

M.T.A ٹیلیویژن کی دنیا میں محض ایک اور نام کا اضافہ ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان پیشگوئی کے پورے ہونے کا عملی ثبوت ہے کہ امام مہدی کی تائید میں آسمان سے ایک منادی کی آواز آئے گی کہ

ھذا خلیفہ اللہ المھدی

آج سے تیس چالیس سال پہلے بھی یہ محض ایک ناممکن بات نظر آتی تھی۔ مگر آج اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ثبوت ساری دنیا سے مل رہا ہے۔

اس ارشاد میں یہ بھی مضمر تھا کہ خود حضرت امام مہدی کی ذاتی آواز دنیا میں نشر نہیں ہوگی بلکہ ایک منادی یہ صدا لگائے گا۔ اس طرح حضرت خلیفہ المسیح الرابع ہی وہ خوش نصیب وجود ہیں جنہیں سب سے پہلے وہ منادی بننا نصیب ہوا۔ جس کی بشارت دی گئی تھی۔

MTA کے ذریعہ سے نہ صرف آپ کے خطبات اور ان کا رواں ترجمہ کئی زبانوں میں نشر ہونے لگا بلکہ آپ کی مجالس عرفان اور مختلف زبانوں مثلاً عربی، انگلش، جرمن، فرنچ، بوسنین، بنگالی زبانیں بولنے والے لوگوں سے آپ کی ملاقاتیں بھی نشر ہوتی تھیں۔

اِن مجالس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل ہوتے اور آپ سے سوالات کرتے اور آپ دینی تعلیم کی روشنی میں ان کے جوابات ارشاد فرماتے۔ یہ سوالات صرف مذہبی موضوعات پر ہی نہیں بلکہ سائنس، طب، فلسفہ، تاریخ، اخلاقیات، عالمی سیاست، حالات حاضرہ اور دیگر موضوعات سے بھی متعلق ہوتے۔ ان مجالس میں بعض اوقات مخالف اپنی طرف سے بڑے چبھتے ہوئے سوالات کرتے مگر حضور کے مسکت جوابات سے لاجواب رہ جاتے۔

پھر اِسی MTA کے ذریعہ سے آپ کی ترجمۃ القرآن کلاس اور رمضان المبارک میں قرآن کا درس بھی نشر ہوتا رہا۔

حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ نے جب ایم ٹی اے کا اجرا فرمایا جو جماعت کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے تو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا 1973 کا ایک حوالہ بھجوایا جو کہ درج ذیل ہے۔

''1990ء اور 1995ء کے درمیان خدا تعالیٰ دنیا کو ایک ایسی روحانی تجلی دکھائے گا جس سے غلبہ (دین) کے آثار نمایاں اور واضح ہو جائیں گے''

(بحوالہ خالد ستمبر 1973ء ص9)

حضور نے لکھا کہ اصل حوالہ بھجوائیں چنانچہ خلافت لائبریری سے متعلقہ صفحہ

کی فوٹو کاپی حضور کو بھجوائی اُس کا جواب آیا۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سے اپنی باتیں اور وعدے پورے فرمائے جماعت کو غیر معمولی تجلی کے نشان دکھائے۔ ماشاء اللہ۔ اللہ آپ کے علم و معرفت، اخلاص، وفا میں غیر معمولی ترقی دے۔ ”ایک اور خط میں لکھا“ آپ کا خط ملا جس میں آپ نے 1990ء / 1995ء کے سالوں کے دوران غیر معمولی تجلیات کے ظہور کا ذکر کیا۔

MTA کا آغاز جنوری 1994ء کو ہوا حضورؒ نے اُس روز MTA پر پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمانا تھا۔ اس روز صبح حضور انورؒ نے اپنے ایک قریبی رفیق سے فرمایا: ”آج جمعہ پر میں نے براؤن رنگ کی اچکن پہننی ہے۔ اسے استری کر کے لے آئیں“ خاکسار نے تعمیل ارشاد کی لیکن جب حضور انورؒ نماز جمعہ کے لئے تشریف لائے تو سیاہ رنگ کی اچکن پہنی ہوئی تھی۔ خاکسار بڑا حیران ہوا۔

اس روز نماز عصر کے بعد خاکسار دفتری ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو مجھے دیکھتے ہی فرمایا: کہ ”اب آپ پوچھیں گے کہ میں نے براؤن کلر کی اچکن کیوں نہیں پہنی“۔

خاکسار خاموش رہا۔ فرمانے لگے کہ ”براؤن اچکن اور کالی اچکن دونوں ساتھ ساتھ لٹکی ہوئی تھیں۔ میں جمعہ پر جانے کے لئے جب اچکن پہننے لگا تو براؤن اچکن پر ہاتھ ڈالا لیکن ہاتھ خود بخود کالی اچکن پر چلا گیا۔ دوسری مرتبہ پھر براؤن اچکن کو پکڑنے لگا تو ہاتھ کالی اچکن پر چلا گیا۔ چنانچہ کالی اچکن اتار کر پہن لی۔ کالی اچکن کے کالر کے اندر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کرتہ کا ایک ٹکڑا ساتھ لگا ہوا ہے“۔

فرمانے لگے ”یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر تھی جو میرا ہاتھ کالی اچکن پر لے جاتی تھی۔ آج جماعت کی تاریخ میں MTA کا آغاز ہو رہا ہے اور کسی بھی خلیفۃ المسیح کا پہلا خطبہ جمعہ ہے جو T.V پر Live آرہا ہے۔ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس تاریخی موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے کا تبرک ساتھ رہے اور اللہ نے ہی مجھے یہ تبرک والی اچکن پہنائی“۔

(رسالہ خالد اپریل 2004ء ص103,104)

اپریل 1996ء میں جب ایم ٹی اے کی چوبیس گھنٹے کی نشریات شروع ہوئیں تو ہم نے حضور انور کو سٹاف کے ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ حضور انور نے فرمایا: ”نہیں، یہ دعوت نہیں کریں گے آپ“ دل خوف سے بھر گیا کہ شاید ہم سے کوئی گستاخی ہو گئی ہے۔ پھر بڑی محبت سے فرمایا: ”یہ دعوت میری طرف سے ہو گی“ اور پھر حضورؒ نے خود کھانا پکانے والوں کو کھانے کی فہرست دی اور ذاتی ہدایت کے تحت کھانا تیار کروایا۔ نہایت ہی لذیذ اور منفرد کھانا تھا۔ سب لوگ انگلیاں چاٹتے رہ گئے۔ جب میٹھے کی باری آئی تو ذرا سا چکھ کر دیکھا پھر صاحبزادہ لقمان احمد صاحب سے فرمایا کہ حضور کی رہائش گاہ سے ایک خاص کیوڑے کی بوتل لے کر آئیں۔ بوتل نئی تھی۔ حضور نے خود اس کی سِیل توڑی اور کافی زیادہ کیوڑہ کھیر میں انڈیل دیا۔ خاکسار نے ڈرتے ڈرتے عرض کی کہ حضور شاید زیادہ ہو گیا ہے۔ حضور محض مسکرا دیے اور اپنے دست مبارک سے خاکسار اور رفیق حیات صاحب کی پلیٹیں کھیر سے بھر دیں۔ اس کھیر کی لذت آج تک محسوس ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد حضور نے فرداً فرداً ہر کارکن کو شرف ملاقات بخشا اور ٹی وی پر ہر ایک کا تعارف خود کروایا۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص270)

حضورؒ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس طرح محنت کے ساتھ میں آپ کی تربیت کر رہا ہوں اللہ کے فضل سے قرآن و حدیث کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی باتیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں یہ میرا ہی کام ہے۔ مجھے ہی اللہ توفیق بخش رہا ہے کیونکہ اس نے مجھے جماعت کا سربراہ بنایا ہے۔ یہ وہی ہے جس نے میری آواز میں برکت رکھ دی ہے کہ آپ اسے سننا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کے ہاں براہ راست خطبات سننے کا انتظام ہو جائے، کم از کم ہفتہ میں ایک دفعہ خود دیکھیں اور سنیں تو اس کے نتیجہ میں مَیں امید رکھتا ہوں کہ بہت برکت ملے گی۔ اگر یہ کریں تو آپ کو ایک بیت الذکر ہی نہیں بہت سی بیوت الذکر بنانے کی توفیق ملے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حق میں میری امنگیں پوری فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 15 تا 21 مئی 1998ء)

خدام سے محبت

مکرم سید نصیر احمد صاحب چیئرمین MTA انٹرنیشنل فرماتے ہیں:

MTA کے پروگراموں میں کھانے وغیرہ کی چیزیں آتیں تو خصوصی طور پر یہ استفسار فرماتے کہ لڑکوں کو کھانا ملا ہے یا نہیں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ رات گئے حضورؒ اپنی رہائش گاہ سے نکل کر MTA میں تشریف لے آئے اور کارکنان سے ان کے کھانے وغیرہ کے متعلق استفسار فرمایا۔ پھر خود ہی گھر سے کھانے کی اشیاء منگوا کر کارکنان کو پیش کیں۔

(خالد مارچ، اپریل 2004ء صفحہ 265)

مکرم محمود احمد شاہد صاحب مشنری انچارج آسٹریلیا تحریر فرماتے ہیں:

حضورؒ ہمیشہ ہی جماعت کے نوجوانوں میں بہت دلچسپی لیتے اور اُنکی تربیت کی خاطر انہیں ہمیشہ زیادہ وقت دیتے اور انکی ہر تقریب میں شرکت فرماتے۔

خدام کی صحت کے بارے میں ہمیشہ خیال رکھتے۔ مجھے یاد ہے کہ اجتماع کے دنوں میں بعد نماز فجر اجتماعی ورزش کرواتے تھے۔ آپ نے ورزش کے زینے کے نام سے ایک کتابچہ بھی تیار فرمایا تھا۔ مجھے برادرم شیخ ریاض محمود صاحب نے بتایا کہ حضورؒ جب خدام الاحمدیہ کے عہدیدار تھے تو میٹنگ، اجلاسات اور اجتماعات کے موقع پر خدام کی صحت کے بارہ میں عہدیداروں اور خدام کو بھی صحت وتندرستی کے بارہ میں متوجہ کرتے اور فرماتے کہ صحت مند نہ ہوں تو خدمت کس طرح کر سکیں گے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص189)

خدام کی دلجوئی

ایک دوست لکھتے ہیں:

خاکسار آخری بار مشرقی افریقہ 12 دسمبر 1974ء کو گیا تھا۔ اور پورے چودہ برس بعد 12 دسمبر 1988ء کو واپس ربوہ آیا۔ اس سارے عرصہ میں خاکسار ایک بار بھی واپس پاکستان نہ آسکا تھا۔ 1985ء میں گیارہ سال گزرنے پر خاکسار نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ جماعتی ضروریات کے لئے عاجز کا یہاں رہنا ابھی ضروری ہے تو خاکسار کے اہل وعیال کو ایک ڈیڑھ ماہ کے لئے پاکستان جانے کے لئے اجازت کی درخواست ہے کیونکہ اس عرصہ میں خاکسار کے سسر صاحب کی وفات

بھی ہوئی ہے اور ہم اس موقعہ پر نہ جا سکے تھے۔ حضورؒ نے فوراً اجازت مرحمت فرمائی بلکہ ساتھ ہی لندن مشن کو ہدایت فرمائی کہ اجازت کے ساتھ خاکسار کی اہلیہ اور چاروں بچوں کے ائیر ٹکٹس (Return) بھجوائے جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر خادم سمجھتا ہے کہ حضور اس پر ہی شفقت فرماتے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ آپ کا دل ہر ایک کے لئے ہی بہت شفیق تھا۔

(الفضل 31 جولائی 2003ء)

پیارے آقا نے ایک اور موقعہ پر جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”براہ راست مجھے سُنا کریں۔ جن کو خدا نے توفیق بخشی ہے ان کو چاہیے کہ احمدیہ ٹیلی ویژن کے ڈش انٹینا لگائیں۔ اس سے ان دلوں میں بہت پاک تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔ اگرچہ بہت سے علماء ہیں، بہت اچھی اثر انگیز تقریریں کرتے ہیں لیکن جماعت احمدیہ کے کان میری باتوں کے سننے کے عادی ہیں اور جس طرح میری باتوں پر عمل کرتے ہیں کسی اور کی باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ میری باتوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ اس لئے براہ راست ان باتوں کو سن کر دیکھیں۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص 141)

عالمی بیعت کا نقشہ

حضورؒ نے پہلی عالمی بیعت کے موقع پر عالمی بیعت کی تجویز کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''عالمی بیعت کی تجویز اس وقت میرے دل میں آئی جب ابھی اس سال کے آغاز میں کل دس ہزار افراد کی بیعتوں کی اطلاع ملی تھی اور (جلسہ سالانہ کی آمد تک) سال کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں نے کہا ہے کہ سال بھر میں ایک لاکھ ہی کافی ہے تو مجھے اس سے بے چینی پیدا ہوئی لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ اس نظارے میں میں اپنی بات پہنچا نہیں سکتا تھا صرف سن رہا تھا کہ یہ گفتگو ہو رہی ہے۔ میں نے چوہدری حمید نصر اللہ صاحب اور ان کی بیگم کو لکھ بھیجا اور مجھے اس سے تشویش پیدا ہوئی کہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ لمبی زندگی نسبتاً دے دے لیکن کام کا صرف ایک ہی سال ملے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

1983ء میں آپ پر شدید بیماری کا حملہ ہوا اور اس وقت تک جو وہ کام کر سکے ہیں عملاً اس کے بعد پھر رفتہ رفتہ عملی کام سے الگ ہونا پڑا ان کو یعنی بھرپور کام کی صرف ایک سال توفیق ملی ہے پھر آپ کو پاکستان جانا پڑا بیماری کی وجہ سے اس کے بعد پھر طبیعت گرتی چلی گئی ہے کمزور ہوتی چلی گئی ہے پھر مطالعہ پر آ گئے تھے۔

(ماہنامہ خالد دسمبر 1985ء ص 16)

عالمی بیعت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1993ء میں عالمی بیعت کا آغاز

فرمایا۔ اس کے بعد ہر سال جلسہ ہائے سالانہ کے روح پرور مناظر میں عالمی بیعت کو بھی ایک خاص اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ اس تاریخی عالمی بیعت کی سن وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

1993ء	2,04308
1994ء	4,21753
1995ء	8,47725
1996ء	16,02721
1997ء	30,04585
1998ء	50,04591
1999ء	1,80,20226
2000ء	4,13,08975
2001ء	8,10,06721
2002ء	2,06,54000
میزان	16,48,75,605

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص149)

حرف آخر

ایم ٹی اے روشنی کا یادگار اور فلک بوس مینار ہے جس سے الحاد اور ضلالت کی تاریکیاں پاش پاش ہو رہی ہیں۔ اور کروڑوں احمدی اپنے دل و دماغ اور سینے اس

سے منور کر رہے ہیں اور گھر گھر علم و معرفت کی نئی سے نئی شمعیں روشن ہو رہی ہیں اور بلاشبہ مستقبل میں جہانِ نو کی تعمیر اور دینِ حق کی عالمگیر لیگ آف نیشنز کا قیام اسی بے نظیر نظام سے وابستہ ہے۔ ربِّ کعبہ کی قسم!! خدائے ذوالجلال نے اسی منزل حق تک جلد سے جلد پہنچنے کے لئے اپنے دستِ قدرت سے ہمیں خلافتِ خامسہ کی جلیل القدر اور مُہتم بالشّان نعمت و برکت سے نوازا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا شعر ہے۔

بڑھے چلو براہ دیں خوشا نصیب کہ تمہیں
خلیفۃ المسیح سے امیر کارواں ملے

(کلامِ طاہر صفحہ 87)

وطن اور پیاروں کی کربناک یادیں

حضورؒ اپنے غم کو اپنی ذات تک محدود رکھتے

آپ کی صاحبزادی محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ فرماتی ہیں:

حضورؒ کی ایک عادت عام روش سے بالکل ہٹ کر تھی۔ عام طور پر لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے غم میں دنیا ان کا ساتھ دے اور خوشیاں اپنی ذات تک محدود رکھتے ہیں۔ حضورؒ خوشیوں کو بانٹا کرتے تھے اور غموں کو اپنے تک محدود کر لیتے تھے۔ جب بھی باہر سے ہمارے لئے کچھ لاتے، ساتھ ویسی ہی چیزیں کچھ دوسرے بچوں کیلئے بھی لایا کرتے۔

(رسالہ خالد مارچ، اپریل 2004ء ص26)

قادیان سے محبت

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

آپ کو مادرِ وطن سے جدائی کا صدمہ بھی اٹھانا پڑا۔ اپنے والد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تڑپ بھی دیکھ رہے تھے قادیان کی مقدس بستی جہاں پیدا ہوئے گلیوں میں کھیلے کودے یکدم چھٹ گئی۔ اب ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے تو زمین، مکان، دولت جہان کے لئے نہیں قادیان کے لئے دعا ہوتی۔

یہ احمدی وہ ہیں کہ جن کے جب دعا کو ہاتھ اٹھیں
تڑپ تڑپ کے یوں کہیں کہ ہم کو قادیان ملے۔

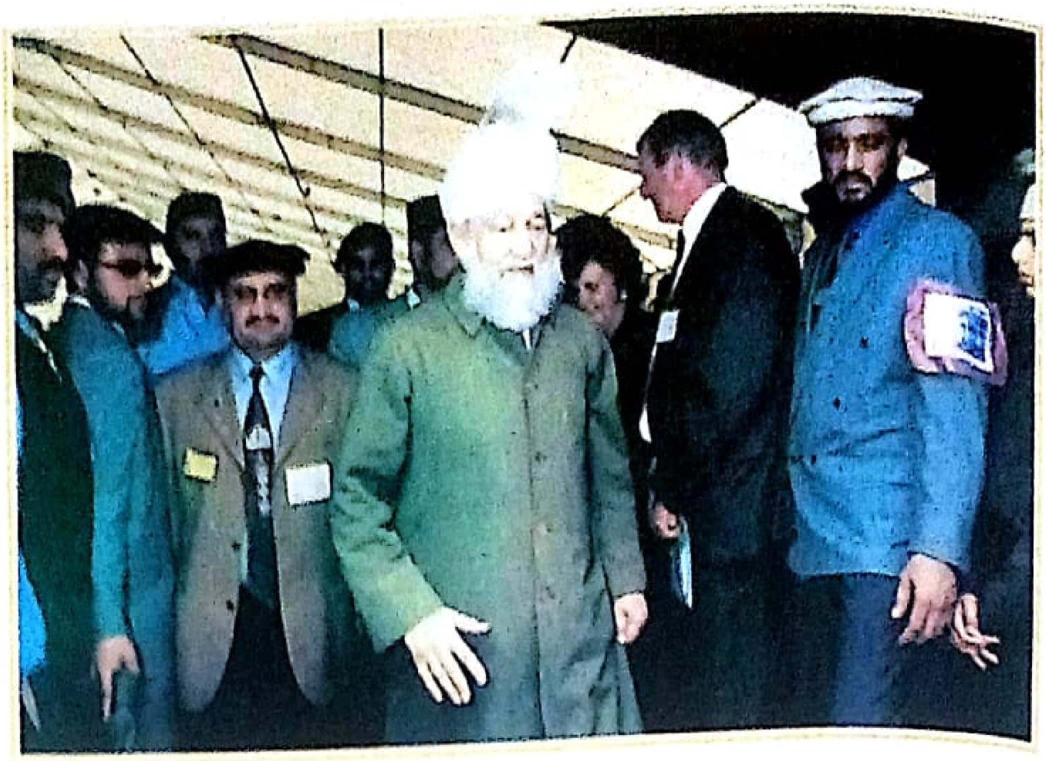

حضرت مسیح موعود کا مبارک کوٹ پہنے عالمی بیعت کے لیے تشریف لاتے ہوئے (2002ء)

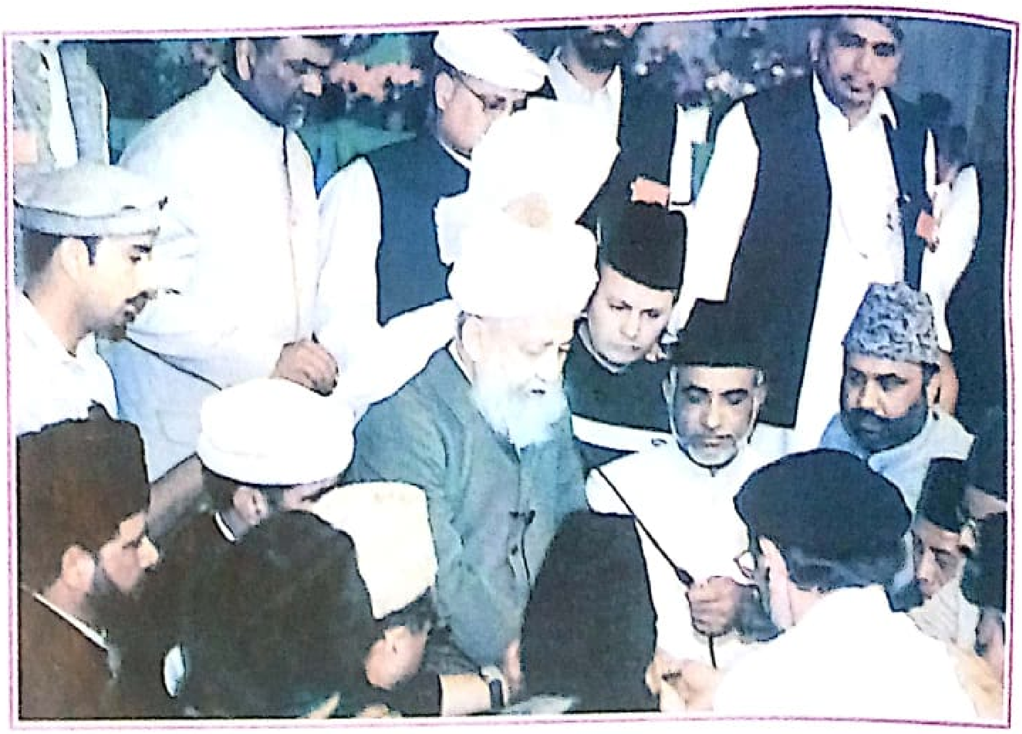

خلافتِ رابع کے دور کی آخری عالمی بیعت کا ایک منظر (2002ء)

قادیان اپنے روحانی مرکز ہونے کی وجہ سے محبت اور تکریم کا مرکز بھی رہا۔ ربوہ کی بستی آباد ہوگئی مگر قادیان کا مقام اپنی جگہ ہے۔

ربوہ میں آج کل ہے جاری نظام اپنا
پر قادیان رہے گا مرکز مدام اپنا

1947ء سے 1991ء تک چوالیس سال قادیان سے دور رہنے کے بعد جب قادیان کے لئے رخصت سفر باندھا تو جذبات نظم میں ڈھل گئے۔

اپنے دیس میں اپنی سندر سی بستی تھی اس میں اپنا ایک سندر سا گھر تھا۔ میں ملکوں ملکوں پھرا مگر اس کی یادیں ساتھ لئے پھرا کبھی میرا تن من دھن اس کے اندر تھا اب وہ میرے من میں بستی ہے۔ اس کے رہنے والے سادہ اور غریب تو تھے لیکن نیک نصیب تھے۔ ہر بندہ دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ بڑے سچے لوگ تھے وہ بڑی سچی بستی تھی۔ ہاں جو جتنا بڑا تھا اتنا ہی خاکسار تھا۔ اس دھرتی میں وہ موعود مسیحا پیدا ہوا جس کا صدیوں سے انتظار تھا اس نے آکر دین حق کا احیاء کیا پوری دنیا سے حق آشنا یہاں جمع ہوتے۔ اس قدر پھل پڑا کہ زندہ درخت میووں سے لد گئے۔ اس مسیح موعود کی صورت میں جو نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا عاشق تھا۔ میں نے بھی اس سے فیض پایا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی محبت ملی گویا خود خدا تعالیٰ مل گیا۔ کیڑی سے کم تر کے گھر نارائن آ گیا۔ اس کے سارے کام سنوار دئے۔ برہا کے مارے اپنے گھر آئے۔ اپنے مینارے دیکھے ساری بستی پر انوار الٰہی کی بارش برستی دیکھی۔ آنے والوں کے ساتھ فرشتے پر پھیلائے آئے۔ سب کے سروں پر رحمت کا سایہ ہے۔ سب کے چہروں پر نور الٰہی ہے۔ سب کی آنکھوں میں پیار دیکھا

اس منظر میں ایک کمی رہی حضرت خلیفہ المسیح الثانی اور دوسرے عشاق جواب اس دنیا میں نہیں رہے۔ زندگی کی آخری سانس تک صبر و رضا سے اس آس میں رہے کہ کاش خدا قادیان لے جائے یہ بستی سدا سہاگن ہے اس میں وہ ہستی پیدا ہوئی جو نوروں کا ایک سمندر تھی۔ جس سے نوروں کے سوتے پھوٹے۔ ایک اللہ کا نام باقی رہے گا اسے جس بھی نام سے پکارلو واہے گرو، ایشر، اللہ اکبر۔

جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر جس والہانہ انداز میں آپ گلی کوچوں میں گھومے پھرے، جس گداز سے آپ نے عبادت کی، جس وسعت سے اس کے مقام اور وقار کو سجانے سنوارنے کے منصوبے بنائے، جس طرح آپ نے سلامتی کے تحفے فضا میں بکھیر دیئے طویل، دلفریب، ایمان افروز داستانیں ہیں جو ہم نے ظاہری اور باطنی آنکھوں سے دیکھیں۔

بنا ہے مہبط انوار قادیان دیکھو
وہی صدا ہے سنو بوسدا سے اٹھی ہے کنارے گونج اٹھے
ہیں زمیں کے جاگ اٹھو
کہ ایک کروڑ صدا اک صدا سے اٹھی ہے

(الفضل 30 جولائی 2003ء)

ربوہ سے والہانہ پیار

محترمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

ہجرت اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتی ہے دین و دنیا میں ترقیات اور اجر و ثواب کا

باعث ہوتی ہے مگر اپنے ساتھ جو کسک اور دکھن لے کر آتی ہے اس کے سلسلے بہت وسیع اور طویل ہوتے ہیں۔ دریائے چناب کے کنارے بسنے والی پریم نگری ربوہ مٹی دھول اور موسم کی شدتوں کے باوجود اپنے مکینوں کے جذبہ ایمانی سے کوئی آسمانی بستی لگتی ہے حضور جب ربوہ آئے تو تقریباً 20 سال کے ہوں گے جوانی کا بھرپور زمانہ اس روح پرور ایمان آفریں ماحول میں گزرا۔ یہیں شادی ہوئی اولاد کی نعمت نصیب ہوئی ردائے خلافت پہنائی گئی اور اچانک ایک دن یہ بستی بہشتی مقبرے اور مقدس مزاروں کی یہ بستی چھٹ گئی بھرے گھر سے اٹھے۔ مرکز بھی نہ دیکھا دروازے پر تالے پڑے رہ گئے۔ ربوہ کے درویشوں سے پھر ملاقات نہ ہوسکی۔ ربوہ اور اہل ربوہ کے ذکر پر آپ کا گلا سوکھ جاتا اور آواز بھرّا جاتی۔

کبھی کبھی امید کی کرن جاگتی تو ربوہ آنے کی خواہش مچل کر لبوں تک آ جاتی۔ آپ کے الفاظ میں ربوہ کے رمضان المبارک کا نقشہ محسوس کیجئے۔

آج کی رات ربوہ کی زمین ذکرِ الٰہی سے اس طرح بھر گئی ہے گویا کہ خدا خود یہیں اُتر آیا ہے۔ لوگ تو طعن سے اسے جنت کہتے تھے جنت ہی نہیں یہ تو خُلدِ بریں ہے۔ یہاں کے خاک نشیں اپنی مرضی سے دل کھول کے خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ کوئی انہیں کافر قرار دینے والا ادھر آ نکلے تو ربوہ کے ہر مکین کی جبین پر سجدوں کے نشان اسے اپنے عقیدے کا مفہوم سمجھا دیں۔ ہمیں اس کی پرواہ ہی نہیں کہ ’’کافر ملحد دجال‘‘ کیوں کہا جاتا ہے ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ اللہ اور رسول اللہ کے عاشق اگر کہیں ہیں تو بس ربوہ میں ہیں۔ جو راتوں کو اُٹھ کر خدا کے حضور اس قدر روتے ہیں کہ لگتا ہے جان ہی دے دیں گے۔ اس ماحول کا تصور اس نور بار کفیت کو

محسوس کرنے والا ہی کر سکتا ہے دل کرتا ہے یہ سیمیں لمحات اسی طرح ہولے ہولے ربوہ پرنور کے گالوں کی طرح اترتے رہیں۔

اس پر بہار باغ سے جدا ہو کر نہ مالی کو چین آیا نہ باغ کو قرار نصیب ہوا طائر اڑ گیا نشیمن اداس رہ گیا۔ نشیمن سے اداسی کے پیغام جاتے تو آپ بے چین ہو جاتے

بس نامہ بر اب اتنا تو جی نہ دکھا کہ آج
پہلے ہی دل کی ایک ایک دھڑکن اداس ہے

آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بن باسیوں کی یاد میں صرف گھر اداس ہیں۔ بن باسیوں کے من کی اداسی مجھ سے زیادہ تو نہیں میری غم نصیب آنکھوں میں بسنے والو! درد مہجوری سے تڑپنے والو!! ادھر بھی یہی حال ہے۔

آنکھوں سے جو لگی ہے جھڑی تھم نہیں رہی
آ کر ٹھہر گیا ہے جو ساون اداس ہے
بس یاد دوست اور نہ کر فرش دل پہ رقص
سن! کتنی تیرے پاؤں کی جھانجھن اداس ہے

پیارے حضور نے حضرت موسیٰؑ کی دعا کو نظم فرمایا آخری بند پڑھنے اور کئی بار پڑھے۔

بے ٹھکانہ ہوں گھر نہیں اپنا
سر پہ چھت ہے نہ بام و در اپنا
گاؤں کی چمنیوں سے اٹھتا ہے
گو دھواں وہ مگر نہیں اپنا

دل سے یہ شعلہ سا نوا اٹھی
مصر جانے کو جی مچلتا ہے
پر اکیلا ہوں خوف کھاؤں گا
دست و بازو کوئی عطا کر دے
لوٹ کر تب وطن کو جاؤں گا
دل سے یہ مضطرب دعا اٹھی

(الفضل 30 جولائی 2003ء)

حب الوطنی

وطن اور اہل وطن سے محبت کے ساتھ واپسی کی راہوں کے مہیب مراحل کا شعور ہو تو بے بس آرزوئیں اندر ہی اندر درد کی لہریں پیدا کرتی ہیں۔ یہ گھٹا گھٹا درد بڑا کھا جانے والا ہوتا ہے۔ ایسے میں مشرق کی طرف سے آنے والی ہواؤں کے سندیسے ہی زندگی کا سامان بنتے ہیں۔ وطن سے آنے والے کسی بھی مسافر کا ہاتھ پکڑ کر کسی سایہ دیوار میں بیٹھ کر فرمائش ہوتی ہے۔

آ بیٹھ مسافر پاس ذرا مجھے قصہ اہل درد سنا

مجھے ان کا حال سناؤ جو پیار کی پیاس بجھانے سمندر پار نہیں آسکتے۔ مجھے اس بے بسی سے اندازہ ہوا ہے کہ کس طرح ہر دور افتادہ اویس پر لخت جگر سے بڑھ کر پیار آتا ہے۔ اے مسافر! تو جور و جفا کی نگری، صبر و رضا کے دیس سے آیا ہے۔ تجھے تو سب علم ہوگا کہ غیروں نے میرے پیاروں پر کیا کیا ستم ڈھایا ہے۔ تو آنکھوں میں لکھی شکووں کی کہانی جانتا ہے۔ تو میرے محبوبوں پر نازل ہونے والی بلاؤں سے

واقف ہے۔ مجھے تو کئی برس ہو گئے یہ حالات دیکھتے دیکھتے اندیشہ یہ ہے کہ کیا یہ ظلم و ستم ہی میرے وطن کی پہچان ہوں گے؟

مجھے ان مظلوموں، مجبوروں، محروموں کا حال سناؤ جو راہ مولیٰ کے اسیر ہیں۔ جن کی پیشانیوں کی روشنی سے وطن کی جیلوں میں اجالے ہیں۔ میرے ہم وطنوں کی باتیں بھی عجیب ہیں خدا کو اس وقت پکارتے ہیں جب کوئی مشکل درپیش ہو ورنہ معابد کے میناروں سے نفرت کی منادی ہوتی ہے۔ بلبل کو وطن سے نکال دیا ہے کوے اور ناگ بے روح بے جان صدائیں دیتے ہیں۔ صرف احمدی ہی نہیں وطن میں سب اہل وطن آزادی سے محروم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جماعت کو ہمیشہ ہی وفا کے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے اُحد، مکہ، طائف، شعب بو طالب، میدان کربلا میں خدا کی راہ میں قربانیاں دی گئیں۔ شیطان اللہ والوں پر پتھر برساتے ہیں کہیں دار پر لٹکاتے ہیں۔ احمدیوں کو بھی آزمائشوں سے گزر کر وفا کے امتحان دینے پڑے جو واقعہ کابل میں سید عبداللطیف شہید کے ساتھ پیش آیا یہاں پے در پے جیسے تسبیح کے دانے گرتے ہیں قربانیاں دی گئیں۔ مردان، سکھر، سکرنڈ، پنوں عاقل، وارہ، لاڑکانہ، حیدر آباد، نواب شاہ، کوئٹہ، اوکاڑہ، لاہور، گوجرانوالہ، ٹوپی، خوشاب، ساہیوال، فیصل آباد، سرگودھا میں جان کے نذرانے پیش کئے گئے۔ معابد سے کلمۂ توحید مٹائے گئے ہر طرح کے ظلم آزمائے گئے مگر نصرت الٰہی سے ہر گام ترقی کی طرف اٹھا۔ ہر واقعہ جو پاکستان کے احمدیوں کے ساتھ پیش آیا آپ کا دل بڑھاتا رہا۔ یادوں کی یہ بارات آپ کے دردمند دل کو بے چین رکھتی۔

عجب مستی ہے یادِ یار مے بن کر بستی ہے
سرائے دل میں ہر محبوب دل رندانہ آتا ہے
وہی رونا ہے ہجر یار میں بس فرق اتنا ہے
کبھی چھپ چھپ کے آتا تھا اب آزادانہ آتا ہے

(الفضل 30 جولائی 2003ء)

حضورؒ نے ایک موقعہ پر فرمایا:

''پاکستان کے احمدیوں کے نام بالخصوص میرا یہ پیغام بھی ہے کہ:

آنحضور ﷺ کے اس مقدس فرمان کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور حرز جان بنائیں کہ حب الوطن من الایمان وطن کی محبت ایمان ہی کا ایک جزو ہے۔ وطن کی محبت میں اپنی سنہری درخشندہ تاریخ کی حفاظت کریں۔ یہ وہ عزیز وطن ہے جس کے قیام میں آپ نے عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں اور قائداعظم محمد علی جناح نے جس خدمت کیلئے آپ کو بلایا آپ نے پورے خلوص کے ساتھ ان کی آواز پر لبیک کہا جب بھی وطن عزیز کو کوئی خطرہ پیش آیا آپ صف اول کی قربانیاں کرنے والوں میں شامل رہے۔ تاریخ پاکستان میں دوسرے محبان وطن کے دوش بدوش آپ کے نام بھی انمٹ سنہری حروف میں کندہ رہیں گے۔

یاد رکھیں آپ نے اپنی اس حیثیت کو ہمیشہ برقرار رکھنا ہے۔ صف اول کے شہری کی یہی حقیقی تعریف ہے۔ بلاشبہ وہی صف اول کا شہری ہوتا ہے جو ابتلاؤں اور خطرات اور قربانیوں کے میدان میں صف اول کا محب وطن ثابت ہو۔ اگر آپ اپنے اس امتیاز کی حفاظت کریں گے تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو صف دوم یا صف سوم یا صف چہارم کا

شہری بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ دوسروں کے حقوق کے استحصال سے آپ کبھی صف اول کا شہری نہیں بن سکتے۔ ہاں اہل وطن کی خاطر اپنے حقوق کی قربانی سے آپ بلاشبہ ہمیشہ صف اول کے شہریوں میں اپنے ممتاز مقائم کو قائم رکھیں گے۔''

(الفضل 8 مئی 1984ء)

اپنے متعلق دعا کی تحریک کرتے ہوئے ایک موقع پر آپ نے یوں بھی فرمایا

''میرے لئے بھی دعا کریں کہ میں زیادہ دیر پیچھے رہنے والوں میں نہ رہوں اور پھر آپ سے آکر ملوں۔ (لیکن ربوہ اور انگلستان کی) ان کی ساری محبتیں اپنی جگہ، خدا کی قسم میرا آپ کے بغیر دل نہیں لگتا۔ میں ہر ممکن ضبط کرتا، ہر ممکن کوشش کرتا ہوں اور پاکستان کے فدائیوں کے ساتھ ایک لمبا عرصہ خدمت کا موقع ملا ہے۔ ان کے چہرے آنکھ کے سامنے پھرتے ہیں۔ ان کی محبت اور اخلاص، ان کی قربانیاں یاد آتی ہیں۔ میں یہ سوچتا ہوں، وہ کہتے ہوں گے ہمیں کس حالت میں چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ نہیں کہتے ہوں گے، مجھے پتہ ہے، مگر یہ خیال ضرور آجاتا ہے۔ اس خیال سے تکلیف بھی بہت ہوتی ہے۔ اس لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جو بھی فضل اور خیر کی تقدیر ظاہر فرمانا چاہتا ہے اب جلد ظاہر کردے۔ دن بہت لمبے ہوگئے ہیں۔''

(انصاراللہ۔ جولائی 1985ء ص 20)

مشرق کے باسیوں سے پیار

محترمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ فرماتی ہیں:

کبھی دیار مشرق کے باسیوں کو غریب الوطن کی چاہتوں کے سلام کے

ساتھ یہ پیغام آتا کہ میرے شام وسحر کی کیفیت آپ کے صبح وشام پر منحصر ہے میرے مقدر کے زائچے میں خوشیاں جھلک رہی ہیں میرے جام میں جو مے ہے دراصل تمہارا خون جگر ہے۔ میری ذات تم سے کوئی الگ نہیں ہے تم ہی میری کائنات ہو میری زیست پر تمہاری یادوں کا عنوان لگ چکا ہے۔ اے میرے سانسوں میں بسنے والو! تم کبھی بھی مجھ سے جدا نہیں ہوئے۔ یہ تعلق جو خدا نے باندھا ہے ہمیشہ قائم رہے گا میرے نغمے، میری دعائیں سب تمہارے لئے ہیں تمہارے درد والم سے ہی میری عبادت میں سوز وگداز پیدا ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں مٹانے کے عزم لے کے اٹھنے والے خاک کے بگولوں کی خدا خاک اڑا دے گا انہیں رسوائے عام کردے گا تم خدا کے شیر ہو تمہارے سامنے ان جنگلی جانوروں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ بساط دنیا جہان نو کے حسین اور پائیدار نقشے ابھار رہی ہے۔ سارا نظام بدل رہا ہے فتح وظفر کی چابیاں مقدر نے تمہیں تھمادی ہیں تمہارے سر پر خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت اور رحمت کا سائباں ہے دین حق کی شاہراہوں پر جرات وشجاعت سے آگے بڑھتے رہو۔

جلسہ سالانہ یوکے 1987ء میں پڑھی جانے والی نظم کا آغاز دور دیسوں سے آنے والے قافلوں کی آمد پر خوشی کا اظہار تھا جو ایک غریب الوطن کے لئے پیار کے پھول اور اخلاص ووفا کی مشعلیں لے کے آئے تھے آپ سب کو دیتے ہیں تم نے میری ترسی نگاہوں کی سیرابی کا سامان کیا تم پر فرشتے پھول نچھاور کریں ترقی کی راہیں کشادہ ہوں میری آرزوئیں دعائیں بن کر رنگ لائیں تم سے زندگی کا ہر غم دور ہو جائے۔ تم نور کی شاہراہوں پر آگے بڑھو اور اس تیز رفتاری سے کہ سال کے فاصلے لمحوں میں طے ہوں۔ تمہاری ترقی میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی۔

اس خوشگوار استقبال کے ساتھ ان پرشکست گان کا بھی خیال آتا ہے جو پرواز نہ کر سکے اور دشمنوں کے طعن کا نشانہ بنے۔ یہ روداد غم ایسی ہے جو دل کے پردے پر خون سے لکھی ہے دل میں ایک ایسا بھی قابل احترام گوشہ ہے جو اپنے ان دوستوں کے لئے وقف ہے ان کی یادیں ایک گھٹا کی طرح آتی ہیں ان کا ذکر آنسوؤں سے بھیگا ہوتا ہے۔ خوب آہ وفغاں کا موسم بنتا ہے۔ تصور کی آنکھ سے ان سب کو دیکھتا اور ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔

نظم کے آخر میں وطن میں پا بہ زنجیر آزادیوں کا خیال آتا ہے۔ آزادی ہے تو فقط خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کی۔ وطن میں عائد پابندیوں یا ذاتی مجبوریوں میں جکڑے بے بسوں کے لئے دعا ہے کہ خدایا تو خود تسکین بن کر ان کے پہلوں میں آ جا۔ ان سے لاڈ کر۔ انہیں لوریاں دے۔ ان کا دل بڑھا۔ ان کی بلائیں دور کر۔ انہیں بتا کہ ابھی صبر کے امتحان کتنے باقی ہیں۔

(الفضل 31 جولائی 2003ء)

والدہ ماجدہ سے محبت

محترمہ امتہ الباری صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

مے خانہ غم میں درد کا پہلا جام آپ کو والدہ مرحومہ کی رحلت پر پینا پڑا نو عمر بچے کے لئے یہ اتنا بڑا حادثہ تھا جیسے پہاڑ آ گرے ہوں۔ میٹرک کا امتحان دیتے ہوئے بچے کو ایک اور کڑے امتحان سے گزرنا پڑا۔ آپ کے اور پیاری ماں کے درمیان موت کا سنگین پردہ حائل ہو گیا۔ کمرے میں ایک تصویر ہے اسی سے مخاطب

ہیں۔

تیرے لئے ہے آنکھ کوئی اشکبار دیکھ
نظریں اٹھا خدا کے لئے ایک بار دیکھ

وعدۂ ضبط الم نبھانا مشکل ہے۔ بندِ شکیب ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں۔ کتنا عجیب تجربہ ہے آنسو اپنے ہیں مگر اپنوں پر بھی اختیار نہیں۔ ماں کی تصویر سینے سے لگا کر آنسو نہیں پونچھ سکتی تصور دلاسہ دیتا ہے۔

ہم نے بار بار دیکھا آپ امی کے ذکر پر آبدیدہ ہو جاتے۔ اگر کوئی اپنی امی کی بیماری یا وفات کا ذکر کرتا تو آپ کا درد جاگ اٹھتا۔ اپنی زندگی کی شام گہری ہو چکی تھی مگر والدہ مرحومہ سے محبت اور وفا کا خراج ''مریم شادی فنڈ'' کی صورت میں دے رہے تھے۔ اب 1944ء کی ایک آرزو پوری ہو چکی ہے۔

گو جدائی ہے کٹھن دور بہت ہے منزل
پر مرا آقا بلا لے گا مجھے بھی اے ماں
اور پھر تم سے میں مل جاؤں گا جلدی یا بدیر
اس جگہ۔ مل کے جدا پھر نہیں ہوتے ہیں جہاں

کتنا اچھا لگا ہو گا جب عالم بالا میں استقبال کے لئے ہاتھ پھیلائے کھڑے ہونے والوں میں اپنی ماں کو دیکھا ہو گا۔ اب کبھی مل کر جدا نہیں ہوں گے۔

(الفضل 30 جولائی 2003ء)

پیاروں کی جدائی

عزیزوں کی اموات کے صدمات دیار غیر میں شدید تر ہو جاتے ہیں۔ حیات و ممات کے فلسفے کی [illegible] تک آپ سے زیادہ کون پہنچا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر آپ سے بڑھ کر کون راضی رہتا ہو گا مگر انسان کا دل، دل ہی تو ہے خا! محسوس کرتا ہے دکھتا ہے۔

میرے دل کے اُفق پر لاکھوں چاند ستارے روشن ہیں لیکن جو ڈوب چکے ہیں ان کی یادوں نے منظر دھندلا یا ہے۔

1992ء میں محترمہ آصفہ بیگم صاحبہ کی وفات کے ساتھ سارے عزیزوں کی یادوں نے نظموں کا روپ دھارا۔ ضبط کے بندھن تنہائیوں میں بہت بودے ثابت ہوتے دن بھر خود کو جماعت کے کاموں میں از حد مصروف رکھنے کے باوجود ایک یاد دل پر دستک دے جاتی۔ درد و زبان ملی تو دردناک مرثیے وجود میں آئے۔

موت سے کیا ہوتا ہے؟ نہ تم بدلے ہو نہ ہم۔ ہمارے سب طریق وہی ہیں صرف فاصلے بڑھے ہیں۔ دلوں کے قرب تو اسی طرح قائم ہیں۔ اس بزم جہاں میں جو کل تک تمہیں چاہتے تھے اب بھی تمہاری محبت میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں۔ سارا ماحول وہی ہے، وہی گلیاں، وہی صحن، وہی چوبارے، ہر طرف رفاقتوں کی یادیں ہیں۔ جلسے، رونقیں، بزم آرائی بھی اسی طرح ہے مہمان بھی سب وہی ہیں مگر اس منظر میں تمہاری کمی ہے۔ مجھے صرف وہ پھول، شام غم میں شفق رنگ دکھی زخموں کے پھول، اب صحن گلشن میں یہی پھول کھلتے ہیں۔ چاند راتیں ہوں، چاند ستارے ہوں، جھرنوں

کے مدھر گیت ہوں مدہوش شجر ہوں یا نیلگوں ندی کے کنارے کھلے ہوئے پھول ہوں سب میں ایک کمی ہے ایک خلا ہے۔

(الفضل روزنامہ 30 جولائی 2003ء)

بے پناہ تکلیفوں کے سمندر میں دکھوں کے طوفانوں سے لڑتا لڑتا تھک کے کنارے پر آتا ہوں تو کوئی منتظر نہیں ہوتا کوئی میرا ہاتھ نہیں تھامتا پھر میں خود کو خدا کے سپرد کر دیتا ہوں۔ اگر یہ دکھ اس کی طرف سے کوئی آزمائش ہیں تو اپنے فضلوں سے صبر و ثبات دے وہی ان کٹھن راہوں میں بھارے بوجھوں کو اٹھانے میں مدد دے۔

ہم ان نظموں کو بار بار سنتے ہیں پھر بھی کم فہم ہیں اس کرب کو محسوس نہیں کر سکتے جس سے آقا گزر رہے تھے ہماری آنکھیں یہ دیکھ رہی تھیں کہ عید آئی ہے آپ نے حسب معمول تحفے تقسیم فرمائے ہیں۔ بچیوں اور جماعت کو صبر کی تلقِین بھی فرماتے رہے۔ مگر ایک کینسر کی مریضہ کو ایک ایک قدم ایک ایک سانس موت کے منہ میں جاتا ہوا دیکھنے کی بے بسی نے آپ کو بہت متاثر کیا خود معالج ہیں مرض کے ظلم کو سمجھتے ہیں۔ سجدے میں سر رکھے آپ مولا کریم سے کچھ سال، مہینے، دن مانگتے رہے۔ عجب بے بسی میں اس کیفیت کو نظم میں بیان فرمایا۔

تری بقا کا سفر تھا قدم قدم اعجاز
بدن سے سانس کا ہر رشتہ دم بہ دم اعجاز

(الفضل 31 جولائی 2003ء)

اسیران راہ مولیٰ کا غم

اسیران راہ مولا کے دکھ اس پر مستزاد تھے۔ کبھی یہ درد مولا کے حضور راتوں کو جگاتا کبھی سسکتے ہوئے حرفوں میں ڈھل جاتا۔

ہر روز نئے فکر ہیں ، ہر شب ہیں نئے غم
یا رب یہ مرا دل ہے کہ مہمان سرا ہے
ہیں کس کے بدن دیس میں پابند سلاسل
پردیس میں اک روح گرفتار بلا ہے

راہ مولا کے اسیروں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کیا تم کو خبر ہے کہ مجھے تم سے ایک رشتہ جاں سب سے سوا ہے۔ تم زمان و مکان کی طنابیں توڑ کر میرے پاس آ جاتے ہو شب و روز صبح و مسا تم سے ملاقات رہتی ہے۔ قید اور موت کی کوٹھڑیوں میں بند اس کی تنگی کے ستائے ہوئے اسیرو ادھر دیکھو ایک شخص کھلی آنکھوں کشادہ دل اور سینے کے دروازے کھولے ہوئے تمہارا منتظر ہے۔ مجھے جب بھی تنہائی میسر آتی ہے تم گویا میرے پاس ہوتے ہو۔ تم نے میری جلوتوں میں نئے رنگ بھر دیئے ہیں۔ چاندنی راتوں میں تم میرے قریب ہوتے ہو۔ صبح کی نور بار فضاؤں میں دعاؤں میں گداز تمہاری وجہ سے ملا ہے۔ ہر دن ایسے لگتا ہے کہ ع

کیا روز قیامت ہے کہ اک حشر بپا ہے تمہارے تصور اور یادوں سے دل بھر جاتا ہے مگر پھر بھی خلا رہتا ہے یادیں تو یادیں ہی ہوتی ہیں مجھے تو تمہیں سینے سے لگانے کی حسرت اور پہلو میں بٹھانے کی تڑپ ہے اس لئے تڑپ تڑپ کر دعا کرتا

ہوں۔ یارب یہ گدا تیرے ہی در کا سوالی ہے جو بھی خیرات ملی یہیں سے ملی ہے۔ میں فقیروں کی طرح گم گشتہ اسیران رہ مولا کی خاطر مدت سے دعا مانگ رہا ہوں ہاتھ میں کشکول ہے ان راہوں میں مارا مارا پھر رہا ہوں جن پر وہ کھو گئے ہیں۔

خیرات کر اب ان کی رہائی مرے آقا
کشکول میں بھر دے جو مرے دل میں بھرا ہے
میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں ، تو میرا خدا میرا خدا ہے

(الفضل 30 جولائی 2003ء)

کلام طاہر سے منتخب منظوم کلام

اے شاہِ مکی و مدنی سیّد الوریٰ تجھ سا مجھے عزیز نہیں کوئی دوسرا
تیرا غلام در ہوں ترا ہی اسیر عشق تو میرا بھی حبیب ہے، محبوب کبریاؐ

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا پھیلتی جائے گی شش جہت میں سدا
تیری آواز اے دشمن بدنوا، دو قدم دور دو تین پل جائے گی
عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا
اے غلامِ مسیح الزماں ہاتھ اٹھا، موت بھی آ گئی ہو تو ٹل جائے گی

ہمارے شام و سحر کا کیا حال پوچھتے ہو کہ لمحہ لمحہ
نصیب ان کا بنا رہے ہیں تمہارے ہی صبح و شام کہنا
تمہاری خوشیاں جھلک رہی ہیں مرے مقدر کے زائچے میں
تمہارے خونِ جگر کے مَے سے ہی میرا بھرتا ہے جام کہنا

اے مجھے اپنا پرستار بنانے والے
جوت اک پریت کی ہردے میں جگانے والے
سرمدی پریم کی آشاؤں کو دھیرے دھیرے
مدھ بھرے سُر میں مدھر گیت سنانے والے
اے محبت کے امر دیپ جلانے والے
پیار کرنے کی مجھے ریت سکھانے والے

آئے وہ دن کہ ہم جن کی چاہت میں گنتے تھے
دن اپنی تسکین جاں کے لئے
پھر وہ چہرے ہویدا ہوئے جن کی یادیں
قیامت تھی قلب تپاں کے لئے
جن کے اخلاص اور پیار کی ہر ادا ،
بے غرض ، بے ریا ، دلنشیں، دلربا
بے صدا جن کی آنکھوں کا کرب و بلا ،
کربلا ہے دل عاشقاں کے لئے
بن کے تسکین خود ان کے پہلو میں آ ،
لاڈ کر ، دے انہیں لوریاں ، دل بڑھا
دور کر بد بلا ، یا بتا
کتنے دن اور ہیں صبر کے امتحان کے لئے؟

پورب سے چلی پرنم پرنم باد روح و ریحان وطن
اڑتے اڑتے پہنچے پچھّم سندر سندر مرغان وطن
آ بیٹھ مسافر پاس ذرا مجھے قصہ اہل درد سنا
ان اہل وفا کی بات بتا ہیں جن سے خفا سکان وطن
کیا تم کو خبر ہے رہِ مولا کے اسیرو!
تم سے مجھے اک رشتۂ جاں سب سے سوا ہے

تم چاندنی راتوں میں مرے پاس رہے ہو
تم سے ہی مری نقرئی صبحوں میں ضیا ہے
میں تجھ سے نہ مانگوں تو نہ مانگوں گا کسی سے
میں تیرا ہوں تو میرا خدا میرا خدا ہے

نہ وہ تم بدلے نہ ہم طور ہمارے ہیں وہی
فاصلے بڑھ گئے پر قرب تو سارے ہیں وہی
صحن گلشن میں وہی پھول کھلا کرتے ہیں
چاند راتیں ہیں وہی، چاند ستارے ہیں وہی
میرے آنگن سے قضا لے گئی چن چن کے جو پھول
جو خدا کو ہوئے پیارے مرے پیارے ہیں وہی
اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا
جیسی سندر تھی وہ بستی ویسا وہ گھر بھی سندر تھا
دیس بدیس لئے پھرتا ہوں اپنے دل میں اس کی کتھائیں
میرے من میں آن بسی ہے تن من دھن جس کے اندر تھا

مرے درد کی جو دوا کرے کوئی ایسا شخص ہوا کرے
وہ جو بے پناہ اداس ہو مگر ہجر کا نہ گلہ کرے
مری چاہتیں مری قربتیں جسے یاد آئیں قدم قدم
تو وہ سب سے چھپ کے لباس شب میں لپٹ کے آہ وبکا کرے

بہیں اشک کیوں تمہارے انہیں روک لو خدارا
مجھے دکھ قبول سارے یہ ستم نہیں گوارا
ہو کسی کے تم سراپا مگر آہ کیا کروں میں
میری روح بھی تمہاری میرا جسم بھی تمہارا

بہار آئی ہے دل وقف یار کر دیکھو
خرد کو نذر جنونِ بہار کر دیکھو
غضب کیا ہے جو کانٹوں سے پیار کر دیکھا
اب آؤ پھولوں کو بھی ہمکنار کر دیکھو

ہے حسن میں ضوغم کے شراروں کے سہارے
اِک چاند معلّق ہے ستاروں کے سہارے
کانٹوں نے بہت یاد کیا ان کو خزاں میں
جو گل کبھی زندہ تھے بہاروں کے سہارے
آ بیٹھ مرے پاس مرا دستِ تہی تھام
مت چھوڑ کے جا درد کے ماروں کے سہارے

کبھی اذن ہو تو عاشق درِ یار تک تو پہنچے
یہ ذرا سی اک نگارش ہے نگار تک تو پہنچے

کچھ عجب نہیں کہ کانٹوں کو بھی پھول پھل عطا ہوں
مری چاہ کی حلاوت رگِ خار تک تو پہنچے
مجھے تیری ہی قسم ہے کہ دوبارہ جی اٹھوں گا
ترا نفخ روح میرے دلِ زار تک تو پہنچے

منزلیں دے رہی ہیں آوازیں صبح محو سفر ہو شام چلو
ہو تمہی کل کے قافلہ سالار آج بھی ہو تمہی امام چلو
تم سے وابستہ ہے جہان نو تمہیں سونپی گئی زمام چلو

تری راہوں میں کیا کیا ابتلا روزانہ آتا ہے
وفا کا امتحاں لینا تجھے کیا کیا نہ آتا ہے
پشاور سے انہیں راہوں پہ سنگستان کابل کو
مرا شہزادہ لے کر جان کا نذرانہ آتا ہے
ہماری خاکِ پا کو بھی عدو کیا خاک پائیگا
ہمیں رکنا نہیں آتا اُسے چلنا نہ آتا ہے
اسے رُک رُک کے بھی تسکین جسم و جاں نہیں ملتی
ہمیں مثلِ صبا چلتے ستانا آتا ہے

(کلام طاہر)

حضورؒ کی بیماری، وفات اور تدفین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے انتھک محنت اور دن رات دینی مصروفیات میں وقت گزارتے ہوئے اور زمانے بھر کے غم اپنے سینہ میں لئے ہوئے ستر سال کی عمر میں قدم رکھا تو آپ کو ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس اور خون میں کولیسٹرول کی زیادتی ہوگئی تھی جس کی وجہ Stress & Strain بھی تھا۔ ان علامات اور بیماریوں کی موجودگی میں عمر کے اس حصہ میں دل کا عارضہ بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ لیکن ان تمام تر بیماریوں کے باوجود حضورؒ انتہائی محنت اور تن دہی کے ساتھ خدمات دینیہ بجالاتے رہے۔

1999ء کے وسط میں بیماری کا آغاز ہوا تھا۔ جس میں شدت 2002ء میں پیدا ہوئی۔ آپ اپنی بیماری کا علاج ہومیوپیتھی سے بھی کر رہے تھے۔ امراض کی تشخیص اور کیفیت کے لئے آپ کے ٹیسٹ ہوتے رہتے تھے۔ 2002ء میں جب آپ کی اینجیو پلاسٹی ہوئی تو (Dr. Stephen Jenkins) نے اس شبہ کا اظہار کیا تھا کہ آپ کو ایک عرصہ قبل ہلکا سا دل کا حملہ ہو چکا ہے جس پر آپ نے بتایا کہ ہاں 1998ء میں دورہ امریکہ کے دوران سینہ میں درد ہوئی تھی۔

عارضہ قلب کی تشخیص

2002ء میں جب جلسے کے دنوں میں طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو مختلف ٹسٹوں میں یہ بات سامنے آئی کہ دل کو بھی تکلیف ہے تو اس پر لندن کے مشہور کارڈیالوجسٹ (Dr. Stephen Jenkins) سے رابطہ کیا گیا جو ڈاکٹر نوری صاحب کے استاد بھی رہے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بیماری کے دوران وہ

پاکستان تشریف لائے تھے اور اسلام آباد میں حضور کا معائنہ کیا تھا۔

جب ڈاکٹر جینکنز حضورؒ کے فلیٹ میں تشریف لائے تو حضورؒ ان سے بڑے پرتپاک طریق سے ملے۔ ٹیسٹ وغیرہ دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمارا غالب گمان ہے کہ حضورؒ کو دل کی تکلیف ہے اور آپ کو اینجوگرافی کی ضرورت ہے اس پر آپ نے اینجوگرافی پر آمادگی کا اظہار کیا اور بات آگے چل نکلی۔

گہرا ضبط و تحمل

حضور انورؒ بیماری کو خود زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے اور پھر شدید بیماری کے دوران کبھی بے صبری کا لفظ بھی استعمال نہیں کیا۔ اور نہ ہی کبھی اس بات کا اظہار کیا کہ مجھے کس قدر شدید تکلیف ہے۔ بیماری کو بھی عام تقدیر کے طور پر ہی لیا اور اس کے مطابق تدبیر کی اور جماعتی کام ساتھ ساتھ معمول کے مطابق چلاتے رہے۔

ہسپتال میں حضورؒ کی کیفیت

ہسپتال میں حضورؒ کا زیادہ وقت دعاؤں میں گزرتا تھا اور کوئی موقعہ ایسا نہیں ہوتا تھا جب آپ کے ہونٹ دعائیں کرتے ہوئے ہلتے دکھائی نہ دیتے ہوں۔ جب بھی کبھی ٹیسٹ وغیرہ کے لئے دوسرے مقام پر جاتے تو راستے میں موجود عزیزوں اور احباب سے محبت وشفقت کا اظہار ہاتھ اٹھا کر انہیں بلاتے ہوئے اپنے مخصوص متبسم چہرے کے ساتھ کرتے تھے جو آپ کا خاص انداز تھا۔ اور دیکھنے والا یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ آپ اس قدر پیچیدہ بیماری سے گزر رہے ہیں۔

اس دوران کوئی بھی لپک کر آگے بڑھتا آپ فوری طور پر اس کو شرفِ مصافحہ بخشتے اور محبت کا اظہار کرتے اور اپنی بچیوں سے اس قدر محبت اور شفقت کا اظہار کرتے کہ اپنی بچیوں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے تھے۔

احبابِ جماعت کی خدمات

اس مرحلہ میں آپریشن میں ساری جماعت ہی ایک طرح سے شریک تھی۔ لیکن جس طرح پر حضور کی بچیوں اور دامادوں نے خدمت کی وہ اپنے رنگ میں ایک نمونہ ہے۔ پرائیویٹ سیکرٹری منیر احمد جاوید صاحب 24 گھنٹے وہیں موجود رہتے۔ امیر جماعت برطانیہ رفیق حیات صاحب بھی وہاں مستقل موجود رہتے۔ ان کے علاوہ مرکز سے جانے والوں میں مکرم نواب منصور احمد خان صاحب، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب اور بعض عہدیدران بھی موجود تھے۔

معمول کے معائنے

عام طور پر حضورؒ کی G.P ڈاکٹر ریحانہ صاحبہ ہی حضورؒ کے ٹیسٹ لیا کرتی تھیں اور جو سپیشلسٹ کنسلٹنٹ تھے وہ زیادہ تر حضورؒ کے فلیٹ پر تشریف لاتے تھے اور معائنہ کرتے تھے لیکن جن معائنوں کے لئے بعض خاص آلات استعمال ہوتے ان کے لئے حضور انورؒ کو بعض کلینکس اور ہسپتالوں میں لے جایا جاتا تھا۔ سپیشلسٹ کنسلٹنٹ خاص طور پر حضورؒ کے لئے آپ کی رہائش گاہ پر آیا کرتے تھے ورنہ وہاں رواج یہی ہے کہ مریض سپیشلسٹ کے پاس جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ بہت مصروف

کنسلٹنٹ تھے اور وہ ہوم وزٹ نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے یہ لوگ بھی ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں۔

وہ بھی ایک عرصہ سے حضورؒ کا علاج کر رہے تھے۔

(1) ڈاکٹر ریحانہ بٹ حضورؒ کی G.P تھیں وہ حضورؒ کا خیال رکھ رہی تھیں۔

(2) ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب جو متعدد بار پاکستان سے لندن جاتے رہے۔

اور ان کے علاوہ امریکہ سے احمدی ڈاکٹرز بھی علاج کے لئے آتے تھے جن میں خاص طور پر ڈاکٹر بشیر الدین خلیل احمد صاحب ایک ماہر نیورو فزیشن ہیں اور اپنے مضمون میں ان کا بڑا نام ہے۔ ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر عبد السلام صاحب ماہر امراض سینہ بھی اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

حضورؒ کے انگریز معالجین میں

(1) ڈاکٹر جیننگز کارڈیالوجسٹ

(2) ڈاکٹر ٹنک لیوسیف نیورو فزیشن

(3) مسٹر پیٹر ٹیلر ویسکولر سرجن

ان کے ساتھ بعض دوسرے ڈاکٹرز جن میں اینستھیزیا کی ڈاکٹر مس وڈ اور ان کے علاوہ بعض اور ڈاکٹرز بھی اس علاج میں شامل تھے۔ فزیوتھراپسٹ نرسز بھی علاج میں شامل رہیں۔

انکے علاوہ احمدی ڈاکٹرز میں نمایاں خدمت کا موقعہ پانے والے محترم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب، ڈاکٹر نعیم احمد صاحب اور ڈاکٹر شکیل احمد صاحب بھی قابلِ ذکر ہیں۔

ایمان افروز واقعات

حضورؒ کے آپریشن سے پہلے جرمنی اور غانا کے امراء جماعت کو دعا کے لئے فون کیا گیا کہ حضورؒ کا آپریشن ہونے والا ہے اگر حضورؒ کو صحت ہوتی تو وہ خود دعا کے لئے کہتے۔ فون کرنے والے کو وعلیکم السلام کا جواب تو آیا اس کے بعد جواب نہ آیا یہ سمجھے کہ شاید فون کا رابطہ کٹ گیا ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد ایک ہچکیوں کی کیفیت دوسری طرف سے سنائی دی گئی۔ اور ان دونوں بزرگوں کا یہ حال تھا کہ اتنا روئے، اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی اور جواب نہ دے سکے چنانچہ فون بند ہو گیا اور معلوم ہوا کہ دوسرے احباب کی طرح یہ بزرگ بھی دعاؤں میں مصروف ہو گئے۔

ڈاکٹر نوری صاحب کے جذبات

محترم ڈاکٹر نوری صاحب کو حضورؒ کے علاج کے لئے غیر معمولی خدمات کی توفیق ملی۔ آخری معائنہ بھی آپ ہی نے کیا۔

آخری جمعہ اور دیگر مصروفیات

18 اپریل 2003ء یعنی جمعہ کو ڈاکٹر صاحب نے حضور کا تفصیلی معائنہ کرنا تھا۔ حضور نے اللہ تعالیٰ کی صفت خبیر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ جمعہ کے بعد ڈاکٹر نوری صاحب معائنہ کے لئے گئے۔ حضور بہت خوش تھے اور اپنی بیماری کا احساس تک بھی حضور کو نہ تھا۔ شام کو مجلس عرفان ہوئی تو اس سے بھی حضورؒ بہت خوش تھے کہ آج بچے

بہت سوال کر رہے تھے۔ اور آپ نے اظہار بھی فرمایا کہ بچوں کو آج عجیب عجیب سوالات سوجھ رہے ہیں۔ ٹانگوں میں کمزوری کی وجہ سے آپ نے مغرب وعشاء کی نمازیں کرسی پر بیٹھ کر پڑھائیں۔ واپس گھر آ کر آپ نے بچیوں سے خوشی کا اظہار فرمایا کہ آج سوال وجواب کی مجلس بہت اچھی ہوئی اور بچوں نے بہت سے سوال کئے۔ یہ سارا دن حضور کا غیر معمولی طور پر بہت اچھا گزرا اور رات کو اپنی بیٹی صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ کو فرمانے لگے کہ آج تو مجھے کھانے میں بھی بہت مزا آیا ہے۔ یوں آپ نے انتہائی مصروف اور خوش وخرم دن گزارا۔ صبح تلاوت میں آپ نے قرآن کریم کا دور مکمل کیا تھا۔

یوم وصال

19 اپریل 2003ء کا دن بھلایا نہیں جا سکتا۔ وہ منظر بیان کرنا مشکل ہے۔ پروگرام یہ تھا کہ ڈاکٹر نوری صاحب نے گیارہ بجے کے قریب حضور انور کی خدمت میں معائنہ اور مشورہ کے لئے حاضر ہونا تھا۔

حضورؒ اس دن حسب معمول نماز کے لئے بیدار ہوئے آپ نے نمازِ فجر اپنے بیڈروم میں ہی ادا کی۔ اس کے بعد آپ نے 45 منٹ کے قریب تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ جمعہ کو آپ نے قرآن کریم کا دور مکمل کیا تھا اور آج کے دن نئے دور کا آغاز فرمایا۔ آپ کے داماد مرزا لقمان احمد صاحب جو کچھ عرصہ سے حضورؒ کے کمرہ میں ہی حضورؒ کے قدموں کی طرف سویا کرتے تھے اور جب حضورؒ نماز کے لئے بیدار ہوتے تو میاں لقمان صاحب دوسرے کمرے میں چلے جاتے۔ انہوں نے بتایا کہ آخری دن

حضورؒ کی تلاوت قرآن کریم کی آواز اتنی اچھی تھی کہ دوسرے کمرے میں بھی بڑی خوش الحانی کے ساتھ صاف سنائی دے رہی تھی۔ ورنہ چند دنوں سے کھانسی کی وجہ سے تلاوت کے دوران آواز کی کیفیت اتنی صاف نہ ہوتی تھی۔ آپ نے لندن وقت کے مطابق صبح پانچ بجے فجر کی نماز پڑھی اور پھر پون گھنٹہ تلاوت کی۔ چھ بجے کے بعد آپ دوبارہ آرام کے لئے لیٹ گئے۔ ساڑھے نو بجے کے قریب آپ کی بیٹی بی بی فائزہ حضورؒ کے لئے ناشتہ تیار کیا کرتی تھیں۔ حضورؒ اپنے ناشتہ کے لئے ساڑھے نو بجے کے قریب اٹھا کرتے تھے۔ اس کے بعد جماعتی کاموں میں مصروف ہو جایا کرتے تھے۔

مرزا القمان صاحب ساڑھے نو یا اس کے تھوڑی دیر کے بعد حضورؒ کے پاس آئے۔ سلام کہا لیکن جواب نہ ملا۔ آپ نے قریب آ کر دیکھا کہ حضورؒ سانس بھی نہیں لے رہے۔ ان کو اس پر شبہ ہوا۔ ڈاکٹر نوری صاحب کو اطلاع ہوئی جس پہ تقریباً بھاگتے ہوئے پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؒ کے جسم کو ہاتھ لگایا تو وہ ابھی گرم تھا۔ اور یہی اندازہ تھا کہ تقریباً نصف گھنٹہ قبل حضورؒ کی وفات ہوئی ہے۔ مرزا القمان صاحب جو ساتھ کھڑے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا وفات ہوگئی ہے تو میں نے بتایا کہ ہاں حضورؒ کی روح اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئی ہے۔ حضورؒ کے تکیہ پر تھوڑے سے پسینے کا نشان تھا۔ تکیہ کے نیچے حضورؒ کی الیس اللہ کی انگوٹھی پڑی تھی جس کو مرزا القمان صاحب نے محفوظ کر لیا۔ سائیڈ ٹیبل پر قرینے کے ساتھ لگے ہوئے ٹشو پیپرز پڑے تھے اور اس کے ساتھ حضورؒ کی الارم والی گھڑی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر آرام کرسی تھی جس پر بیٹھ کر نوافل ادا فرمایا کرتے تھے اور کرسی کی سائیڈ پر وہ جائے نماز پڑا تھا جس پر آپ نے نماز فجر ادا فرمائی تھی۔ اس کے ساتھ ہی رائیٹنگ ٹیبل

تھی جس پر حضرت مسیح موعود کی چند کتب موجود تھیں۔

حضورؒ کا باتھ روم بھی کمرہ کے ساتھ تھا جس میں حضورؒ کی بیماری کے پیش نظر بعض سہارے بھی موجود تھے اور وضو کے لئے بیسن اور پاؤں دھونے کے لئے نیچے ٹونٹی جس کے ساتھ ایک کرسی تھی تا کہ بیٹھ کر پاؤں دھوسکیں۔

آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو سنت کے تمام طریقوں پر عمل کیا ہوا تھا۔ مکمل وضو، نماز فجر کی ادائیگی، تلاوت قرآن کریم، دائیں طرف لیٹے ہوئے تھے۔ آپ مزید تحریر کرتے ہیں کہ حضورؒ اپنی دائیں طرف کروٹ لیٹے ہوئے تھے۔ اور آپ کے دونوں ہاتھ سینے پر تھے جس طرح نماز کیلئے باندھتے ہیں۔ میں نزدیک گیا تا سانس دیکھوں لیکن سانس نہیں آرہا تھا لگ ایسے رہا تھا کہ جیسے حضورؒ سوئے ہوئے ہیں۔ میں نے دائیں بازو کی نبض دیکھی ۔ نبض ندارد۔ اور بازو ایک دم گر پڑا۔ سٹیتھو سکوپ سے دل کی دھڑکن سنی جو موجود نہیں تھی۔ اس سے مجھے ایک دم اندازہ ہوگیا کہ حضورؒ کی وفات ہوچکی ہے۔ کیونکہ یہ تمام علامات اس پر دلالت کر رہی تھیں۔

میں نے حضورؒ کا دوسرا بازو دیکھا تو اس پر حضورؒ کی گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ آپ کی گھڑی اس وقت دس بج کر پانچ منٹ کا وقت بتا رہی تھی۔ گھڑی کا کالے رنگ کا سٹریپ پوری طرح بندھا ہوا نہیں تھا۔ حضور اس کو پوری طرح باندھنے پر بھی وقت ضائع نہ کیا کرتے تھے۔

سائیڈ ٹیبل پر وہی قرآن شریف پڑا تھا۔ جس سے آپ نے تلاوت فرمائی تھی۔ آپ نے سفید شلوار قمیض زیب تن کیا ہوا تھا۔ آپ کی دلائی کندھوں تک آئی ہوئی تھی۔ چہرہ اس طرح پرسکون اور نورانی تھا کہ مجھے یہ گمان ہو رہا تھا کہ حضورؒ ابھی

جاگ کر سلام اور کوئی بات کریں گے۔

وفات کی اطلاع

مرزا لقمان احمد صاحب نے وفات کی اطلاع محترم ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کو دی اور امیر صاحب یو کے کو بھی اطلاع دی گئی۔ ڈاکٹر نوری صاحب کی بات بھی محترم ناظر صاحب اعلیٰ سے ہوئی اور آپ نے نوری صاحب سے مکمل تفصیل پوچھی۔ دوسرے انتظامات کے بارے میں محترم ناظر صاحب اعلیٰ نے مکرم امیر صاحب یو کے کو ہدایات جاری فرمائیں۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا بھر میں اطلاع نشر کر دی گئی۔ اور وفات کا پیغام ناظر صاحب اعلیٰ کی طرف سے مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری نے پڑھ کر سنایا۔ ڈاکٹر مجیب الحق صاحب کے ایماء پر حضورؒ کا ڈیتھ سرٹیفیکیٹ جاری کر دیا گیا جس کی وجہ سے میت کو گھر میں ہی رہنے کی اجازت مل گئی۔

حضورؒ کی بیٹیوں میں صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ گھر میں تھیں۔ انہیں خبر ملی تو وہ قریب آ کر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرنے لگیں۔ ایسٹر کی چھٹیوں کی وجہ سے باقی بیٹیاں لندن سے باہر تھیں۔ اطلاع ملنے پر واپس پہنچ گئیں۔

ڈاکٹر نوری صاحب کیلئے تحفہ

جمعہ 18 اپریل کو حضور انورؒ نے اپنی داڑھی کا خط بنوایا جو مرزا لقمان صاحب نے کیا۔ اس کے اترے ہوئے کچھ بالوں کے بارہ میں حضورؒ نے میاں لقمان

کو ارشاد فرمایا کہ یہ ڈاکٹر نوری صاحب کو دے دیں وہ مجھ سے بہت تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے جسم سے اترے ہوئے آخری بالوں کا یہ قیمتی خزانہ ہے ڈاکٹر صاحب نے بتایا یہ رہتی دنیا تک ہمارے لئے ایک قیمتی تبرک ہے۔ اور جو حضرت صاحب کی محبت اور شفقت کے نشان کے طور پر رہے گا جس کو انسان بھول نہیں سکتا۔

الیس اللہ کی انگوٹھی

حضورؒ نے الیس اللہ کی انگوٹھی سوتے وقت تکیئے کے نیچے رکھی ہوئی تھی۔ جسے مرزا لقمان احمد صاحب نے اٹھا کر اپنی جیب میں محفوظ کر لیا اور جیب کو اوپر سے سی دیا۔ مرزا لقمان احمد صاحب نے حضرت مرزا عبدالحق صاحب کو لا دی جنہوں نے اسے انتخاب خلافت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کو پہنا دیا۔

جسد اطہر

وفات کے بعد جسد اطہر کو اسی کمرہ میں ہی رکھا گیا۔ برف اور ائیر کنڈیشنز کا انتظام کر دیا گیا تھا اور مرکز سے اس بارہ میں ساتھ ساتھ ہدایات لی جا رہی تھیں۔ محترم ناظر صاحب اعلیٰ کی ہدایت پر حضور انورؒ کے جسد اطہر کی Embalming کروائی گئی اور محترم ناظر صاحب اعلیٰ نے ہدایت دی کہ یہ مرحلہ محترم ڈاکٹر نوری صاحب کی موجودگی میں کیا جائے اور جسد اطہر کے تقدس کا ہر لحاظ سے خیال رکھا جائے۔ رات تقریباً 9 بجے کے قریب ایک ماہر Embalmer آیا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کا یہ مرحلہ تھا۔ اس پراسس میں خون کی نالی میں خاص دوائی دی جاتی ہے جس

ے جسم محفوظ رہتا ہے۔ اس کے بعد غسل کا مرحلہ شروع ہوا۔

غسل کی سعادت

محترم ناظر صاحب اعلیٰ کی ہدایات کے مطابق 19 اپریل کو ہی مندرجہ ذیل احباب کو حضور انورؒ کے جسد اطہر کو غسل دینے کی سعادت ملی:۔

(1) مکرم رفیق احمد صاحب امیر یو کے
(2) مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام بیت الفضل لندن
(3) مکرم منیر احمد جاوید صاحب پرائیویٹ سیکرٹری
(4) مکرم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب
(5) مکرم بشیر احمد صاحب
(6) مکرم مرزا سفیر احمد صاحب
(7) مکرم مرزا لقمان احمد صاحب
(8) مکرم کریم اسد خان صاحب
(9) مکرم سلطان ہارون خان صاحب

جسد اطہر کو حضور کے کمرے کے ساتھ واش روم میں غسل دیا گیا۔ رات کے تقریباً 12 بجے غسل کا مرحلہ مکمل ہوا۔ اور جسد اطہر کو کمرے میں ہی رکھا گیا۔

حضورؒ کا تابوت

ہدایت کے مطابق محترم امیر صاحب یو کے کے انتظام سے دو تابوت خریدے گئے ایک عارضی تابوت جس میں جسد اطہر کو رکھ کر دیدار کے لئے رکھا گیا اور

اس تابوت کے اوپر شیشہ لگا ہوا تھا۔ دیدار کے لئے اس تابوت کو خاص انتظام سے نچلی منزل میں یعنی محمود ہال میں لے جایا گیا۔ دوسرا تابوت ایلومینیم کا تھا جس میں آپ کی امانتاً تدفین ہوئی۔ اس تابوت کو سیل کیا جا سکتا تھا۔

مرکز سے اجازت کے بعد صبح 20 اپریل کو دیدار کا مرحلہ شروع ہوا۔ یہ دیدار چھ گھنٹے کے لئے ہوتا اور پھر مطلوبہ خنکی پہنچانے کے لئے کمرہ بند کر دیا جاتا تھا۔

دیدار کے جذباتی نظارے

حضورؒ کے دیدار کے لئے برطانیہ اور دنیا کے طول و عرض سے احباب جماعت بیت الفضل لندن پہنچنا شروع ہو گئے اور دیدار کے لئے لمبی لمبی قطاریں لگ گئیں۔ اس دوران کئی جذباتی مناظر بھی دیکھنے میں آئے۔ جنازے کا طویل ترین فاصلہ چلتا رہا اسلام آباد ٹلفورڈ میں تدفین متوقع تھی جو کہ ایک رہائشی علاقے کے پاس جگہ تھی۔ ریڈیو پر ساتھ ساتھ اعلان ہو رہا تھا کہ جماعت احمدیہ عالمگیر کے امام کا جنازہ گزر رہا ہے جس کی وجہ سے ٹریفک میں تاخیر ہے۔ ہیلی کاپٹر اس سارے قافلے کے مناظر کی ریکارڈنگ کر رہا تھا۔ موٹر وے کی سنٹرل لین میں حضورؒ کے تابوت کی گاڑی اور قافلہ چل رہا تھا۔ دائیں اور بائیں موٹر رائڈرز Escort کر رہے تھے۔ اور بلا رکاوٹ کے یہ قافلہ چلتا گیا۔ یہ سفر تقریباً پونے دو گھنٹے میں طے ہوا۔ ساڑھے گیارہ بجے کے قریب جنازہ اسلام آباد پہنچا اور مارکی میں رکھا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اسلام آباد پہنچے۔ آپ کی گاڑی کو بھی پولیس نے Escort کرتے ہوئے پہنچایا۔

ٹریفک کا شدید رش تھا۔ اور میلوں میل گاڑیاں اسلام آباد آنے کے لئے رواں دواں تھیں اس وجہ سے جنازہ اڑھائی بجے کی بجائے ساڑھے تین بجے کر دیا گیا۔

جنازہ کی ادائیگی اور تدفین

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھایا اور قبر تک جنازے کو کندھا دیا اور تدفین کے تمام مراحل تک وہاں موجود رہے۔ تدفین سے پہلے تابوت کو قبر کے قریب رکھا گیا اور اس پر پلاسٹک شیٹ لپیٹی گئی۔ اور پھر رسیوں کی مدد سے قبر میں اتارا گیا۔ اس وقت ہر آنکھ اشکبار تھی۔ سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مٹی ڈالی اور پھر دوسرے احباب اور رشتہ داروں نے مٹی ڈالی۔ یہ قبر جلسہ گاہ کے قریب سڑک کی دوسری طرف بنائی گئی ہے۔

انتظامیہ کا تعاون

ان تمام مراحل میں گورنمنٹ نے خصوصی تعاون کیا۔ وفات کے موقع پر مقامی ممبر پارلیمنٹ ٹونی کول مین اور امیر صاحب یو کے تقریباً 45 منٹ تک فون پر گفتگو کرتے رہے اور پھر اس کے ذریعہ دنیا بھر کے برطانوی قونصل خانوں کو ویزا کے اجرا کے لئے خصوصی تعاون کی درخواست کی گئی کیونکہ یہ چھٹیوں کے ایام تھے۔ چنانچہ برطانوی ایمبیسیز نے غیر معمولی تعاون کیا۔ اور ایسٹر کی تعطیلات کے باوجود ویزے جاری کئے۔

ٹِنی کے علاقے کے ہمسایوں نے غیر معمولی صبر و تحمل اور تعاون کا مظاہرہ کیا

ہے وہ غیر معمولی شکریہ کے مستحق ہیں۔ تدفین کے وقت علاقے کے میئر بھی موجود تھے انہوں نے غیر معمولی تعاون کیا یہ سب لوگ شکریہ اور دعاؤں کے مستحق ہیں۔

(الفضل سالانہ نمبر 27 دسمبر 2003ء صفحہ 80 تا 85 سے اخذ)

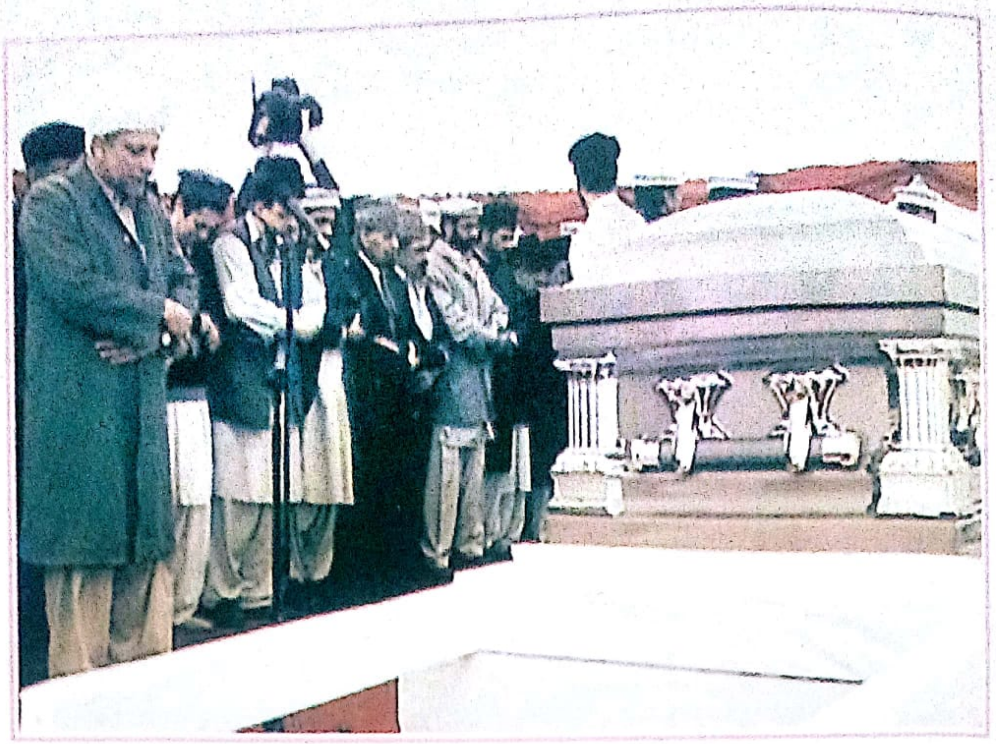

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
اسلام آباد ٹلفورڈ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں

جب دن ڈھلا تو درد نصیبوں کا قافلہ
کاندھوں پر آفتاب اُٹھائے ہوئے چلا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو اپنوں کا خراجِ تحسین

آپ کی ذات میں تنوّع بہت تھا

محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ بیان کرتے ہیں:

" حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا جو تنوع تھا اس کا ایک اپنا اور نرالا رنگ تھا۔ ان کا تنوع عجیب نوعیت کا تھا۔ معرفت الٰہی بھی ہے،

عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے؛ ظرافت بھی ہے، ضیافت بھی ہے، بزرگان کی خدمت بھی ہے، بزرگان کے تذکرے بھی ہیں، کھیلوں سے دلچسپی بھی ہے، کھیلتے بھی ہیں، کھانا بھی پکاتے ہیں؛ ہومیوپیتھی بھی چل رہی ہے؛ تازہ ترین سائنٹیفک تحقیقات پر مشتمل جرائد کا مطالعہ بھی جاری ہے: MTA بھی چل رہا ہے، بچوں سے پیار بھی ہے، چاکلیٹ بھی تقسیم ہو رہے ہیں۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آٹھ ممالک کی سیر بھی کی ہے۔ آپ موٹر کار بھی چلاتے تھے، موٹر ٹھیک بھی خود ہی کرتے تھے۔ مجھے تو نہ ڈرائیونگ آتی تھی نہ کھانا پکانا آتا تھا۔ دنیا کی چوٹی کی یونیورسٹیوں میں آپ کے لیکچر بھی چل رہے ہیں اور بچوں کی کلاس میں لطائف بھی سنا رہے ہیں۔ عجیب تنوع تھا آپ کی شخصیت میں"۔

(رسالہ خالد مارچ و اپریل 2004ء، ص 17)

حاضرین عش عش کر اٹھے

مکرم پیر افتخار الدین صاحب تحریر کرتے ہیں:

آج رات راولپنڈی جماعت کی طرف سے حضورؒ کے اعزاز میں فلیش مین ہوٹل صدر میں رات کے کھانے کا انتظام تھا۔ مکرمی مجیب الرحمان صاحب امیر جماعت راولپنڈی نے بہت اچھا انتظام کیا ہوا تھا۔ اور اس محفل کے لئے بہت سلجھے ہوئے مہمانان گرامی جن میں جج صاحبان، آرمی آفیسرز، صحافی اور پایہ کے کاروباری حضرات شریک محفل تھے۔ فلیش مین ہوٹل صدر میں حضور کا خطاب نہایت دلپذیر اور شاندار تھا جو کہ رحمۃ للعالمین کے موضوع پر تھا۔ ہر کوئی خطاب کے اثر میں ڈوبا ہوا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے اور دلوں پہ اثر کر رہی ہے۔ ایک بریگیڈیر صاحب کے سوالات پر حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا کہ لگتا ہے آپ نے قرآن کو بہت سمجھ کر پڑھا ہوا ہے۔ انہوں نے ایک سوال یہ بھی کیا تھا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ آتا ہے کہ ایک اندھے کے بار بار سوال کرنے پر رسول کریمؐ نے بُرا منایا تھا حضورؒ نے اس سوال کا اس قدر بصیرت افروز جواب دیا کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ اکثر غیر از جماعت احباب کو بھی اس ایمان افروز خطاب کے دوران روتے ہوئے دیکھا گیا۔ (الفضل 15 دسمبر 2003ء)

اوصاف حسنہ

آپ کے ایام جوانی کا ذکر صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ان الفاظ میں

فرماتے ہیں ''ملک کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہر سطح کے احمدیوں سے محبت کے گہرے رشتے استوار کرنے کا تو انہیں خداداد ملکہ حاصل تھا۔''

(ایک مرد خدا ص124)

ننھے منے معصوم بچوں سے آپ کا پیار جہاں بے شمار باتوں سے عیاں ہے وہاں ایم۔ ٹی۔ اے کے پروگراموں سے ان کا واضح اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں ''چھوٹے چھوٹے بچوں سے مل کر بھی مجھے دلی سکون اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ ان سے باتیں کر کے، ان کی باتیں سن کر اور ان کی محبت اور معصومیت سے لبریز گفتگو سے دل پیار اور اطمینان سے بھر جاتا ہے۔''

(ایک مرد خدا ص224)

آپ ہمارے لکھے ہوئے خطوط کس محبت سے پڑھتے ہیں اس سلسلہ میں آپ کے ایک محافظ کا بیان ہے ''ڈاک ملاحظہ کرنے کا یہ طریق تو دوران سفر بھی جاری رہتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ سکنڈے نیویا کے دورے پر کار میں بھی حضور مسلسل ڈاک ملاحظہ کرتے رہے۔''

(ایک مرد خدا ص232)

حضورؒ نے پاکستان چھوڑتے وقت جو پیغام جماعت کو دیا اس میں وہ کس محبت سے ہمیں یاد فرماتے ہیں۔ ''میرا دل آپ کی جدائی سے سخت بے قرار ہے اور آنکھیں اس دن کی راہ دیکھ رہی ہیں جب میری نظریں آپ کو دیکھ کر ایک ناقابل بیان روحانی لذت پائیں گے............ میں آپ کے لئے مجسم دعا ہوں آپ بھی اس سفر کی ہر لحاظ سے کامیابی کے لئے بکثرت دعائیں کریں۔''

(الفضل 8 مئی 1984ء ص1)

مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب تحریر کرتے ہیں:

آپ نے باغ و بہار طبیعت پائی۔ دبنگ شخصیت کے مالک تھے۔ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اوصاف حسنہ اور اعلیٰ خوبیوں کے مجسم پیکر تھے۔ آپ کی حیات طیبہ کا ہر ورق سنہری اور زندگی بخش باب ہے۔ قدرت نے استعداد لب ونطق سے خوب نوازا ہوا تھا۔ آپ کی سیرت کا بیان ایک دفتر کا متقاضی ہے۔ چند شمائل و خصائل کا تذکرہ یہ خلا پُر نہیں کرسکتا۔ لیکن آپ کی حسین و جمیل شخصیت کا ایک عکس پیش کرسکتا ہے۔

(الفضل 8 جون 2003ء)

ہمدردی خلق

مکرم ڈاکٹر سید محمد ابراھیم صاحب لکھتے ہیں:

ایک عالمی سطح کے مذہبی رہنما ہونے کے باوجود اور انتہائی معمور الاوقات زندگی گزارنے کے باوجود آپ عام لوگوں سے بھی بڑی بشاشت سے ملتے۔ ان کے غموں کو اپناتے اور ان کی خوشیوں میں شریک ہوتے۔ آپ کی انسانیت نوازی مذہبی حدود میں مقید نہ تھی۔ بلکہ آپ کے ذاتی دوستوں میں احمدیوں کے علاوہ بہت سے غیر احمدی، سکھ، عیسائی وغیرہ بھی شامل تھے۔ بلا تفریق مذہب وملت انسانوں کے دکھ آپ کو کس طرح متاثر کرتے اس کا اظہار آپ کے ان اشعار سے ہوتا ہے۔

کوئی مذہب ہے سسکتی ہوئی روحوں کا نہ رنگ
ہر ستم دیدہ کو انسان ہی پایا ہم نے

بن کے اپنا ہی لپٹ جاتا ہے روتے روتے
غیر کا دکھ بھی جو سینے سے لگایا ہم نے
کوئی تفرقہ ہے دکھوں کا نہ عمامہ نہ صلیب
کوئی ہندو ہے نہ مسلم ہے نہ عیسائی ہے
ہر ستمگر کو ہو اے کاش یہ عرفان نصیب
ظلم جس پر بھی ہو ہر دین کی رسوائی ہے

یہ آپ کی شفقت علی خلق اللہ کا ہی اظہار تھا کہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں جو پہلی مالی قربانی کی تحریک جماعت کے سامنے پیش کی وہ بیوت الحمد سکیم کی تحریک تھی۔ جس کا مقصد بے گھر خاندانوں کو ان کے اپنے گھر بنا کر دینا تھا۔ اور پھر اپنی وفات سے چند ہفتے قبل جو آخری مالی تحریکیں جاری فرمائیں ان میں سے ایک تو مریم شادی فنڈ ہے تا کہ غریب والدین کی بیٹیوں کی شادی اور جہیز میں مدد دی جا سکے اور دوسری عراق کے بمباری زدہ تباہ حال عوام کی بحالی کے لئے مالی مدد کی تحریک تھی۔

آپ کی ساری زندگی اپنے رب جلیل کے ایک عاجز بندے کے طور پر اس کے دین اور مخلوق کی خدمت میں بسر ہوئی۔

(الفضل 29 ستمبر 2003ء)

محترمہ امتہ الباری شوکت صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

بے شک وہ ایک بہت ہی پیار اور شفقت کرنے والی ہستی تھی جو ظاہری اور باطنی حسن سے مزین تھی جتنی دیر زمین پر رہے ایک شان دلربا سے ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنایا جب رخصت ہوئے تو لاکھوں بلکہ کروڑوں دلوں کو فرط غم سے چور چور کرتے

ہوئے ایک نورانی شان سے رخصت ہوئے ان کی زندگی بھی حسین تھی اور موت بھی حسین بے شک ہم سے ایک قیمتی گوہر نایاب کھو گیا ہے لیکن ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں بہت خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو خدا جب بلاتا ہے تو اتنی عزت سے کہ گویا باغ سے سب سے قیمتی اور خوبصورت پھول کو آسمان کے فرشتے لینے آئے ہوں اے اللہ تعالیٰ تو ہمارے پیارے حضور کے درجات ہر آن بلند سے بلند تر فرماتا چلا جا اور اپنا قرب نصیب فرما۔ ان کے سب بچوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھ ان پر اپنے بے انتہا فضل فرما خود ان کا حامی و ناصر ہو ان کے دلوں کے تسکین عطا کر اور ہر گام ان کی رہنمائی فرما۔ آمین۔

(الفضل اخبار جولائی 2003ء)

مکرم میاں محمد افضل صاحب لکھتے ہیں:

پھر بہار آئی مگر کتنی خوبصورت، کتنی حسین، ہم نے ایک حسین چہرے کے گرد نور کا ہالہ دیکھا ایک مسکراتا ہوا چہرہ۔ لبوں سے پھول جھڑتے ہوئے۔ ماحول علم کی روشنی سے منور۔ ہماری جھولیاں قیمتی موتیوں سے بھری ہوئیں۔ ہمارے دل شاد، چہروں پر طمانیت، مگر یہ کیا؟ یکدم بساط ہی الٹ گئی، وہ چاند کہاں جا چھپا؟ وہ حسین مسکراتا ہوا چہرہ کہاں غائب ہو گیا؟ اور دے گیا ہمیں افسردگی اور پریشانی۔ یہ کیسی بہار ہے جو یکدم خزاں میں بدل گئی آنکھیں اشکبار، دل غمگین، مگر ہمیں تو صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ ہم اس کی رضا پر راضی ہیں۔ ہمارے سر اس کے حضور جھکے ہوئے۔ مگر وہ حسین یادیں، وہ اس پیارے کی پیار کی باتیں۔ بھلا ہم وہ کیسے بھلا سکتے ہیں۔ وہ پیار کے انمٹ نقوش کیسے مٹ سکتے ہیں۔ کیسے دبائے جا سکتے ہیں؟ وہ تو ابھرتے چلے آ

رہے ہیں۔ وہ حسین لمحے جو اس پیار کرنے والے کی قربت میں گزارے، جھنجھوڑ رہے ہیں کہ کچھ تو ان کا ذکر کرو۔ اس لئے میں مجبور ہوں کہ چند پرانی یادوں کو زندہ کروں۔

سب سے پہلی یاد جو ذہن میں ابھرتی ہے وہ ہے 1969-70ء کا ایک چھوٹا سا واقعہ۔ راولپنڈی میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں وہاں ایک کالج سے متعلق تھا۔ آپ جائزہ لے رہے تھے کہ طالب علموں کی سوچ کیا ہے؟ ان کا رجحان کیا ہے؟ وہ جن کے لئے یہ ذہین اور باخبر انسان ورک کر رہے ہیں وہ تو شاید ڈھول ڈھمکے کے چکر میں ہوں مگر یہاں بڑی سوچ سمجھ سے ترتیب دئے گئے پروگرام پر عمل ہو رہا ہے۔ میں نے حالات بتلائے، خوشی بھی ہوئی اور حیرانگی بھی کہ کس خوبصورت انداز میں اور کتنے احسن طریق پر ملکی حالات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ آنے والے دنوں کی تیاری کی جا رہی ہے۔ مگر اپنے لئے نہیں اوروں کی مدد ہو رہی ہے۔ سو میرا پہلا تاثر یہ تھا۔ ایک ذہین انسان ایک باخبر رکن جماعت ایک مخلص کارکن جو کسی بھی کام کو صحیح انداز میں بھرپور طریق پہ کرنا جانتے ہیں۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 69)

خوبصورت اور مسکراتا ہوا وجود

محترمہ فائزہ لقمان صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

آپ کی پہلی یاد جو میرے ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ ایک خوبصورت مہربان

اور مسکراتا ہوا وجود، ہاتھ میں دفتری کاغذات پکڑے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے تو وہ چھوٹی بچیاں بھاگتی ہوئی جا کے ان سے لپٹ جاتی ہیں۔ ان کو خوب علم ہے کہ یہی شخص اس گھر کی رونق اور تمام خوشیوں کا منبع ہے اور یہ بھی جانتی ہیں کہ ان کے آنے سے ہمارے دن کا وہ حصہ شروع ہو جائے گا جو زندگی سے بھرپور ہے۔

حضورؒ کی شخصیت شروع سے ہی بے شمار خوبیاں اپنے اندر لئے ہوئے تھی۔ ایک بہت چھوٹا بچہ بھی جس کا فہم ابھی ایسا تیز نہیں ہوتا کہ خوبیوں کا پوری طرح اندازہ کر سکے، لاشعوری طور پر آپ سے متاثر ہو جاتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں بہت چھوٹی تھی تو ایک خیال میرے ذہن میں بہت مضبوطی سے جڑ پکڑ گیا تھا کہ میرے ابا بہت خاص شخصیت ہیں، بلکہ مجھے لگتا تھا کہ میرے ابا جیسا انسان ساری دنیا میں اور کوئی نہیں۔ جب میں شعور کی عمر میں پہنچی تو مجھے احساس ہوا کہ واقعی ابا میں ایسی بے نظیر خوبیاں تھیں جو اس خیال کا باعث بنیں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا، ابا کو بہت پابندی سے نماز تہجد ادا کرنے والا پایا۔ ہر صبح ابا کی بہت پیاری خوبصورت تلاوت قرآن کریم ہمارے گھر میں پھیل جاتی جسکی برکت سے سارا ماحول بہت خوشنما ہو جاتا۔

(الفضل 27 دسمبر 2003ء ص45)

بے تکلف اور شفیق شخصیت

حضور کی صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ مزید بیان فرماتی ہیں:

ابا کی وفات سے کچھ ماہ قبل ایک عزیزہ نے حضور کے بارہ میں مجھ سے یہ

ذکر کیا کہ فائزہ! مجھے حضرت صاحب سے بہت ڈر لگتا ہے اور ان سے محبت بھی بہت ہے۔ یہی چیز میں نے بھی آپ کی شخصیت میں دیکھی اور محسوس کی۔ آپ ہم سے بے حد محبت کرتے تھے مگر اس کے باوجود آپ کا ایک عجیب رعب ہم پر ہمیشہ رہا۔ مگر یہ رعب ایسا نہیں تھا جو ہمیں ان سے دور کرتا۔ آپ انتہائی بے تکلف انسان تھے اپنے بچوں سے دوستوں کی طرح معاملہ کرتے تھے۔ ویسے تو ابا کے پاس اپنے گھر اور بیوی بچوں کے لئے بہت محدود سا وقت ہوتا تھا کیونکہ آپ کی جماعتی مصروفیات خلافت سے پہلے بھی آپ کی زیادہ تر توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی تھیں مگر جب بھی ابا گھر ہوتے اور ان کے پاس وقت ہوتا تو ہمارے ذہن اور عمر کے مطابق ہر چیز ہم سے share کرتے۔ ہمارے ساتھ مل کر کھیلتے بھی تھے۔ ہماری دلچسپی کی بات میں حصہ لیتے۔ مجھے بچپن سے شاعری سے لگاؤ ہے۔ حضورؒ نے خود مجھے بہت سے شاعروں کی غزلیں سنائیں۔ ہر شعر پر رک رک کر اس کی تشریح بھی کرتے۔ بعض دفعہ شعر سے زیادہ اس کی تشریح خوبصورت ہوتی۔ اس طرح میرے شوق کو اپنی توجہ اور بے حد دلچسپی سے ابھارتے تھے۔ اس موقع پر مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ جب میں بہت چھوٹی سی تھی تو چونکہ مجھے شاعری کا شوق تھا۔ میں نے ایک شعر لکھا جو میری عمر کے لحاظ سے بالکل بچوں والا تھا۔ اگر میں آپ کو سناؤں تو آپ ہنسیں گی۔ میری بہن شوکی جو میرے ساتھ کھیل رہی تھی اس کو بھی بہت پسند آیا اور خوش ہوئی کہ میں نے شعر کہا ہے۔ اس نے کوئلہ سے میرے کمرے کی دیوار پر جس پر سفید پینٹ ہوا تھا یہ شعر لکھ دیا۔ ابا گھر آئے اور یہ شعر پڑھا تو بہت خوش ہوئے۔ ہنسے اور اسے بہت انجوائے کیا۔ 6 ماہ کے بعد ہمارے گھر پینٹ ہو رہے تھے تو ابا نے امی سے کہا کہ اس دیوار کو پینٹ

نہیں کروانا۔ مجھے یاد ہے جب تک ہمارا نیا گھر نہیں بنا غالباً 6-5 سال بعد تک ابا نے وہ دیوار پینٹ نہیں کروائی۔

(الفضل 27 دسمبر 2003، صفحہ 45)

ہر وہ شخص جو آپ سے بنفس نفیس ملا جس نے آپ کو ٹیلی ویژن پر دیکھا یا جس نے آپ کی آواز سنی آپ کی پر کشش اور محبت الٰہی میں محو شخصیت، یقیناً اس پر گہرے اور انمٹ نقوش چھوڑنے والی تھی، آپ کی خاموشی بھی آپ کی شخصیت کے وقار اور متانت کا حصہ تھی۔ گویا

ہر سلسلہ تھا اس کا خدا سے ملا ہوا
چپ ہو کہ لب کشا ہو بلا کا خطیب تھا

آپ مجسم محبت اور شفقت تھے، ایک قادر الکلام اور فصیح البیان خطیب اور شاعر تھے، شائستہ اور لطیف حسن مزاح بھی آپ کی طبیعت کا حصہ تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ باوجود بے پناہ عالمگیر مصروفیات کے آپ کی گھریلو زندگی بھی نہایت خوشگوار تھی آپ کی بڑی صاحبزادی سیدہ شوکت جہاں صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ: ’’آپ تو نہایت پیارے اور مزیدار قسم کے ابا جان ہیں‘‘

(ایک مرد خدا، صفحہ 210)

دینی علوم کا خزانہ

محترمہ درثمین صاحبہ لکھتی ہیں:

دینی موضوعات میں سے جس پر قلم اٹھایا یا گفتگو کی اس کا حق ادا کر دیا۔

مضمون کا اس گہرائی کے ساتھ اس طرح بیان کیا کہ ہر خاص و عام یہ محسوس کرنے لگا کہ یہ سب اس کے حسب حال بیان کیا جا رہا ہے۔ اور یہ بات بھی اکثر تجربے میں آئی ہے کہ عام لوگ جن دنوں جس طرح کے مسائل سے دوچار ہوتے وہی مضمون خلیفہ وقت بیان فرما رہے ہوتے۔

ہر سلسلہ تھا اس کا خدا سے ملا ہوا
چپ ہو کہ لب کشا ہو بلا کا خطیب تھا

عبادات اور دعا کے مضمون کا بیان شروع کیا تو خطبات کا لمبا سلسلہ اس پر چلا۔ ہر دعا کو اس طرح سمجھا دیا کہ دعا کرنے والا اس میں لذت محسوس کرنے لگے۔ عائلی زندگی کو موضوع بنایا تو گھر کو جنت بنانے کے جتنے قرینے ہو سکتے تھے سکھا دیئے۔ تربیت اولاد کے باریک سے باریک پہلو کھول کر مثالیں دے دے کر بیان فرمائے۔

خطبات کے ذریعہ علم کا جو بیش بہا خزانہ چھوڑ گئے ان میں صفات باری تعالیٰ، عبادات، دعوت الی اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، قرطاس ابیض کا محققانہ جواب، زھق الباطل، خلیج کا بحران، پردہ، تربیت اولاد کے موضوعات انتہائی تفصیل سے ملتے ہیں۔ وفات سے قبل آخری خطبہ کا موضوع اللہ تعالیٰ کی صفت خبیر تھا۔

خطبات کے علاوہ درس القرآن، ترجمۃ القرآن کلاس، مجالس عرفان، ہومیو پیتھی کلاسز، اردو کلاس، چلڈرن کارنر، جرمن کلاس، فرنچ کلاس، بنگلہ کلاس، لقاء مع العرب، ینگ لجنہ کے ساتھ ملاقات اور سوال و جواب میں بھی مختلف رنگ و نسل اور قوموں سے تعلق رکھنے والے احباب کے ہر قسم کے سوالات کے جواب سوال کرنے والے کی مکمل تشفی کروا کر دیتے۔ ان سوالات کی تعداد کئی ہزار ہوگی۔ اس کے

علاوہ اپنی دلچسپی سے مختلف جگہوں پر ریسرچ ٹیم کے ساتھ باقاعدہ میٹنگز اور بہت کچھ جو منظر عام پر نہ آیا ہوگا۔

میرے ناتواں قلم میں اتنی طاقت کہاں کہ ان بحر عرفان کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے موتیوں کا شمار کرسکوں۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی آخری مجلس عرفان منعقد 18 اپریل 2003ء سنتے ہوئے دل میں پیدا ہونے والی تحریک کہ کس طرح زندگی کے آخری لمحات تک یہ عظیم عالم اپنے علمی و تحقیقی مجالس سے اپنے سننے والوں کو سیراب کررہا ہے۔ علم کی اس تڑپ اور لگن نے مجھے یہ چند الفاظ لکھنے پر اکسایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مطمئن روح کو کروٹ کروٹ جنت کے اعلیٰ مقامات نصیب کرے۔ اور آپ نے اپنے پیچھے جو عظیم علمی ورثہ ہمارے لئے چھوڑا ہے ہمیں اس سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ ورثہ ہمیں ہمیشہ آپ کی یاد دلاتا رہے گا اور آپ کے اس احسان پر دل سے آپ کے لئے دعائیں نکلتی رہیں گی۔

(الفضل 23 مئی 2003ء)

محترمہ امتہ العزیز بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفہ المسیح الرابعؒ ایک زبردست شخصیت کے مالک تھے وہ علم کا ایک عمیق سمندر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں حضور کی پر جوش تقریریں اور معلومات سن کر انسان حیران رہ جاتا ہے ایک دفعہ حضور (خلافت سے پہلے) پشاور تشریف لائے پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں محفل سوال وجواب منعقد ہوئی اس محفل میں بہت سے غیر از جماعت احباب شامل ہوئے۔ جن میں ایک بریگیڈئر بھی شامل تھے۔ وہ حضور کی شخصیت اور عالمانہ گفتگو سے بہت متاثر

ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں اپنی زندگی میں کبھی کسی شخص سے متاثر نہیں ہوا یہ پہلا شخص ہے جس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں اور جب مرزا طاہر احمد دوبارہ تشریف لائیں تو مجھے ضرور بلوائیں ہمارے پیارے اور محبوب آقا کی بے پناہ محبتوں اور چاہتوں کا احاطہ کرنا بے حد مشکل ہے۔

(الفضل 5 دسمبر 2003ء)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع نے 18 دسمبر 1928ء کو اس دنیا میں آنکھ کھولی تو قادیان میں جشن کا سماں تھا۔ حضرت مسیح موعود کی نشاندہی اور پیش خبری کے مطابق قادیان میں ریل کی آمد تھی۔ خدا تعالیٰ نے ایک آسمانی مسافر جس نے تیز تیز سفر کرنا تھا وہ ریل سے پہلے ہی بھیج دیا۔ یہ مسافر سبک رفتاری سے بڑھا۔ اس نے اپنے مقدس اور موعود باپ حضرت مصلح موعود اور اپنی پاک دامن والدہ حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ کی گود میں مقدس حیات کا سفر شروع کیا۔

قافلہ احمدیت کی عالمگیر قیادت کی توفیق پانے والے اس عظیم قائد کی زندگی کی شروعات محنت، مشقت اور برق رفتاری سے عبارت تھیں۔ صحت مند کھیلوں میں شرکت، شگفتہ طبیعت سے لوگوں کے دل موہ لینے والے انداز اور پھر خدمت دین کی غیر معمولی توفیق عنفوان شباب سے ہی ملنی شروع ہو گئی۔

بطور خلیفہ سیدنا طاہر کا بیشتر عرصہ برطانیہ میں گزرا یہ بھی عجب خدائی تصرف ہے کہ 1955ء میں ہی حضرت مصلح موعود نے اپنے اس طاہرہ مطہر فرزند کو انگلستان بھیجا تا کہ وہاں کے ماحول، وہاں کے مسائل اور وہاں اشاعت حق کے کاموں کا جائزہ لے سکیں اور عالمگیر قیادت کے لئے تیاری کر سکیں۔

برطانیہ سے واپسی ہوئی تو قیادت وسیادت کی ذمہ داریاں بڑی تیزی سے آپ کے کاندھوں پر آنے لگیں وقف جدید کا آغاز ہوا تو حضرت مصلح موعود نے پہلا نام آپ ہی کا لکھا۔ اس تحریک کی بدولت آپ متحدہ پاکستان کے کونے کونے تک پہنچے۔ تعلیمی وتربیتی مسائل اور ان کے حل کی توفیق ملنی شروع ہوگئی۔ نوجوانوں کی قیادت بطور صدر خدام الاحمدیہ کی اور بعد ازاں انصاراللہ کے صدر کی ذمہ داری بھی آپ پر آگئی۔ سیدنا طاہر قیادت کے تمام اسلوبوں سے گزرے اور پھر خدائی مشیت نے 1982ء میں آپ کو منصبِ خلافت پر فائز کردیا۔

اب جماعت کی عالمگیر ترقیات اور خدائی فضلوں کا بارش کی طرح غیر معمولی نزول ہوا اور ایسے انقلابی کارنامے سرانجام دینے کی توفیق ملی جن کو تعلق جماعت کے روحانی، جسمانی، اخلاقی، انتظامی، تعلیمی اور تربیتی ترقی کے ساتھ تھا۔ احمدیت کا اُفق پھیلنے لگا تو تربیتی مسائل کے حل کیلئے MTA کا روحانی نظام ظاہر ہوگیا۔ اب یہ اولوالعزم خلیفہ اور احمدیوں کا محبوب آقا گھر گھر پہنچ کر ہر دل کی دھڑکن بن گیا۔

19 اپریل 2003ء کو آپ ہم سے جسمانی طور پر رخصت ہوگئے لیکن آپ اپنی نیک یادیں مہتم بشان کارنامے اور فیضان کی ایسی نہریں جاری کر گئے ہیں کہ ہم انہیں صدا یاد رکھیں گے۔ مرا طاہر کبھی ہم سے بھلایا نہیں جا سکتا۔

تسلی کرنے والے جواب دیتے تھے شائد ہی کوئی ایسا مسئلہ ہو جو آپ نے نہ کھولا ہو اور بہترین رنگ میں سمجھا نہ دیا ہو۔ نظم اور نثر میں آپ نے لازوال علمی خزانے چھوڑے جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے زادراہ کا کام دیں گے۔ آپ کی نہایت جامع کتاب Rationality آپ کے تمام علوم اور تحقیقات کا مجموعہ ہے اور

دین اور دنیا کے ہر اہم سوال کا جواب دینے کے لئے کافی ہے۔ آپ کو یہ پہلا اعزاز حاصل ہے کہ عالمی سطح پر آپ نے ایم ٹی اے کے ذریعے قرآن کریم کے درس دیئے اور بڑے بڑے مشکل مقامات کو حل کیا۔ حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔

تیرے کلام میں جو تیرے منہ سے نکلتا ہے برکت رکھی جاتی ہے کیونکہ وہ تیرے منہ سے نکلتا ہے

(تذکرہ ایڈیشن چہارم ص 207)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم الادیان اور علم الابدان کو بہترین علوم قرار دیا ہے۔ آپ نے دونوں قسم کے علوم کے خزانے عالمی سطح پر تقسیم کئے۔ آپ کے درس القرآن کی کلاسز اور ہومیو پیتھک طریقہ علاج کی کلاسز ایم ٹی اے پر سالہا سال تک جاری رہیں اور رہتی دنیا تک بنی نوع انسان اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ آپ کی آخری علمی خدمت ”قرآن کریم کا اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف اور مختصر تشریحی نوٹس ہے جو پہلے جولائی 2000ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ پر شائع ہوا پھر اس میں کچھ ترمیم اور اضافے کے ساتھ اسے 2002ء کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقع پر جولائی میں شائع کیا گیا۔“ حضرت مسیح موعودؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔

اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔

(تذکرہ ایڈیشن چہارم ص 604)

یہ پیشگوئی اولاً حضرت مسیح موعود کے خلفاء پر صادق آتی ہے اور حضرت

خلیفۃ المسیح الرابع کے بیان فرمودہ قرآنی علوم ومعارف اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

(الفضل 23 مئی 2003ء)

اہل دنیا کی راہنمائی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو عصر حاضر کے مسائل کا تجزیہ کرنے اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل بیان کرنے پر بے نظیر دسترس حاصل تھی۔ خاص طور پر امت کو درپیش مسائل، مسئلہ کشمیر فلسطین کا ہو بوسنیا ہو یا کویت پر عراق کا حملہ اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی صورت حال، بابری مسجد کے انہدام کا معاملہ اور اس پر درست ردِعمل کا بیان ہو یا عالمی دہشت گردی، بدنام زمانہ سلمان رشدی کی شیطانی کتاب سے نپٹنے کا صحیح دینی طریقہ۔ ان سب معاملات پر حضور نے بے لاگ تبصرے فرمائے اور مسائل کو سلجھانے کے صحیح حل بیان فرمائے۔ مگر افسوس کہ ارباب حل وعقد نے ان نصائح کو قبول نہ کیا۔ مگر وقت اور واقعات نے اسے ہی درست ثابت کیا اور آئندہ تاریخ بھی یہی فیصلہ کرے گی۔ انشاءاللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو غیروں کا خراج تحسین

پروقار سفید پگڑی والے

سوئزرلینڈ کا اخبار لکھتا ہے:

پروقار سفید پگڑی والے مرزا طاہر احمد اس وقت تو خوب کھل کر بات کرتے تھے جب آپ کی جماعت کے عقائد کے متعلق سوال ہوتا لیکن جب آپ کی ذات کے متعلق کچھ دریافت کیا جاتا تو آپ کھل کر بات کرنے سے کسی قدر اجتناب فرماتے آپ نے بتایا کہ آپ ایک سادہ اور عاجز انسان ہیں بقول آپ کے آپ نے کوئی خاص قابل لحاظ تعلیم حاصل نہیں کی۔ آپ سکول میں پچھلے بینچوں پر بیٹھنے والوں میں سے تھے آپ خود اس امر پر حیران تھے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو جماعت کا سربراہ چن لیا........آپ بات کو مزاح کا رنگ دینے کی طرف طبعی میلان رکھتے ہیں۔

(Neue Zurcher Zettung Zurich

31 اگست 1982ء)

امن کا شہزادہ

جرمنی کا ایک معروف اخبار رقمطراز ہے:

گزشتہ روز ایک ''سچے خلیفہ'' کے ذریعہ مشرقی ہیرو کا ایک نیا تصور ابھرا ہے۔ احمدیہ.........جماعت کے سربراہ کے لئے ظاہری نہیں بلکہ باطنی روحانی دنیا

اہمیت رکھتی ہے............

مدعوئین کا استقبال حضرت مرزا طاہر احمدؒ صاحب نے نور (بیت الذکر) میں کیا۔ خلیفہ (صاحب) (دین حق) کی اس غلط تصویر کی تصحیح کرنا چاہتے ہیں جو اب مغربی افراد کے ذہن میں ہے............ آپ کے پیغام میں سب سے زیادہ متاثر کرنیوالی بات یہ ہے کہ آپ امن کے شہزادے ہیں۔ دس ملین سے زیادہ پیروکاروں کے پیشوا نے کہا۔

"ہتھیار ہاتھ میں لے کر بنی نوع انسان کے دل فتح نہیں کئے جا سکتے اس طرح کے جہاد مقدس کا کوئی وجود نہیں"۔

(Neue Presse فرینگفرٹ 27 اکتوبر 1986ء) (از اخبار احمدیہ مغربی جرمنی 1986ء)

خلیق اور ملنسار

سوئٹزرلینڈ کا ایک اخبار لکھتا ہے:

حضرت مرزا طاہر احمدؒ جن کی عمر کم وبیش پچاس سال ہے بہت خلیق اور ملنسار ہیں آپ اپنی ذات کے بارہ میں بات کرنے کی بجائے اپنے فرائض منصبی اور جماعت کے بارہ میں بات کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

(روزنامہ وائن لینڈ رناگ بلاٹ زیورک سوئٹزرلینڈ)

میں بار بار ملنا چاہتا ہوں

جلسہ سالانہ برطانیہ 1992ء کے موقع پر سیرالیون کے صدر کے ذاتی نمائندہ اور وزیرِ صحت، سماجی امور و مذہبی امور مسٹر ایکم اے جبریل (Akim A Gibril) تشریف لائے اور حاضرین جلسہ سے اپنے تاثرات میں کہا۔

”میں نے پہلی بار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے ملاقات کی اور اس کا گہرا اثر میرے دل پر پڑا۔ میں حضرت امام جماعت احمدیہ سے بار بار ملنا چاہتا ہوں۔

(روزنامہ الفضل 4 اگست 1992ء)

خوداعتمادی

آسٹریلیا کے معروف صحافی جیمز ایس مرے لکھتے ہیں:

احمدیہ جماعت کے سربراہ جو ایک منتخب خلیفہ کی حیثیت میں زبردست خود اعتمادی کے مالک ہیں، یہ بات کسی قسم کی چشم نمائی کا باعث نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ احمدیوں کو جس قسم کے جبر و تشدد کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس سے ان کی مشابہت ابتدائی عیسائیوں سے ثابت ہوتی ہے اور آخر کار وہ بھی ان ہی کی طرح فتح حاصل کر کے رہیں گے۔

(دی آسٹریلین 29 ستمبر 1983ء)

دانشمندانہ قیادت

لارڈ ایرک ایوبری، لندن نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2002ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا۔ میں خاص طور پر آپ کے سربراہ حضرت مرزا طاہر احمد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جن کی دانشمندانہ قیادت نے آپ کو مشکلات کے گرداب سے بچالیا اور امید واثق ہے کہ ان کی قیادت جماعت احمدیہ کے لئے نہ صرف برطانیہ میں بلکہ پوری دنیا میں ایک روشن مستقبل پیدا کرے گی جس سے ساری انسانیت کو فائدہ ہوگا۔

(روزنامہ الفضل سالانہ نمبر 2003ء ص66)

اعتراف حقیقت

1986ء میں ایک کیتھولک پادری جناب شیل آرلد پولیستاد نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے ناروے میں ملاقات کی۔ وہاں کے اخبار Stavanger Aftenbla میں ستمبر 1986ء کی اشاعت کے لئے اپنے تاثرات قلمبند کرائے۔ ان میں سے ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے۔

حال ہی میں مجھے ایک امام برحق سے ملاقات کا شرف ملا۔ جو جماعت احمدیہ کے موجودہ سربراہ ہیں.......... امام جماعت احمدیہ وہاں پر بغیر کسی ظاہری شان وشوکت کے موجود تھے۔ مگر وہ طبعی وقار جو ایک حقیقی مذہبی رہنما کا طرۂ امتیاز ہے ان میں بدرجہ اتم نظر آرہا تھا۔ آپ سیاہ رنگ کی شیروانی اور سفید طرہ دار عمامہ میں ملبوس

تھے۔ آپ کا سارا وجود ایک ایسی طمانیت کا مظہر تھا جس کی بنیاد خدا تعالیٰ کی ہستی پر گہرے ایمان سے ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ یہ مقام طمانیت انہیں اسی راہ کو بہترین اور مسلسل طور پر اپنانے سے ملا ہے جسے وہ برحق جانتے ہیں۔ ہاں وہی مذہب جو کامل فرمانبرداری کا پیامبر ہے۔

(سوونیئر 86-87 مجلس خدام الاحمدیہ کراچی صفحہ 17)

حاذق، طبیب، جید فلاسفر اور شاعر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی کتاب............Revelation پر تبصرہ کرتے ہوئے برطانیہ کی پارلیمنٹ کے ممبر جناب ٹام کاکس لکھتے ہیں:

آج میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں جو کہ کتاب ” Revelation, Retionality Knowledge and Truth کے مصنف ہیں۔ آپ ایک ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک شخصیت ہیں اور مختلف النوع علوم کے ماہر ہیں۔ آپ ایک حاذق طبیب ہیں اور سائنسی علوم سے بہرہ ور ہیں۔ آپ ایک جید فلاسفر اور منجھے ہوئے شاعر ہیں۔

دراصل آپ گیارھویں اور بارھویں صدی میں گزرنے والے ابن سینا اور ابن رشد کی طرح علم کا ایک بے پناہ خزانہ ہیں۔ اور انواع و اقسام کے مضامین اور علم کی مختلف شاخوں پر خوب دسترس رکھتے ہیں۔ اس نہایت وسیع اور گہرے علم کے ساتھ ساتھ جو مختلف جہتوں سے آپ کو حاصل ہے۔ آپ (دین حق) کی تعلیمات کی حکمت اور عظمت کو سمجھنے میں دیگر تمام دنیا سے بلند ایک ممتاز مقام پر فائز ہیں۔ حقیقت کے

منکر اور دہریوں کے خلاف آپ کے دلائل قاطع ہیں۔ اور ایسے ہیں کہ انہیں ان کے ناقابل فہم اور بعید از عقل خیالات کے بارے میں دوبارہ سوچنے پر مجبور کر دیں گے۔

اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت قرآن کا وہ گہرا اور عظیم علم ہے جو آپ کسی نظریے کی تائید یا حق میں پیش فرماتے ہیں۔ دراصل مذہبی صحائف کا علم محض ذاتی مطالعے کی بنا پر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک ایسا تحفہ خداوندی ہے جو صرف چند لوگوں کے ہی حصے میں آتا ہے۔ دراصل یہ تحفہ خداوندی الہام ہی ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ چندان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جو الہام کی نعمت سے حصہ پاتے ہیں۔ وہ چند خوش نصیب جنہیں خدا تعالیٰ اپنی جناب سے اس نعمت عظمیٰ کے لئے چن لیتا ہے۔ میں نہایت وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ (دینی) دنیا کے علم و فضل سے بہرہ ور لوگوں کے سردار ہیں۔ اور میں آپ کی عظمت کو سلام کرتا ہوں۔

(نوٹ: یہ تبصرہ جلسہ سالانہ برطانیہ 1998ء کے موقع پر جناب ٹام کاکس ممبر آف پارلیمنٹ ٹوٹنگ نے پیش کیا)

ایسی قیادت بوسنیا کو بھی نصیب ہو

جلسہ سالانہ برطانیہ 1994ء کے موقع پر مکرم آفتاب احمد خان امیر جماعت برطانیہ نے چند معزز مہمانوں کو خطاب کرنے کی دعوت دی۔ سب سے پہلے بوسنیا کے مکرم محمود باثق Mahmood Basik کا تعارف کروایا جو کینیڈا میں بوسنیا ریلیف سنٹر کے ڈائریکٹر ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ میں نے حال ہی میں کروشیا اور زاغرب کا دورہ کیا ہے

جہاں میری بوسنیا کے صدر علی جاہ عزت بیگو وچ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرے توسط سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اور تمام احمدیوں کو سلام بھجوایا ہے۔ مکرم محمود باثق صاحب نے دعا کی کہ ایسی ہی قیادت بوسنیا کو بھی نصیب ہو۔

(روزنامہ الفضل 11 اگست 1994ء)

لارڈ ایوبری لندن

اس عظیم سانحہ پر جو جماعت احمدیہ کو ہوا ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں کچھ کہہ سکوں۔ درحقیقت یہ ایک ایسا نقصان ہے جو دنیا کے لاکھوں غیر از جماعت احباب کو بھی ہوا ہے جو جماعت احمدیہ کے اچھے کاموں سے مستفید ہوتے چلے آئے ہیں۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی وفات تمام بنی نوع انسان کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ جب کبھی لوگوں میں تناؤ اور مخالفت پیدا ہوتی آپ کی طرف سے امن اور محبت کا پیغام تمام مسائل حل کرنے کا کام کرتا۔ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے ساتھ ملاقات اور ان کے عارفانہ کلمات سننا بہت اعزاز کی بات ہے۔

(محررہ: 20 اپریل 2003ء۔ الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 87)

☆ اس کے علاوہ بعض دوسرے لیڈرز نے بھی تعزیتی پیغامات بھجوائے۔

مسٹر ایس کے موفورے کے خیالات

ایک مربی صاحب تحریر کرتے ہیں:

خاکسار 1988ء میں مربی بن کر سیرالیون گیا تو وہاں Daru مشن

ہاؤس میں خاکسار کی تقرری ہوئی مشن ہاؤس کے سامنے پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول کا گھر تھا۔ گھر قریب ہونے کی وجہ سے ان سے اکثر ملاقاتیں ہوتیں۔ وہ اکثر یہ واقعہ بیان کرتے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سیرالیون تشریف لائے اور لونگی ائرپورٹ سے بذریعہ ہیلی کاپٹر فری ٹاؤن کے قریب اترے۔ جہاں ہزاروں کی تعداد میں احباب استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ جونہی حضور ہیلی کاپٹر سے نکلے اور افریقن لوگوں نے آپ کا نورانی اور حسین چہرہ دیکھا۔ تو فرط جذبات سے ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ اور وہ ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ یہ انسان ہے یا کوئی فرشتہ ان میں اترا ہے۔ وہ سال Daru میں قیام کے دوران انہوں نے متعدد بار یہ واقعہ سنایا۔ اور ہر دفعہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی عینک اتار کر آنسو صاف کرتے اور آہیں بھر کر کہتے ”ایسا حسین چہرہ ہم کبھی نہیں بھول سکتے“

مسٹر ایس کے موفورے نے تو اس حسین چہرے کے صرف چند جلوے دیکھے تھے۔ اس کا یہ حال ہے۔ وہ جنہوں نے قریب سے آپ کے حسن و احسان کے جلوے دیکھے اور اپنے سینوں کو نور ایمان سے منور کیا۔ وہ جو ابر کرم بن کر برسا۔ ہاں وہ جو ان کے لئے ماں باپ سے بڑھ کر پیارا اور ان کی عزیز ترین متاع سے زیادہ عزیز تھا۔ ان کی قلبی کیفیات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ بسا اوقات یہ شعر زبان پر آجاتا ہے کہ

وہ نورانی نگاہیں مسکراتے لب حسین چہرہ
ہوا رخصت ہمیشہ کے لئے پر دل نہیں مانے

مربی صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک دوست نے یہ واقعہ سنایا کہ میرا سی ایم ایچ میں آپریشن تھا۔ میں ربوہ
گیا اور حضورؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں تاریخ کو میرا آپریشن ہے۔ آپریشن کی
کامیابی اور صحت کاملہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ چنانچہ میں آپریشن کے لئے پنڈی
گیا۔ لیکن سی ایم ایچ والوں نے کہا کہ آج ایک ایمرجنسی آپریشن ہے اس لئے
آپ کا آپریشن چند روز بعد کریں گے۔ میں وہاں سے سیدھا اسلام آباد حضورؒ کی
ملاقات کے لئے پہنچا۔ خوش قسمتی سے ملاقات کا وقت مل گیا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ
آج تو آپ کا آپریشن تھا۔ اس کا کیا بنا میں نے عرض کیا کہ حضور آج ایمرجنسی کیس آیا
تھا۔ اس لئے میرے لئے انہوں نے کوئی اور دن تجویز کیا ہے۔ وہ صاحب بتانے
لگے کہ میں حیران رہ گیا جب حضورؒ نے فرمایا کہ آج تو آپ کا آپریشن تھا۔ حالانکہ میں
نے دس بارہ دن پہلے دعا کی درخواست کی تھی کتنا پیارا وجود تھا کہ مسلسل دعا
کر رہا تھا اور آپریشن کی تاریخ بھی یاد تھی۔

(الفضل 7 نومبر 2003ء)

بلدیہ عظمیٰ ایڈمنٹن کینیڈا کے نائب صدر جو خود ایک راسخ العقیدہ کیتھولک
فرقے سے تعلق رکھنے والے عیسائی ہیں، (حضرت) خلیفہ رابع سے اپنی ملاقات کا
حال یوں بیان کرتے ہیں:۔

”ایک منتخب عہدہ دار کی حیثیت سے مجھے ان کی یعنی (حضرت) خلیفہ رابع
کے ساتھ نشست دی گئی......... اس طرح مجھے ان سے گفتگو کا موقع میسر آ گیا۔ ان
سے مل کر مجھے یوں لگا جیسے میں حقیقی معنوں میں ایک حسین وجمیل انسان کے سامنے
بیٹھا ہوں۔ جس کے چہرے اور نگاہوں سے ہمدردی، محبت، حکمت، رحم اور شفقت کی

کرنیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں اور میرے جسم و جان کو منور کر رہی ہیں۔ ملتے ہی آپ کی شخصیت اور موجودگی کا شدت سے احساس ہونے لگتا ہے اور دل اس یقین سے بھر جاتا ہے کہ ہم ایک مقدس انسان کی خدمت میں بیٹھے ہیں۔ آپ کی پُرکشش شخصیت دلوں کو شدت سے اپنی طرف کھینچتی ہے اور دیکھنے والا بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ واقعی کہ اللہ کا ایک محبوب بندہ ہے۔ آپ سے ملاقات ایک روحانی تجربے سے کم نہیں۔ جب ملاقات ختم ہوتی ہے تو ملاقات کرنے والا محسوس کرتا ہے جیسے خدا تعالیٰ کی معرفت اور عرفان کے نئے افق اس پر روشن ہو گئے ہوں اور وہ خدا تعالیٰ کی محبت کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹا ہو''۔

نیز کہا:۔

''پہلی نظر ہی میں آپ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور ان سے قریب تر ہونے کو جی چاہتا ہے۔ ان کی باتیں سن کر زندگی کی گتھیاں سلجھنے لگتی ہیں اور زندگی گزارنے کے ڈھنگ آ جاتے ہیں۔ مجھے پہلی بار ایسی ہستی سے ملنے کا شرف حاصل ہوا ہے جس نے میرے وجود کو ہلا کر رکھ دیا ہے''۔

عوام سے آپ کو گہری محبت ہے۔ آپ عوام سے ملنا چاہتے ہیں۔ کسانوں، مزدوروں، محنت کشوں، سبھی سے مل کر آپ دلی راحت محسوس کرتے ہیں۔

(ایک مردِ خدا، ص 410 تا 411)

احمدی شعراء کرام کا بہترین خراج تحسین

ہنستے ہوئے سہتے رہے صدمات مسلسل
گاتے رہے توحید کے نغمات مسلسل
اک دھن تھی محمدؐ کا رہے نام ہمیشہ
دیتے رہے دن رات ہدایات مسلسل
ہر صبح نئی صبح تھی، ہر شام مسلسل
ہر لحظہ ہر اک آن کرامات مسلسل
بولتے رہے ہر ملک میں باغات مسلسل

(قریشی خالق محی الدین۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 41)

ٹھنڈک تھا وہ دلوں کی، سکوں تھا، قرار تھا
اِک چاند تھا جو چاندنی ہر سُو بچھا گیا
سُکھ بانٹتا رہتا تھا مگر جانے کیا ہوا
اپنوں کو کس طرح سے وہ آنسو بنا گیا

(عطاالقدوس طاہر ٹورانٹو کینیڈا۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 366)

اس کی آنکھیں تھیں کہ یا تھیں نور کی دو مشعلیں
چاند سا چہرہ منور اور ستارا تھی جبیں
زندگی کی پائی پائی دینِ حق پر وار دی
آخری دم تک رہا وہ خادمِ دینِ متیں

خوف کا اس وقت تک قدسیؔ کڑا پہرا رہا
صحنِ دل میں چاند جب تک دوسرا اُترا نہیں

(عبدالکریم قدسیؔ لاہور۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004 صفحہ 19)

حکیم و عالم وشاعر ،خطیب وشاہ گیا
نظر تھی جس کی الوہی وہ خوش نگاہ گیا
دکھا کے شانِ ادا، حسن بے پناہ گیا

(مکرم جمیل الرحمٰن صاحب۔ ہالینڈ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004 صفحہ 349)

بچھڑنے کی ادا کتنی حسین ہے
وصال یار کا کیا مرحلہ ہے
وہ محفل عالم بالا کی محفل
جہاں تجھ سا کرم فرما گیا ہے
ہم آئیں گے تری محفل میں آقا!
ہمارے دل میں بھی ذوق لقا ہے

(محمد آصف عدیل۔ الفضل مارچ واپریل 2004ء صفحہ 57)

گیا وہ جس کے سبھی رنگ تھے گلستاں میں
نہیں ہے جس کی طرح کوئی اور خوباں میں
جہانِ خاک میں باپائیدار ہونا بھی
عجیب دکھ ہے یہ مشتِ غبار ہونا بھی
کسی کے عشق میں بے اختیار ہونا بھی

میں دل کی بات کہوں تُو سنے اگر۔ اے دوست!
رضائے مولیٰ پہ راضی تو ہوں مگر۔ اے دوست!

مکرم جمیل الرحمٰن صاحب۔ ہالینڈ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 349)

اُس کا ہم سب پر یقیناً ہے یہ احسان عظیم
وہ ہمیں خادم خلافت کا بنا کر چل دیا
یہ خدا کا سلسلہ ہے، گلشن توحید ہے
اس کو وہ خوش رنگ پھولوں سے سجا کر چل دیا ہے
"اب اسی گلشن میں لوگو! راحت و آرام ہے"
یہ حسین مژدہ وہ دنیا کو سنا کر چل دیا

مکرم پروفیسر سراج الحق قریشی صاحب۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 287)

شکایت نہ کچھ گلا ہے
جو مولیٰ کی رضا، اپنی رضا ہے

(محمد آصف عدیم۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 57)

ہزار رحمتیں نازل ہوں جانے والے پر
ہمارے درد کو اپنا بنانے والے پر
ہمارے ناز اٹھا کے رلانے والے پر

(مکرم جمیل الرحمٰن صاحب ہالینڈ۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 349)

تم علم کا ایک خزانہ تھے، دنیا کی ساری قوموں کو
قرآں کے معارف سکھلائے، کیا بات تمہارے درسوں کی

تم پیارے آن کے بیٹھتے تھے اپنے عشاق کی مجلس میں
یہ اتنی دیر کی بات نہیں، یہ بات ہے کل یا پرسوں کی
تم بات کے سب سے سچے تھے اور وعدے کے سب سے پکے
پر رب کی مرضی غالب ہے، کیا مرضی دید کے ترسوں کی
جا! پیار محبت بانٹنے والے رب کے پیار میں رہ
ہم کو تو اب یہ کاٹنی ہیں محرومیاں لمبے عرصوں کی

(مکرم سید قمر سلیمان صاحب۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 51)

کون ہے جس نے نہ پایا تجھ سے فیضان دعا
کون ہے جس پر کرم تیرا ہوا نہ بار بار
کس کو بتلائے کہ کتنا بے سہارا ہوگیا
یہ ترا عابد ترا عاشق ترا خدمت گزار
جب زیادہ ہی دکھے تو دل کو سمجھاتے ہیں ہم
یہ ہمارا تو نہیں قادر کا ہے سب کاروبار

(مبارک احمد عابد۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004ء صفحہ 193)

خدمت دین کا پیکر تھا وہ اک بطل جلیل
گامزن نت نئی راہوں پہ سدا رہتا تھا
جس کی الفت میں گرفتار تھے لاکھوں انساں
اور وہ ایسا کہ لاکھوں پہ فدا رہتا تھا
ہاں وہی شخص جو رہتا تھا دلوں میں ہردم

وہ جو ہر سانس کی ڈوری میں بندھا رہتا تھا
اس کے عشاق کی ہر ملک میں حالت یوں تھی
اس کو جائے نہ کچھ ، دھڑکا لگا رہتا تھا
ہفت اقلیم میں پھیلائے ہوئے دستِ دعا
بھیگی پلکوں سے ہر اک وقف دعا رہتا تھا
"مجھ سے ہی پیار وہ کرتا ہے" یہ تھا سب کو گماں
اس کا پیار ایسا تھا ہر دل میں بسا رہتا تھا
وہ جدھر جاتا تھا کرنیں سی بکھر جاتی تھیں
اپنے ماحول میں خورشید ادا رہتا تھا

مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب۔ رسالہ خالد مارچ واپریل 2004 صفحہ 29)

روحانی خزائن کے معلم تھے وہ یکسر
ملتی رہی طاہر سے یہ سوغات مسلسل
مسرور ہمیں بخشا جو طاہر لیا ہم سے
احمدؑ کے غلاموں پہ عنایات مسلسل

(قریشی فائق محی الدین۔ کراچی رسالہ مارچ واپریل 2004ء صفحہ 41)

پہلے بھی ہم نے جہاں زیر زمیں رکھے ہیں چاند
پھر وہیں اگتی ہے دیکھی کہکشاؤں کی قطار
باغ احمد میں کھلا پھر اک تر و تازہ گلاب
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار

آنے والے فضل رب سے تو سدا مسرور ہو
جانے والے تجھ پہ اس کی رحمتیں ہوں بے شمار

(مبارک احمد عابد صاحب)

(ماہنامہ خالد مارچ اپریل 2004ء صفحہ 193)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا

مختصر سوانحی خاکہ

☆حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع 18 دسمبر 1928ء بروز منگل بمطابق 5 رجب 1347ھ حضرت مصلح موعود کے ہاں حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہ (امّ طاہر) کے بطن سے قادیان دارالامان میں پیدا ہوئے۔

☆......آپ نے اپنے بزرگ والدین کی نگرانی میں قادیان کی مقدس سرزمین میں پرورش پائی۔

☆......ابتدائی تعلیم قادیان سے ہی حاصل کی اور 1944ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی اور بی۔ اے پرائیویٹ کیا۔

☆......5 مارچ 1944ء میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہ انتقال کر گئیں۔

☆......1947ء میں تقسیم برصغیر کے وقت حفاظت مرکز قادیان کے تحت ڈیوٹی دیتے رہے اور پھر ہجرت پاکستان۔

☆......7 دسمبر 1949ء کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا اور 1953ء میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔

☆......1955ء میں مزید تعلیم کے لئے لندن یورنیورسٹی میں داخلہ لے کر انگریزی

صوتیات کا مضمون منتخب کیا اور انگریزی میں مہارت حاصل کی۔ 14 اکتوبر 1957ء کو آپ پاکستان واپس تشریف لائے۔

☆......5 دسمبر 1957ء کو حضرت مصلح موعود نے آپ کا نکاح حضرت سیّدہ آصفہ بیگم بنت صاحبزادی امتہ السلام صاحبہ و صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب کے ساتھ پڑھایا۔ 9 دسمبر کو شادی ہوئی اور 11 دسمبر کو دعوت ولیمہ ہوئی۔

☆......1958 میں وقف جدید انجمن احمدیہ کا قیام ہوا حضرت مصلح موعود نے عہدے داروں میں سب سے پہلا نام آپ کا لکھا پھر ناظم ارشاد وقف جدید مقرر فرمایا۔ اس عہدہ پر آپ انتخاب خلافت تک فائز رہے۔

☆......1960ء کے جلسہ سالانہ پر پہلی دفعہ تقریر فرمائی۔

☆...... 1962ء میں حضور کی کتاب مذہب کے نام پر خون شائع ہوئی۔

☆......1966ء تا 1969ء صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ۔

☆......1970ء ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن کے طور پر تقرری۔

☆......1974ء حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی قیادت میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں شریک ہونے والے احمدیہ وفد میں نمائندگی۔

☆......1975ء آپ کی تالیف سوانح فضل عمر جلد اول کی اشاعت۔

☆......اولاد۔ آپ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹیوں سے نوازہ۔

صاحبزادی شوکت جہاں صاحبہ (ولادت 1960ء)

صاحبزادی فائزہ لقمان صاحبہ (ولادت 1961ء)

صاحبزادی یاسمین مونا صاحبہ (ولادت 1971ء)

صاحبزادی عطیۃ الحبیب طوبیٰ صاحبہ (ولادت 1974ء)

دور خلافت رابعہ

☆......10 جون 1982 کو بعد نماز ظہر آپ کو حضرت مسیح موعود کا چوتھا خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ اسی روز آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 11 جون کو اپنے دور خلافت کا پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔

☆......جولائی 1982ء دورہ یورپ کیلئے روانگی۔ 10 ستمبر کو بیت بشارت سپین کا افتتاح فرمایا۔

☆......29 اکتوبر 1982ء کو بیت اقصیٰ ربوہ میں بیوت الحمد منصوبہ کا اعلان فرمایا۔

☆......15 دسمبر 1982ء امریکہ کے لئے پانچ نئے مشن ہاؤسز اور بیوت الذکر کی تحریک فرمائی۔

☆......25 دسمبر 1982ء مرکزی مجلس صحت کا قیام۔

☆......26 تا 28 دسمبر 1982ء دور خلافت کا پہلا جلسہ سالانہ ربوہ میں ہوا۔

☆......28 جنوری 1983ء تحریک دعوت الی اللہ کا منظم آغاز۔

☆......یکم اپریل 1983ء آپ کے دور کی پہلی مجلس مشاورت۔

☆......11 اپریل 1983ء دارالضیافت کے جدید بلاک کی بالائی منزل کا سنگ بنیاد رکھا۔

☆......اگست 1983ء حضور انور کا دورہ مشرقی بعید و آسٹریلیا۔ بیت الہدیٰ آسٹریلیا کا سنگ بنیاد۔

☆......26 تا 28 دسمبر 1983ء کا جلسہ سالانہ ربوہ (جو ربوہ میں آپ کے دور کا

آخری جلسہ سالانہ تھا) پونے تین لاکھ افراد کی شرکت۔

☆......30 مارچ تا یکم اپریل 1984ء جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت آپ کی صدارت میں ربوہ میں ہونیوالی آخری مجلس شوریٰ۔

☆......20 اپریل 1984ء بیت اقصیٰ ربوہ میں آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

☆......26 اپریل 1984ء صدر پاکستان کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔

☆......28 اپریل 1984ء بیت المبارک میں بعد عشاء احباب سے خطاب 29 اپریل کو سفر یورپ کے لئے ربوہ سے روانگی اور 30 اپریل کو بحفاظت الٰہی آپ لندن پہنچ گئے۔

☆......4 مئی 1984ء قیام لندن کے دور کا پہلا خطبہ جمعہ۔

☆......20 جولائی 1984ء سے 17 مئی 1985ء تک حکومت پاکستان کے قرطاس ابیض کے جواب میں خطبات کا سلسلہ جواب ''زھق الباطل'' کے نام سے شائع چکے ہیں۔

☆......14 مارچ 1986ء اسیران اور شہداء کے لواحقین کے لئے سیدنا بلال فنڈ کی تحریک جاری فرمائی۔

☆......20 ستمبر 1986ء بیت السلام کینیڈا کا سنگ بنیاد رکھا۔

☆......3 اپریل 1987ء وقف نو کی عظیم تحریک کا اعلان۔

☆......یکم اگست 1987ء نائیجریا کے دو بادشاہوں کو حضرت مسیح موعود کے کپڑوں کا تبرک عنایت فرمایا۔

☆......جنوری 1988ء حضور انور کا مغربی افریقہ کے ممالک کا پہلا دورہ۔

☆......10 جنوری 1988ء تمام جماعت کی نمائندگی میں حضور انور نے تمام معاندین کا مباہلہ کا چیلنج دیا۔ جس کے بعد کئی عظیم الشان نشان ظاہر ہوئے۔

☆......اگست 1988ء حضور کا مشرق افریقہ کے ممالک کا پہلا دورہ۔

☆......23 مارچ 1989ء صد سالہ جشن تشکر کا آغاز۔ ربوہ میں جشن منانے پر پابندی لگادی گئی۔

☆......جولائی 1989ء حضور انور کا دورہ مشرق بعید۔

☆......3 نومبر 1989ء تمام ممالک میں ذیلی تنظیموں کے صدارتی نظام کا اعلان۔

☆......10 نومبر 1989ء Friday the 10th کا رویاء پورا ہوا اور دیوار برلن گرادی گئی۔

☆......19 دسمبر 1991ء حضور انور کا تاریخی سفر قادیان۔ 100 ویں جلسہ سالانہ سے خطابات۔

☆......31 جنوری 1992ء حضور انور کا خطبہ جمعہ پہلی بار مواصلاتی سیارے کے ذریعہ براعظم یورپ میں دیکھا اور سنا گیا۔

☆......3 اپریل 1992ء حضور کی حرم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی وفات۔

☆......جلسہ سالانہ برطانیہ 1992ء براہ راست ٹیلی وژن پر دیکھا گیا۔

☆......21 اگست 1992ء حضور کے خطبات چاروں براعظموں میں نشر ہونے شروع ہوئے

☆......17 اکتوبر 1992ء بیت الذکر ٹورانٹو کا افتتاح فرمایا۔

☆......26 تا 28 دسمبر 1992ء جلسہ سالانہ قادیان۔ لندن میں قادیان کے لئے
جلسہ منعقد ہوا۔ حضور نے سیٹلائٹ کے ذریعہ افتتاحی واختتامی خطاب فرمایا۔ 8افراد
کی بیعت۔ پہلی بار بیعت سیٹلائٹ کے ذریعہ نشر ہوئی۔

☆......16 اپریل 1993ء حضور نے اپنی بیٹی یاسمین رحمان مونا کا نکاح پڑھا۔
سٹیلائٹ کے ذریعے نشر ہونے والا یہ پہلا نکاح تھا۔

☆......31 جولائی 1993ء پہلی عالمی بیعت 2 لاکھ افراد سلسلہ میں شمولیت اس کے
بعد 2002ء تک علی الترتیب 4 لاکھ، 16 لاکھ، 30 لاکھ، 50 لاکھ، ایک کروڑ،
چار کروڑ، 8 کروڑ اور دو کروڑ افراد نے بیعت کی۔

☆......31 دسمبر 1993ء حضور نے ماریشس میں خطبہ دیا اور ایم ٹی اے کی نشریات
12 گھنٹے کرنے کا اعلان۔

☆......1993ء عالمی درس القرآن کا آغاز

☆......7 جنوری 1994ء ایم ٹی اے کی باقاعدہ نشریات کا آغاز اور الفضل انٹرنیشنل
کا باقاعدہ اجراء

☆......23 مارچ 1994ء ایم۔ ٹی۔ اے پر ہومیو پیتھی کلاسز جبکہ 15 جولائی
1994 سے ترجمۃ القرآن کلاس کا اجراء۔

☆......14 اکتوبر 1994ء بیت الرحمٰن میری لینڈ امریکہ اور ایم۔ ٹی۔ اے ارتھ
سٹیشن امریکہ کا افتتاح فرمایا۔

☆......5 جولائی 1996ء جلسہ سالانہ جرمنی میں حضور کے خطابات حاضری
23 ہزار۔

☆......24 فروری 1999ء حضور انور نے 305 گھنٹے کی کلاسز کے ذریعہ ایم ٹی اے پر ترجمۃ القرآن کا دور مکمل فرمایا۔

☆......2000ء میں حضور انور کا تاریخی دورہ انڈونیشیا۔

☆......2002ء میں آپ کے دور خلافت کا آخری جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ حاضری 19400 سے زائد رہی۔

☆......ہجرت کے بعد بیرون ممالک میں 13065 نئی بیوت الذکر کا اضافہ اور 985 نئے مشن ہاوسز بنے۔

☆......اب تک 56 زبانوں میں قرآن مجید کا مکمل اور سو سے زائد زبانوں میں منتخب آیات کے تراجم کی اشاعت۔

☆......1984 کے بعد 84 ممالک میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا اور اب خدا کے فضل سے 175 ممالک میں جماعت قائم ہو چکی ہے۔

☆......21 فروری 2003ء غریب بچیوں کی شادی کے لئے ''مریم فنڈ'' کی آخری تحریک فرمائی۔

☆......18 اپریل 2003ء کو بیت الفضل لندن میں آخری مجلس عرفان ارشاد فرمائی

☆......19 اپریل 2003ء، لندن وقت کے مطابق صبح 9 بج کر 30 منٹ پر 75 سال کی عمر میں اپنی رہائش گاہ پر آپ کی مطمئن روح نفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔

(انا للہ و انا الیہ راجعون)

(الفضل 21 پریل 2003ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی انقلاب انگیز تحریکات اور نصائح

☆ پہلے مطبوعہ پیغام میں عالم اسلام اور فلسطین کی بہتری کے لئے دعاؤں کی تحریک۔

(الفضل 13 جون 1982ء)

☆ جھوٹ کے خلاف جہاد کی تحریک۔

(درس القرآن 19 جولائی 1982ء)

☆ لجنہ کو عالمگیر دعوت الی اللہ کا منصوبہ بنانے کی تحریک۔

(اجتماع لجنہ 16 اکتوبر 1982ء)

☆ محرم میں کثرت سے درود پڑھنے کی تحریک۔

(مجلس عرفان 24 اکتوبر 1982ء)

☆ بیوت الحمد سکیم کا اعلان۔

(خطبہ جمعہ 29 اکتوبر 1982ء)

☆ وقف بعد ریٹائرمنٹ کی تحریک۔

(اجتماع انصار اللہ 5 نومبر 1982ء)

☆ تحریک جدید دفتر اول و دوم کو تا قیامت جاری رکھنے کی تحریک۔

(خطبہ 5 نومبر 1982ء)

☆ باہمی جھگڑے ختم کرنے کی تحریک۔

(خطبہ 12 نومبر 1982ء)

☆ نمازوں کی حفاظت کرنے کی تحریک۔

(خطبہ 19 نومبر 1982ء)

☆ مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات تیار کرنے کی تحریک۔

(خطاب استقبالیہ تحریک جدید 2 دسمبر 1982ء)

☆ امریکہ میں 5 نئے مشن ہاوسز اور بیوت الذکر کی تحریک۔

(خطبہ 15 دسمبر 1982ء)

☆ احمدی خواتین کو پردہ کی پابندی کی تحریک۔

(خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1982ء)

☆ الفضل اور ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت دس ہزار کرنے کی تحریک۔

(خطاب جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1982ء)

☆ کینیڈا میں نئے مشن ہاؤسز اور بیوت کی تحریک۔

(خطبہ 2 اپریل 1983ء)

☆ عید پر غرباء کے ساتھ خوشیاں بانٹنے کی تحریک۔

(خطبہ 12 جولائی 1983ء)

☆ بد رسوم کے خلاف جہاد کی تحریک۔

(خطبہ جمعہ 16 دسمبر 1983ء)

☆ جلسہ کے لئے 500 دیگوں کی تحریک۔

(الفضل 8 فروری 1984ء)

☆ برطانیہ اور جرمنی میں دو نئے مراکز کی تحریک۔

(خطبہ 18 مئی 1984ء)

☆ حبشہ کے مصیبت زدگان کی مالی امداد۔

(خطبہ 9 نومبر 1984ء)

☆ حفظ قرآن کی تحریک۔

(خطبہ 11 نومبر 1984ء)

☆ نستعلیق کتابت کے لئے کمپیوٹر کی خرید۔

(خطبہ 12 جولائی 1985ء)

☆ تحریک جدید دفتر چہارم کا آغاز۔

(خطبہ 25 اکتوبر 1985ء)

☆ قیام نماز کے لئے ذیلی تنظیموں کا ہر ماہ اجلاس ہو۔

(خطبہ 8 نومبر 1985ء)

☆ وقف جدید کو عالمگیر کرنے کا اعلان۔

(خطبہ 27 دسمبر 1985ء)

☆ سیدنا بلال فنڈ کا قیام۔

(خطبہ 14 مارچ 1986ء)

☆ توسیع مکان بھارت فنڈ۔

(خطبہ 28 مارچ 1986ء)

☆ جلسہ سالانہ ہائے سیرت النبی ﷺ منانے کی تحریک۔

(خطبہ 8 اگست 1986ء)

☆ فتنہ شدھی کے خلاف جہاد۔

(خطبہ 22 اگست 1986ء)

☆متاثرین زلزلہ ایل سلواڈور کی امداد۔

(خطبہ 17 اکتوبر 1986ء)

☆[illegible] مرکزیہ ربوہ کے نئے ہال و دفتر کے لئے چندہ۔

(خطبہ 16 جنوری 1986ء)

☆صد سالہ جوبلی سے پہلے ہر خاندان ایک نیا احمدی خاندان بنائے۔

(خطبہ 30 جنوری 1987ء)

☆صد سالہ جوبلی پر ہر ملک میں ایک یادگار عمارت بنائی جائے۔

(خطبہ 6 فروری 1987ء)

☆تحریک وقف نو کا اعلان۔

(خطبہ 3 اپریل 1987ء)

☆توسیع بیت النور ہالینڈ۔

(خطبہ 21 اگست 1987ء)

☆منہدم شدہ بیوت الذکر تعمیر کریں۔

(خطبہ 18 ستمبر 1987ء)

☆اسیران کی فلاح و بہبود کے لئے کوشش۔

(خطبہ 4 دسمبر 1987ء)

☆نصرت جہاں تنظیم نو۔ (خطبہ 22 جنوری 1988ء)

☆سپینش سیاحوں کی میزبانی کی تحریک۔

(خطبہ 4 اگست 1988ء)

☆نوجوانوں کو شعبہ صحافت سے منسلک ہونے کی تحریک۔

(خطبہ 24 فروری 1989ء)

☆احمدی خاندان اپنی تاریخ مرتب کریں۔

(خطبہ 17 مارچ 1989ء)

☆بیت الذکر واشنگٹن کے لئے چندہ۔

(خطبہ 7 جولائی 1989ء)

☆افریقہ و ہندوستان کے لئے 5 کروڑ کی تحریک۔

(خطاب جلسہ سالانہ یوکے 1989ء)

☆پانچ بنیادی اخلاق اپنانے کی تحریک۔

(خطبہ 24 نومبر 1989ء)

☆واقفین نو کو تین زبانیں سیکھنے کی تحریک۔

(خطبہ یکم دسمبر 1989ء)

☆متاثرین زلزلہ ایران کے لئے امداد۔

(خطبہ(جون 1990ء)

☆روس میں دعوت الی اللہ اور وقف عارضی۔

(خطبہ 15 جون 90، 18 اکتوبر 1991ء)

☆فاقہ زدگان افریقہ کے لئے امداد۔

(خطبہ 18 جنوری 1991ء)

☆مہاجرین لائبیریا کے لئے امداد کی تحریک۔

(خطبہ 26 اپریل 1991ء)

☆ کفالت یتامیٰ کی تحریک۔
(خطبہ جنوری 1992ء)

☆ خدمت خلق کی عالمی تنظیم کا اعلان۔
(خطبہ 28 اگست 1992ء)

☆ مختلف شعبوں کے احمدی ماہرین کو سابق روسی ریاستوں میں جانے کی تحریک۔
(خطبہ 2 اکتوبر 1992ء)

☆ بوسنیا کے یتیم بچوں، صومالیہ کے قحط زدگان کے لئے امداد۔
(خطبہ 30 اکتوبر 1992ء)

☆ بیت الذکر مسی ساگا کینیڈا کے لئے عطیات۔
(خطبہ 30 اکتوبر 1992ء)

☆ 1993ء کو انسانیت کا سال منانے اور بہبود انسانی کی تحریک۔
(خطبہ یکم جنوری 1993ء)

☆ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے تمام ممالک کے سربراہان سے رابطہ کر کے انہیں
......اور سچائی کی راہ پر بلانے کی تحریک۔

(خطبہ 22 جنوری 1993ء)

☆ مظلومین بوسینیا کی مالی و اخلاقی امداد۔

(خطبہ 29 جنوری 1993ء)

☆ مختلف مذاہب کے بارے نوجوانوں کی ریسرچ ٹیمیں بنانے کی تحریک۔

(خطبہ 14 مارچ 1993ء)

☆گھر اور معاشرے کو جنت نظیر بنانے کی تحریک۔

(خطبہ 16 اپریل 1993ء)

☆جماعتی اجلاسوں میں بزرگوں کے تذکرے کریں۔

(خطبہ 30 اپریل 1993ء)

☆بزرگ پرستی سے بچیں تا آئندہ بچ جائیں۔

(خطبہ 13 اگست 1993ء)

☆قطب شمالی کی پہلی بیت الذکر کے لئے مالی تحریک۔

(خطبہ 8 اکتوبر 1993ء)

☆فرنچ سیکھیں۔ امام وقت کی زبان اردو سیکھیں۔

(خطبہ 25 مارچ 1994ء)

☆شہد پر منظم تحقیق کرنے کی تحریک۔

(پروگرام ملاقات 6 جون 1994ء)

☆مظلومین روانڈا کے لئے مالی امداد۔

(خطبہ 22 جولائی 1994ء)

☆نومبائعین کے لئے مرکزی تربیت گاہوں کا قیام۔

(خطبہ 19 اگست 1994ء)

☆کینسر پر ریسرچ کی تحریک۔

(پروگرام ملاقات 6 دسمبر 1994ء)

☆MTA کے لئے متنوع اور دلچسپ پروگرام بنائیں۔

(خطبہ 16 دسمبر 1994ء)

☆ انگلستان کی مرکزی بیت الذکر کے لئے پانچ ملین پاؤنڈ کی تحریک۔
(خطبہ 24 فروری 1995ء)

☆ نظام شوریٰ کے چارٹر کو دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنے کی تحریک۔
(خطبہ 31 مارچ 1995ء)

☆ امراء اضلاع امارات کے گہرے تقاضے پورے کریں۔
(خطبہ 14 جون 1996ء)

☆ مشرقی یورپ میں جماعتی ضروریات کے لئے 15 لاکھ ڈالر کی تحریک۔
(خطبہ 27 دسمبر 1996ء)

☆ ہر احمدی گھرانہ ڈش انٹینا لگائے۔
(مجلس سوال و جواب 10 جنوری 1997ء)

☆ شاملین وقف جدید کی تعداد بڑھائیں۔
(خطبہ 2 جنوری 1998ء)

☆ ''سرخ کتاب'' رکھنے کی تحریک۔
(خطبہ 7 اگست 1998ء)

☆ بیلجیئم کی بیوت الذکر کے لئے مالی تحریک۔
(خطبہ یکم مئی 1998ء)

☆ خطبہ حضور براہ راست سنیں۔
(خطاب جلسہ بیلجیئم 3 مئی 1998ء)

☆ درس القرآن ایم ٹی اے سے استفادہ کریں۔
(خطبہ 19 جون 98ء)

☆ ''عمل الترب'' پر ریسرچ کریں۔

(پروگرام ملاقات 14 ستمبر 1998ء)

☆ امانتوں کا حق ادا کریں۔

(سلسلہ خطبات 28 اگست، 4، 11، 18 ستمبر 1998ء)

☆ امیر مسلم ممالک غریب ملکوں کے بچوں کے لئے دولت مختص کریں۔

(خطبہ 25 دسمبر 1998ء)

☆ یتامیٰ بیوگان کی خدمت کی عالمی تحریک اہل عراق کے بچوں یتیموں اور بیواؤں کے لئے دعا کی تحریک۔

(خطبہ 29 جنوری، 5 فروری 99ء صفحہ 33)

خلافت رابعہ میں ہونے والے شہداء کی فہرست
اور عظیم شہادت کا ذکر

خون شہیدان امت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے
پھول پھل لائے گی، پھول پھل جائے گی

(کلام طاہر)

1 16 اپریل 1983ء ماسٹر عبدالحکیم ابڑو صاحب وارہ لاڑکانہ
2 8 اگست 1983ء ڈاکٹر مظفر احمد صاحب امریکہ
3 8 ستمبر 1983ء شیخ ناصر احمد صاحب اوکاڑہ
4 10 اپریل 1984ء چوہدری عبدالحمید صاحب محراب (سندھ)
5 یکم مئی 1984ء قریشی عبدالرحمان صاحب سکھر (سندھ)
6 16 جون 1984ء ڈاکٹر عبدالقادر صاحب فیصل آباد
7 15 مارچ 1985ء ڈاکٹر انعام الرحمن صاحب سکھر
8 7 اپریل 1985ء چوہدری عبدالرزاق صاحب بھریا روڈ سندھ۔
9 9 جون 1985ء ڈاکٹر عقیل بن عبدالقادر حیدر آباد

10 29 جولائی 1985ء محمود احمد اٹھول صاحب پنوں عاقل

11 10 اگست 1985ء قریشی محمد اسلم صاحب مربی سلسلہ ٹرینیڈاڈ

12 18 اپریل 1986ء مرزا منور بیگ صاحب لاہور

13 11 مئی 1986ء سید قمر الحق صاحب سکھر

14 11 مئی 1986ء راؤ خالد سلیمان صاحب کراچی

15 9 جون 1986ء رخسانہ طارق صاحبہ مردان

16 9 جولائی 1986ء بابو عبد الغفار صاحب حیدر آباد

17 25 فروری 1987ء غلام ظہیر احمد صاحب سوہاوہ جہلم

18 14 مئی 1989ء ڈاکٹر منور احمد صاحب سکرنڈ سندھ

19 16 جولائی 1989ء نذیر احمد ساقی صاحب چک سکندر گجرات

20 16 جولائی 1989ء رفیق احمد ثاقب صاحب چک سکندر گجرات

21 16 جولائی 1989ء نبیلہ صاحبہ چک سکندر گجرات

22 اگست 1989ء ڈاکٹر عبد القدیر جدران صاحب قاضی احمد نواب شاہ

23 28 ستمبر 1989ء ڈاکٹر عبد القدوس جدران صاحب قاضی احمد نواب شاہ

24 17 جنوری 1990ء قاضی بشیر احمد صاحب کھوکھر شیخوپورہ

25 30 جون 1990ء مبشر احمد صاحب تیماپور کرناٹک گجرات

26 17 نومبر 1990ء نصیر احمد علوی صاحب دوڑ نواب شاہ

27 16 دسمبر 1992ء محمد اشرف صاحب جلہن گوجرانوالہ

28 5 فروری 1994ء رانا ریاض احمد صاحب لاہور

29 5فروری 1994ء احمد نصر اللہ صاحب لاہور

30 30/اگست 1994ء وسیم احمد بٹ صاحب فیصل آباد

31 31/اگست 1994ء حفیظ احمد بٹ صاحب فیصل آباد

32 10/اکتوبر 1994ء ڈاکٹر نسیم احمد بابر صاحب اسلام آباد

33 28 اکتوبر 1994ء عبدالرحمٰن باجوہ صاحب کراچی

34 30/اکتوبر 1994ء دلشاد حسین کھچی صاحب لاڑکانہ

35 10 نومبر 1994ء سلیم احمد پال صاحب کراچی

36 29 دسمبر 1994ء انور حسین ابڑو صاحب لاڑکانہ

37 9/اپریل 1995ء ریاض احمد صاحب شب قدر مردان

38 3 مئی 1995ء مبارک احمد شرما صاحب شکارپور

39 8 نومبر 1996ء محمد صادق صاحب حافظ آباد

40 19 جون 1997ء چوہدری عتیق احمد باجوہ صاحب وہاڑی

41 26/اکتوبر 1997ء ڈاکٹر نذیر احمد ڈھونیکی گجرات

42 12 دسمبر 1997ء مظفر احمد شرما صاحب ایڈووکیٹ شکارپور

43 8 فروری 1998ء میاں محمد اکبر اقبال صاحب یوگنڈا

44 7 جولائی 1998ء محمد ایوب اعظم صاحب واہ کینٹ

45 4/اگست 1998ء ملک نصیر احمد صاحب وہاڑی

46 10/اکتوبر 1998ء ماسٹر نذیر احمد صاحب بگھیو نواب شاہ

47 30/اکتوبر 1998ء چوہدری عبدالرشید شریف صاحب لاہور

48 یکم دسمبر 1998ء ملک اعجاز احمد صاحب وزیرآباد گوجرانوالہ

49 14 اپریل 1999ء مرزا غلام احمد قادر صاحب ربوہ

50 9 مئی 1999ء مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ عمر سلیم بٹ صاحب چونڈہ سیالکوٹ

51 8؍اکتوبر 1999ء نورالدین احمد صاحب کھلنا۔ بنگلہ دیش

52 محمد جہانگیر حسین صاحب

53 محمد اکبر حسین صاحب

54 سبحان علی موڑی صاحب

55 محمد محبّ اللہ صاحب

56 ڈاکٹر عبدالماجد صاحب

57 ممتاز الدین صاحب

58 18 جنوری 2000ء ڈاکٹر شمس الحق طیب صاحب فیصل آباد

59 15؍اپریل 2000ء مولانا عبدالرحیم صاحب لدھیانہ بھارت

60 8 جون 2000ء چوہدری عبداللطیف اٹھوال صاحب چک بہوڑو شیخوپورہ

61 30 اکتوبر 2000ء افتخار احمد صاحب گھٹالیاں سیالکوٹ

62 شہزاد بعمر 16 سال

63 عطاء اللہ صاحب

64 غلام محمد صاحب

65 عباسی علی صاحب

66 10 نومبر 2000ء ماسٹر ناصر احمد صاحب تخت ہزارہ سرگودھا

مبارک احمد صاحب بعمر 15 سال

67 نذیر احمد صاحب رائے پوری (والد)

68 عارف محمود صاحب (بیٹا)

69 22 جون 2001ء پاپو حسن صاحب انڈونیشیا

70 28 جولائی 2001ء شیخ نذیر احمد صاحب فیصل آباد

71 13 ستمبر 2001ء نور احمد چوہدری صاحب (والد) سدووالا نیواں نارووال

72 طاہر احمد صاحب (بیٹا)

73 10 جنوری 2002ء غلام مصطفیٰ محسن صاحب پیر محل ٹوبہ ٹیک سنگھ

74 یکم ستمبر 2002ء مقصود احمد صاحب فیصل آباد

75 14 نومبر 2002ء عبدالوحید صاحب فیصل آباد

76 15 نومبر 2002ء ڈاکٹر رشید احمد صاحب رحیم یار خاں

77 25 فروری 2003ء میاں اقبال احمد صاحب ایڈووکیٹ راجن پور

78

(الفضل سیدنا طاہر نمبر 27 دسمبر 2003ء صفحہ 14)

خلافت رابعہ کے دور کی سب سے عظیم شہادت

جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے دور میں شہزادہ عبدالطیف صاحب شہید کی شہادت عظیم الشان شہادت تھی اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور میں حضرت مرزا غلام قادر صاحب شہید کی شہادت خلافت رابعہ کے دور کی سب سے عظیم الشان شہادت ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

ایک خصوصیت جو اس شہادت کو اس دور کی سب دوسری شہادتوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک بہت ہی ہولناک ملک گیر فتنہ کے احتمال سے بچالیا ہے۔ اس سے پہلے کوئی ایسی شہادت نہیں۔

(خطبہ جمعہ 16 اپریل 1999ء)

حضورؒ مزید فرماتے ہیں:

غلام قادر شہید کے متعلق جو یہ دو فضیلتیں ہیں وہ تو کوئی دنیا میں ان سے چھین ہی نہیں سکتا۔

(1)۔ ایک فضیلت یہ کہ آپ کی رگوں سے وہ خون ٹپکا ہے۔ پاکستان کی سرزمین پر جس خون میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جان کا خون شامل ہے۔

(2)۔ دوسرا مسیح موعودؑ کو یہ پیش گوئی کے طور پر بتا دیا تھا کہ تیرے گھر میں تیری اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا نوجوان جو اپنے گھر کو جس گھر میں پیدا ہوگا۔ برکت اور نور سے بھر دے گا۔

غلام قادر آئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا۔ رد اللہ الیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس پھر بھیج دیا۔ فرمایا اس کا لازماً اطلاق مرزا غلام قادر پہ ہوتا ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں:

کبھی آج تک ناز اور غم کے جذبات نے میرے دل پر ایسی یلغار نہیں کی جیسے قادر شہید کی شہادت نے کی ہے۔

''اے شہید! تو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور ہم سب آ کر ایک دن تجھ سے ملنے والے ہیں۔ زندہ باد۔ غلام قادر شہید پائندہ باد

(الفضل انٹرنیشنل 4 جون 1999ء تا 10 جون 1999ء)

خاندانِ حضرت مسیح موعود کے پہلے شہید مرزا غلام قادر احمد

84ء کے بعد پاکستان میں قائم شدہ مقدمات

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع پر	16
کلمہ لکھنے پر	755
اذان دینے پر	37
اسلامی شعار کے استعمال پر	386
اسلامی اصطلاحات کے استعمال پر	130
نماز پڑھنے پر	93
تبلیغ کرنے پر	582
صد سالہ جشن تشکر منانے پر	27
کسوف و خسوف کی سالگرہ منانے پر	50
پمفلٹ ''اک حرف ناصحانہ'' کی تقسیم پر	27
مباہلہ پمفلٹ کی تقسیم پر	148
قرآن کریم پڑھنے پر	17
298 B , C کے تحت	816
توہین رسالت	206
تمام اہل ربوہ (50 ہزار) پر	1
	3291

(روزنامہ الفضل سیدنا طاہر نمبر 27 دسمبر 2003ء صفحہ 14)

خلافت رابعہ میں پوری ہونی والی چند عظیم الشان پیشگوئیاں

دعوت الی اللہ زمین کے کناروں تک

☆حضرت مسیح موعود کا1998ء کا الہام ہے ''میں تیری..........کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' حضور نے تحریر فرمایا:

☆وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا

(تحفہ گولڑیہ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 182)

☆جماعت کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور یقیناً کروڑوں تک پہنچے گی۔

(لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 250)

خلافت رابعہ میں جماعت احمدیہ دنیا کے تمام براعظموں میں پھیلی اور 80 سے بڑھ کر 175 ممالک میں قائم ہوگئی اور چند سال میں 16 کروڑ نئے لوگ جماعت میں شامل ہوئے۔ اور مسیح موعود کا پیغام ایم ٹی اے کے ذریعہ زمین کے کونے کونے میں پہنچ گیا۔

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

☆ حضرت مسیح موعود کا 1868ء کا الہام ہے۔

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے پھر بعد اس کے عالم کشف میں وہ بادشاہ بھی دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے"

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 622)

خلافت رابعہ میں بیسیوں بادشاہ احمدی ہوئے اور کئی ایک نے حضرت مسیح موعود کے کپڑے کا تبرک بھی حضور سے جلسہ سالانہ پر حاصل کیا۔ 2002ء کے جلسہ سالانہ بینن پر کئی بادشاہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جلسہ میں شامل ہوئے۔

آسمانی منادی

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے وجود میں پوری ہونے والی پیشگوئی کا ایک سلسلہ احمدیہ ٹیلی ویژن سے متعلق ہے۔ جس میں ایک آسمانی منادی کا ذکر ہے۔ جس کی تصویر اور آواز دنیا بھر میں بیک وقت دیکھی اور سنی جائے گی۔ صرف ایک نمائندہ پیشگوئی درج کی جاتی ہے۔

"حضرت امام رضا علی بن موسیٰ سے پوچھا گیا آپ میں امام قائم کون ہوگا۔ فرمایا میرا چوتھا بیٹا لونڈیوں کی سردار کا بیٹا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین کو علم سے مطہر کردے گا...... یہ وہی ہے جس کے لئے زمین سمیٹ دی جائے گی۔ اور یہی وہ ہے جو آسمان سے بطور ایک منادی صدا کرے گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ تمام اہل ارض کر

سناوے گا۔''

(بحارالانوار جلد 52 صفحہ 321 (از شیخ محمد باقر مجلسی)

آدھا نام عربی آدھا انگریزی میں

☆ حضرت مسیح موعود کا قریباً 1880ء کا کشف ہے فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رویا نبی کے اپنے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ پورے ہوتے ہیں۔

(الحکم 10 ستمبر 1905ء)

حضور نے ہجرت بھی کی اور پھر ایم ٹی اے پر لقاء مع العرب پروگرام میں انگریزی اور عربی گفتگو کے ذریعہ دعوت الی اللہ کی توفیق پائی۔ نیز عربی رسالہ التقویٰ اور انگریزی رسالہ Review of Religions لندن سے باقاعدگی سے جاری ہوئے۔

مخالفانہ کتاب دھوئی گئی

☆ حضرت مسیح موعود کی 10 ستمبر 1903ء کی رویا ہے کہ خواب میں کسی مخالف کی کتاب کو پانی سے دھو رہے ہیں اور ایک شخص پانی ڈال رہا ہے یہاں تک کہ سفید کاغذ نکل آیا۔ یہ رویا وائٹ پیپر کے متعلق حضور کے خطبات ''زھق الباطل'' سے پوری ہوئی۔

(ضمیمہ خالد جون 1985)

لندن میں مدلل تقریر

☆حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے ...... کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے”

میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز حق کا شکار ہو جائیں گے”

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 516 طبع اول 1891ء)

قتل کی سازش

☆7 دسمبر 1892ء کے رویا میں حضرت مسیح موعود نے دیکھا کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے اور پھر ایک شخص میری نسبت کہتا ہے یعنی مجھ کو چھوڑ دو تا میں ...... یعنی اس عاجز کو قتل کر دوں۔

☆21 جنوری 1902ء کا الہام ہے کہ تم پر ایسا زمانہ آنے والا ہے ...... کے زمانہ کی طرح ہوگا۔

19 جنوری 1903ء کے رویا میں حضور نے دیکھا کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ تعاقب میں ہے مگر آپ فرماتے ہیں کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔

تمام خلفاء میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع واحد خلیفہ تھے جن کو خلافت کی ذمہ

داریاں ادا کرنے سے قانونی پابندیاں لگا کر روکنے کی کوشش کی گئی اور پھر ایک شخص کے قتل کا الزام لگا کر آپ کے قتل کی سازش تیار کی گئی اور تعاقب بھی کیا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بچالیا۔ اور سمندر پار لے گیا۔

(خطبہ جمعہ 5 جولائی 1985ء)

موعود ذریت

☆ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

''اس...........کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے۔ جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 318)

بعد 11۔ انشاء اللہ

☆ 11 دسمبر 1900ء کا الہام ہے بعد 11 انشاء اللہ۔ یہ الہام کئی رنگوں میں پورا ہوا۔ حضور کی خلافت کے 11 سال بعد 1993ء میں لندن میں عالمی بیعت کی تقریب کا اغاز ہوا۔ لندن سے الفضل انٹرنیشنل کا اجراء اور ریویو آف ریلیجنز کی نئے انداز میں اشاعت جنوری 1994ء میں شروع ہوئی اور ساہیوال کے اسیران راہ مولیٰ کی رہائی 20 مارچ 1994ء کو عمل میں آئی۔

ہومیوپیتھی کی ترویج

☆ حضرت مسیح موعود کو الہام ہوا عندی معالجات اور 18 اکتوبر 1902ء حضرت اماں جان نے خواب میں دیکھا کہ شیخ رحمت اللہ کی طرف سے ایک صندوق دوائیوں سے بھرا ہوا آیا ہے۔ جس میں ڈبیاں ہیں۔ شیشیاں ہیں۔

یہ رویاء حضور کے زمانہ میں ہومیوپیتھی کی ترویج حضور کی شفاء اور دواؤں پر مشتمل ڈبے کل عالم میں بھجوانے سے پوری ہوئی۔

(الفضل 16 اگست 99ء صفحہ 2)

مصلح موعود جیسا

☆ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

’’خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں خود مجھ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اور میں پھر کسی شرک کے زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آؤں گا جس کے معنے یہ ہیں کہ میری روح ایک زمانہ میں کسی اور شخص پر جو میرے جیسی طاقتیں رکھتا ہو گا نازل ہو گی اور وہ میرے نقش قدم پر چل کر دنیا کی اصلاح کرے گا‘‘

(الفضل 19 فروری 1956ء)

روسی علاقوں میں احمدیت

☆ حضرت مصلح موعود کی ایک رویاء میں میں ذکر ہے کہ فوجیوں کے خطرہ کی وجہ سے

حضور کو ہجرت کرنی ہوگی۔ اور ام طاہر کے بیٹے کے ذریعہ روس کے علاقوں سے احمدیت کا تعلق قائم ہوگا۔

(خطبہ جمعہ 23 فروری 15 جون 1990ء)

عالمی درس قرآن

☆ حضرت مصلح موعود نے عالمی درس قرآن کی پیشگوئی بھی فرمائی۔

(الفضل 13 جنوری 1938ء)

انقلاب عظیم

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے 1970ء میں پیشگوئی فرمائی تھی۔

اگلے 23 سال کے اندر اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اس دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا ہونے والا ہے۔

(الفضل 15 جولائی 1970ء)

70 میں 23 جمع کئے جائیں تو یہ 93 بنتے ہیں۔ اور اسی سال عالمی بیعت کا آغاز ہوا

غیر معمولی لمبے دن

☆ حدیثوں کی پیشگوئی ہے کہ دجال کے زمانہ میں غیر معمولی لمبے دن ہوں گے اس لئے وقت کا اندازہ کر کے نماز پڑھنا۔ حضور نے 1993ء میں قطب شمالی کے بلند ترین مقامات کا دورہ فرمایا جہاں 24 گھنٹے دن رہتا ہے حضور نے 5 نمازیں قافلے

کے ساتھ باجماعت ادا کیں اور جمعہ بھی پڑھایا۔

خادم دین پیدا ہوں گے

7 فروری 1921ء کے روز حضرت سید محمد سرور شاہ صاحب نے حضرت مصلح موعود کے ساتھ حضرت سیدہ اُمّ طاہر کا نکاح پڑھاتے ہوئے فرمایا:

''میں بوڑھا ہو گیا ہوں میں چلا جاؤں گا مگر میرا ایمان ہے کہ جس طرح سے پہلے سیدہ سے خادم دین پیدا ہوئے اسی طرح اس سے بھی خادم دین پیدا ہوں گے یہ مجھے یقین ہے جو لوگ زندہ ہوں گے وہ دیکھیں گے''۔

(الفضل 14 فروری 1921ء)

21 سالہ دور خلافت کے عظیم کارنامے

انقلاب انگیز لٹریچر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا پیدا کردہ انقلاب انگیز لٹریچر قبولیت کی سند عام حاصل کر چکا ہے اور مغرب و مشرق کے دانشوروں اور مفکروں نے اسے زبردست خراج تحسین ادا کیا ہے۔ آپ کی متعدد تالیفات کے دنیا کی مشہور زبانوں میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔ حضور کی مطبوعات کی ایک نا تمام سی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔ خدا کرے کہ حضور کے وہ تمام روح پرور فرمودات وارشادات جو صرف جرائد ورسائل میں محفوظ ہیں یا غیر معمولی ہیں کتابی صورت میں شائع ہوں اور دنیا اس انمول اور بیش بہا علمی خزانہ سے فیض یاب ہو۔

فہرست مطبوعات

1۔ مذہب کے نام پر خون 1962ء

2۔ ورزش کے زینے 1965ء

3۔ احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟ 1968ء

4۔ آیت خاتم النبیین کا مفہوم اور جماعت احمدیہ کا مسلک 1968ء

5,6 ۔ سوانح فضل عمر اوّل۔ دوم 1975ء

7۔ رسالہ ''ربوہ سے تل ابیب تک'' پر تبصرہ 1976ء

8۔ وصال ابن مریم مطبوعہ لاہور 1979ء

9۔ اہل آسٹریلیا سے خطاب اردو انگریزی 1983ء

10 مجالس عرفان 1983-84ء کراچی 1989ء

11۔ سلمان رشدی کی کتاب پر محققانہ تبصرہ 1989ء

12۔ خلیج کا بحران اور نظام جہان نو 1992ء

13- Islam's Respomse to Contemporary Issues 1992ء

14۔ ذوق عبادت اور آداب دعا 1993ء

15۔ زہق لباطل 1994ء

15- Christianity A journey From Facts to Fictions 1994

16- Absolute Justice، 1996ء

17۔ کلام طاہر (شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی) 1996ء

18۔ ہومیوپیتھی علاج بالمثل 1996ء

19- Revelation ,Rationality Knowledge s 1998-Truth

20 قرآن کریم کا اردو ترجمہ (مع حواشی کل صفحات 1315)

(طبع اول لندن جولائی 2000ء)

(پاکستانی ایڈیشن 2003ء)

اس کے علاوہ حضور کے بیسیوں خطبات اور تقاریر کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں اور متعدد کے کئی زبانوں میں تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔

جلسہ سالانہ کی تقریریں

جلسہ سالانہ ربوہ کے سٹیج پر آپ کی سب سے پہلی پُر مغز تقریر ”وقف جدید کی اہمیت“ پر 1960ء میں ہوئی اس کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت سیر حاصل روشنی ڈالی اور ہر بار اپنے منفرد اسکوپ بیان اور سحر طراز خطابت سے مجمع پر ایک خاص وجدانی و روحانی کیفیت پیدا کر ڈالی۔

ارتقائے انسانیت اور ہستی باری تعالیٰ (1962ء)

مصلح موعود سے متعلق پیشگوئی (1964ء)

احمدیت نے دنیا کو کیا دیا (1968ء)

اسلام اور سوشلزم (1969ء)

حضرت مصلح موعود کی خدمت قرآن (1970ء)

حقیقت قرآن (1972ء)

دین حق کی نشاۃ ثانیہ خلیفۃ الرسول سے وابستہ ہے (1973ء)

دین حق کا بطل جلیل (1974ء)

قیام نماز (1976ء)

فلسفہ حج (1977ء)

فضائل قرآن کریم (1978ء)

غزوات میں آنحضرت ﷺ کا خلق عظیم (1979ء تا 1981ء)

حضور کے بعض اہم لیکچرز

مختلف ممالک کی یورنیورسٹیوں اوردانشوروں سے حضور کے خطابات۔

31اگست 83ء؛ سوئٹزرلینڈ بعنوان انسانیت کا مستقبل

15اکتوبر 83ء؛ آسٹریلیا، بعنوان اسلام کی امتیازی خصوصیات

4جون 87ء؛ سوئٹزرلینڈ، بعنوان ؛ سچائی، علم، عقل اور الہام جو حضور کی کتاب کی بنیاد بنا۔

9 ستمبر 88ء؛ تنزانیہ ؛ دارالسلام یورنیوسٹی سے خطاب۔

19 ستمبر 88ء؛ ماریشس؛ یورنیوسٹی میں لیکچر

17 مئی 89ء؛ سوئٹزرلینڈ؛ یورنیوسٹی میں لیکچر

24فروری 90ء؛ برطانیہ؛ بعنوان دین موجودالوقت مسائل کا کیا حل کرتا ہے۔

12مارچ 90ء؛ سپین اشبلیہ یورنیوسٹی، بعنواں؛ دین کی بنیادی تعلیمات کا فلسفہ

حضور کے ریکارڈ شدہ پروگرام

ایم ٹی اے کی باقاعدہ نشریات شروع ہونے کے بعد حضور کے جو پروگرام ریکارڈ ہوئے۔ خطبات جمعہ اور تقاریر جلسہ سالانہ کے علاوہ (ہر پروگرام کم از کم ایک گھنٹہ کا ہے)

انگریزی دان دوستوں سے ملاقات	50 پروگرام
اردو ملاقات	160
ہومیوپیتھی کلاس	198

ترجمة القرآن کلاس	305
لقاء مع العرب	472
اردو کلاس	460
بچوں کی کلاس	300
فرنچ ملاقات	209
بنگلہ ملاقات	128

بیوت الذکر کی تعمیر

دور ہجرت کے پہلے سال 1984-85ء میں نئی بیوت الذکر (مراکز نماز) جو دنیا بھر میں قائم ہوئیں ان کی تعداد 32 تھی۔

1985-86 میں یہ تعداد 32 سے بڑھ کر 206 ہوگئی۔ 1986-87ء میں 136 نئی بیوت الذکر تعمیر ہوئیں۔ بیوت الذکر کی تعمیر اور بنائی ہوئی بیوت کے عطا ہونے کی رفتار میں بھی حیرت انگیز طور اضافہ ہوا جس کا اندازہ مندرجہ ذیل تین سالوں کے جائزہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

1999ء میں 1524

2000ء میں 1915

2001ء میں 2570

ہجرت کے 19 سالوں میں مجموعی طور پر کل 13065 نئی بیوت جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں قائم کرنے کی توفیق ملی۔

مشنز اور مراکز کی تفصیل

یورپ

1984ء میں 8 ممالک میں کل تعداد 16 تھی جو بڑھ کر 18 ممالک میں 148 ہو چکی ہے۔

امریکہ

امریکہ میں تعداد 6 سے بڑھ کر 36 ہو چکی ہے۔

کینیڈا

1984ء میں 5 مشن ہاوسز تھے جن میں ......ہوا۔ پرانے مشن ہاوسز فروخت کر کے 20 بڑے مشن ہاوسز خریدے گئے۔

افریقہ

1984 میں 14 ممالک میں کل تعداد 68 تھی اب 25 ممالک میں تعداد 656 ہو چکی ہے۔

وہ عمارات جن کا سنگ بنیاد یا افتتاح حضور نے فرمایا

وہ عمارات یا توسیع منصوبے جن کا سنگ بنیاد حضور نے رکھا یا افتتاح فرمایا۔

10 ستمبر 1982ء بیت بشارت سپین کا افتتاح

5 اکتوبر 1982ء جلنگھم مشن برطانیہ افتتاح

7 اکتوبر 1982ء کرائیڈن مشن برطانیہ افتتاح

9 ستمبر 1983ء بیت سنگاپور سنگ بنیاد

18 ستمبر 1983ء بیت فضل عمر سوا فجی۔ رسمی افتتاح

25 ستمبر 1983ء بیت لٹوکا۔ فجی سنگ بنیاد

30 ستمبر 1983ء بیت المھدیٰ آسٹریلیا سنگ بنیاد

11 اپریل 1983ء دارالضیافت کے جدید بلاک کی بالائی منزل کے تعمیری کام کا آغاز۔

16 جولائی 1983ء سرائے محبت ربوہ کی دوسری منزل کا سنگ بنیاد۔

27 جولائی 1983ء دفتر لوکل انجمن احمدیہ ربوہ کا افتتاح۔

21 اگست 1983ء دارالقضاء ربوہ کا سنگ بنیاد۔

15 مارچ 1984ء گلشن احمد نرسری کا افتتاح۔

10 مئی 1985ء گلاسگو کے نئے مشن کا افتتاح۔

13 ستمبر 1985ء بیت النور نن سپٹ ہالینڈ کا افتتاح۔

15 ستمبر 1985ء بیلجیم کے مشن ہاؤس اور بیت

جماعت کی نئی صدی کے ابتدائی واقعات۔

پہلا نکاح

23 مارچ 1989ء بعد نماز فجر حضور نے پڑھایا۔

حضور کا پہلا خطبہ جمعہ

24 مارچ 1989ء بیت الفضل لندن۔ جو ماریشس اور جرمنی میں بذریعہ ٹیلی فون سنا گیا۔

حضور کا پہلا الہام !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

مختلف ممالک میں نئی جماعتوں کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے دور ہجرت میں نئی جماعتوں کے قیام میں غیر معمولی اور حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ لندن آنے کے بعد پہلے سال یعنی 1984-85ء میں 28 نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور پھر اگلے سال 1985-86ء میں یہ تعداد 254 ہوگئی۔ سال 1986-87 میں تعداد بڑھ کر 258 ہوگئی اس کے بعد اس میں سال بہ سال مسلسل حیرت انگیز اضافہ ہوتا رہا۔ اس رفتار کا اندازہ آخری تین سالوں کے جائزے سے لگایا جاسکتا ہے۔

سال 1999-2000ء میں دنیا بھر میں مختلف مقامات پر جبکہ سال 2000-2001ء میں ...... مقامات پر نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔ اور سال 2001-2002ء میں دنیا بھر میں 4485 نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

اس طرح ہجرت کے 19 سالوں میں دنیا بھر میں 35358 مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

دیگر ممالک جن کے دورے فرمائے

ناروے، سویڈن، ڈنمارک، جرمنی، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ، فرانس، لکسمبرگ، ہالینڈ، سپین، انگلستان، ناروے، کینیڈاب، بیلجئیم، امریکہ، آئرلینڈ، کیمبیا، سیرالیون، لائبیریا، آئیوری کوسٹ، غانا، نائیجیریا۔

پہلا اور آخری خطبہ جمعہ

حضور نے 11 جون کو بیت اقصیٰ ربوہ میں پہلا خطبہ جمعہ اور 18 اپریل 2003ء کو آخری خطبہ جمعہ لندن میں ارشاد فرمایا۔ ہجرت سے قبل حضور نے پاکستان میں آخری خطبہ جمعہ 20 اپریل 1984ء کو اسلام آباد میں ارشاد فرمایا تھا۔ حضور نے اپنے دور خلافت میں 1000 سے زائد خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔

ہم تجھے یاد رکھیں گے

☆ اے ہمارے محبوب آقا! آغاز خلافت میں ہی تو نے خدمت خلق کی ایسی سکیم جاری کی کہ خدا کی حمد کرتے ہوئے تجھے یاد کریں گے۔ بے آسرا اور بے سہارا لوگ جو بیوت الحمد سکیم کی بدولت اب بے درماں نہیں رہے بلکہ وہ پرسکون چھت تلے سوتے ہیں اور وہ لوگ بھی یاد کریں گے جو اس سکیم میں حصہ لے کر تسکین پاتے ہیں اور قرب الٰہی کے ذرائع اختیار کرتے ہیں۔

☆ اے جانے والے آقا! ہم تجھے کیسے بھلا سکیں گے تو نے تو ہمیں الوداع کرنے کا

ڈھنگ سکھایا۔ ہم تیرے الفاظ میں ہی تجھے الوداع کہتے ہیں کہ

''اے جانے والے! ہم تیری نیک یادوں کو زندہ رکھیں گے۔

ان تمام نیک کاموں کو پوری وفا کے ساتھ پوری ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتے ہوئے چلاتے رہیں گے اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک ان کاموں میں حسن کا رنگ بھرنے کے لئے استعمال کریں گے جو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر تو نے جاری کئے تھے۔ اور اگر اس دنیا میں تیری روح ان کی تکمیل کے نظاروں سے تسکین نہیں پا سکی تو اے جانے والے آقا! اس دنیا میں تیری روح انکی تکمیل کے نظاروں سے تسکین پائے گی''۔

☆ اے ہمارے دلبر آقا! ہم تجھے یاد کریں گے کہ تو نے ہمیں آنے والے کے استقبال کا طریق سمجھایا اور ہم تیرے ہی الفاظ میں آنے والے سیّدنا مسرور سے عہد کرتے ہیں کہ

''اے آنے والے! ہم اپنے دلوں سے معصیت اور گناہوں کے چراغ بجھاتے ہیں اور تقویٰ کے چراغ روشن کرتے ہیں اور تجھے اس دل میں اترنے کی دعوت دیتے ہیں جس دل میں اللہ کے تقویٰ کی مشعلیں روشن ہو رہی ہیں اور ہم تجھ سے یہ عہد کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ قیام شریعت کی کوشش میں جو اللہ کے فضل کے سوا حاصل نہیں ہو سکتی، دعائیں کرتے ہوئے ہم تیری مدد کریں گے''۔ انشاء اللہ تعالیٰ

19 اپریل 2003ء کو آسمان و زمین نے ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ کسی گھر میں موت ہو تو گھر والے اور قریبی رشتہ دار تو اشکبار ہوں......لیکن دوسرے لوگ تو

محض افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا غم اتنا گہرا نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں تو عجیب ماجرا تھا۔ ہر شخص عورت ہو یا مرد یا بچہ سب ہی کے غم کے پیمانے ایک جیسے ہی تھے۔ پھر یہ ایک بستی، ایک شہر، ایک ملک یا براعظم کا ماجرا نہ تھا یہ دنیا کے 175 ممالک کے رہنے والے کروڑوں احمدیوں کا آنکھوں دیکھا حال تھا۔ جو ایک ہی کیفیت میں تھے۔ 175 ممالک کے لوگ جو امریکہ، افریقہ، یورپ، اور ایشیاء میں بستے تھے ان کی نگاہیں MTA پر لگی ہوئی تھیں۔ 24 گھنٹے ان میں سے کوئی بھی MTA سے ہٹنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

قدرت ثانیہ کی عظیم نعمت حاصل ہے اور مسند امانت پر متمکن ہونے والا عظیم الشان فرد موجود ہے۔ اس کیفیت میں آج بھی ہمیں حضرت مصلح موعود کا یہ ارشاد تروتازہ شکل میں یاد آتا ہے ”تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے“۔

(برکات خلافت صفحہ 6)

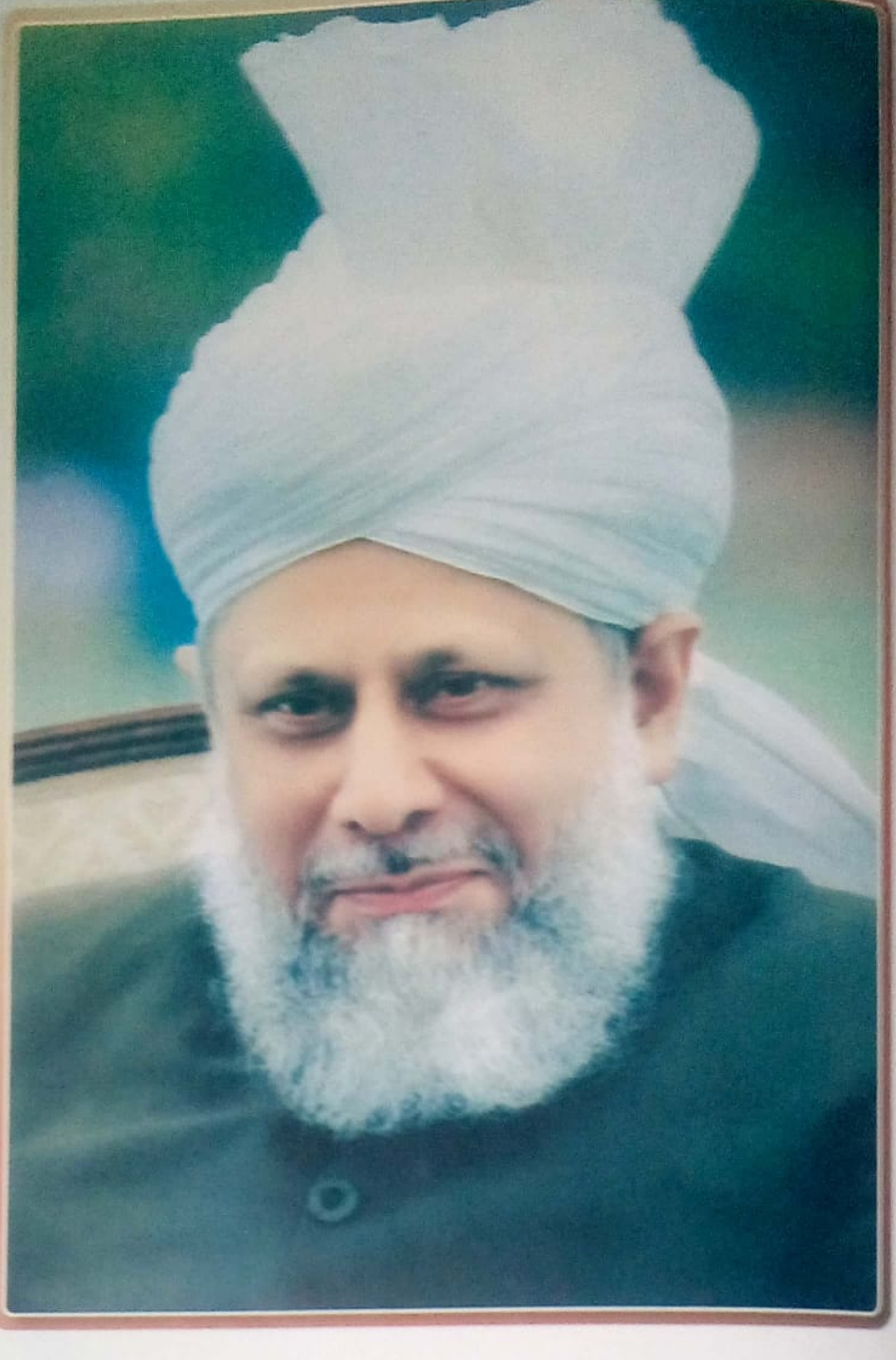

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

متفرق

نئی صدی کا عظیم عہد

از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع صد سالہ خلافت جوبلی

مؤرخہ 27 جولائی 2008ء

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله

آج خلافت احمدیہ کے سو سال پورے ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اسلام اور احمدیت کی اشاعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچانے کیلئے اپنی زندگیوں کے آخری لمحات تک کوشش کرتے چلے جائیں گے اور اس مقدس فریضہ کی تکمیل کیلئے ہمیشہ اپنی زندگیاں خدا اور اس کے رسول ﷺ کیلئے وقف رکھیں گے اور ہر بڑی سے بڑی قربانی پیش کر کے قیامت تک اسلام کے جھنڈے کو دنیا کر ہر ملک میں اونچا رکھیں گے۔

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کیلئے آخری دم تک جدو جہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں

گے تاکہ قیامت تک خلافت احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔

اے خدا! تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما

اللهم آمین. اللهم آمین. اللهم آمین

ختم شد

الحمدللہ علی ذالک

المراجع والمصادر

قرآن کریم:

(i)۔ ترجمہ قرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ۔ طبع جدید

احادیث:

(i)۔ صحیح مسلم۔ کتاب فضائل الصحابہؓ

(ii)۔ سنن ابی داؤد۔ کتاب السنۃ

(iii)۔ کنز العمال۔ جلد 1,5,11

کتب حضرت مسیح موعودؑ

(i)۔ روحانی خزائن جلد نمبر 3,17,20

(ii)۔ تذکرۃ۔ ایڈیشن چہارم

کتب خلفاء

(i)۔ برکات الدعا۔ از حضرت مصلح موعودؓ

(ii)۔ عرفان الٰہی۔

(iii)۔ انوار العلوم۔ جلد چہارم

(iv)۔ خطبات طاہر۔ جلد 1,4

(v)۔ کلام طاہر۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

کتب علماء

(i)۔ تبعین احمد جلد سوم مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب

(ii)۔ مرزا غلام قادر احمد مصنفہ امۃ الباری ناصر صاحبہ

(iii)۔ کوکب دری۔ آغا محمد عبد العزیز احمدی

(iv)۔ کیفیات زندگی

دیگر کتب

(i)۔ ایک مرد خدا۔ از آئن ایڈم سن

اخبارات

(i)۔ روزنامہ الفضل۔ 1984ء۔ 1998ء۔ 2003ء۔ 2004ء

(ii)۔ الفضل سالانہ نمبر دسمبر 2003ء

(iii)۔ الفضل انٹرنیشنل 1997ء۔ 1998ء۔ 1999ء۔ 2002ء

۔ 2003ء۔

(iv)۔ اخبار الحکم ستمبر 1905ء

(v)۔ اخبار احمدیہ مغربی جرمنی 1986

(vi)۔ Neue Presse فرینکفرٹ 27 اکتوبر 1986ء

(vii)۔ روزنامہ وگن لینڈنگ بلڈز یورک سوئٹزرلینڈ

(viii)۔ دی آسٹریلین۔ 29 ستمبر 1983

رسائل

(i)۔ رسالہ خالد مارچ اپریل 2004ء سالانہ نمبر۔

(ii)۔ رسالہ خالد ستمبر 1973۔

(iii)۔ ضمیمہ ماہنامہ خالد ربوہ۔ جون 1985، جولائی 1987ء

(iv)۔ رسائل مصباح۔ 2003ء

(v)۔ ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ۔ جولائی، دسمبر 1985ء

(vi)۔ ضمیمہ ماہنامہ تحریک جدید۔ جون 1988ء

(vii)۔ The Tariq centenary saurenwir Khuddam ul
Ahmadiyya U.K .march, april 2004

(viii)۔ Neue Zurech Zettary Zarich.13 august
1982

پروگرام M.T.A

(i)۔ اردو کلاس نمبر 292۔

(ii)۔ درس القرآن بیان فرمودہ 16 رمضان المبارک 27 فروری 1994ء

(iii)۔ مجلس سوال جواب 15 فروری 1987ء

(iv)۔ جلسہ سالانہ برطانیہ 1998ء

(v)۔ مجلس عرفان۔ 24 اکتوبر 1982

(vii)۔ پروگرام ملاقات۔ اگست 1994ء

(viii)۔ خطبہ جمعہ 23 فروری، 17 جولائی 1990ء۔ 20 اگست 1982

ہدایات

یہ کتاب فروری ۲۰۰۹ء میں دوسری مرتبہ شائع ہوئی جس کے بعد اب پہلی مرتبہ سکیئن کر کے پیش کی جا رہی ہے چونکہ کتاب کی سوفٹ کاپی گم ہو گئی تھی بڑی مشکل سے تلاش کر کے ایک کتاب ملی ہے جسے سکین کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔

پاکستان کے موجودہ حالات کے پیش نظر اسکی اشاعت بھی ممکن نہیں۔ اسلیئے درخواست ہے کہ اس نہائیت اہم مواد کو نہ صرف اپنے موبائلز PDF میں محفوظ کر لیں بلکہ دیگر احمدیہ علمی گروپس میں بھی شیئر کر دیں اور کچھ دوست اسکو دوبارہ کمپوز کر کے الاسلام پہ چڑھوا دیں تو یہ ہمیشہ کیلیئے محفوظ ہو جائے گی

جزاکم اللہ

نام کتاب......سیرت سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

مصنّف کا نام..............محمد افضل متینؔ معلم سلسلہ (وقفِ جدید) / ربوہ پاکستان

کمپوزنگ......نصیر احمد ربوہ۔ مجاہد احمد گوجرہ۔ شاہد تبسم گوجرہ

ایڈیشن دوم .... فروری 2009ء

مطبوعہ .... نصرت آرٹ پریس ربوہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

وٹس ایپ نمبر: Mobile:0300-7494898

خاکسار / محمد افضل متین معلم سلسلہ مصنف کتاب آف طاہر آباد شرقی / ربوہ

* * *

ہم آن ملیں گے متوالو' بس دیر ہے کَل یا پَرسوں کی
تم دیکھو گے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی' دید کے تَرسوں کی

* * *

ہم آمنے سامنے بیٹھیں گے تو فَرطِ طَرَب سے دونوں کی
آنکھیں ساون برسائیں گی اور پیاس بجھے گی بَرسوں کی

* * *

مِرے بھولے بھالے حبیب مُجھے لکھ لکھ کر کیا سمجھاتے ہیں
کیا ایک اُنہی کو دُکھ دیتی ہے' جُدائی لمبے عَرصوں کی

* * *

یہ بات نہیں وعدوں کے لمبے لیکھوں کی' تم دیکھو گے
ہم آئیں گے' جھوٹی نکلے گی' لاف خدا تا ترسوں کی

* * *

دور ہو گی کلفت عَرصوں کی اور پیاس بجھے گی بَرسوں کی
ہم گیت ملن کے گائیں گے پھولیں گی فصلیں سَرسوں کی

* * *

کلام طاہر صفحہ 86

نہ وہ تم بدلے نہ ہم، طور ہمارے ہیں وہی
فاصلے بڑھ گئے، پر قُرب تو سارے ہیں وہی

شامِ غم دل پہ شَفَق رنگ، دکھی زخموں کے
تم نے جو پھول کِھلائے مجھے پیارے ہیں وہی

بے بس ہائے تماشا کہ تیری موت سے سب
رنجشیں مٹ گئیں، پر رنج کے مارے ہیں وہی

تم وہی ہو تو کرو کچھ تو مداوا غم کا
جس کے تم چارہ تھے وہ درد تو سارے ہیں وہی

میرے آنگن سے قضا لے گئی چُن چُن کے جو پھول
جو خدا کو ہوئے پیارے، مرے پیارے ہیں وہی

تم نے جاتے ہوئے پلکوں پہ سجا رکھے تھے
جو گُہر اب بھی میری آنکھوں کے تارے ہیں وہی

یہ تیرے کام ہیں مولا مجھے دے صبر و ثبات
ہے وہی راہ کٹھن بوجھ بھی بھارے ہیں وہی

(جلسہ سالانہ یو۔کے 1992ء کلام طاہر صفحہ 113)

سیرت و سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

مرتبہ محمد افضل متین (معلم وقف جدید)